درسِ قرآنِ مجید

(سالانہ مجموعہ)

تیسرا

از قلم

قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب

مرتبہ

محمد عثمان غنی بی اے

شائع کردہ

دار الارشاد۔ کیمبل پور پاکستان

ملٹری پریس کیمبل پور

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القمر)

(ترجمہ)

بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے

کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

درسِ قرآنِ مجید

(تیسرا سالانہ مجموعہ)

از

قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب

مرتبہ

محمد عثمان غنی بی اے

شائع کردہ

دار الارشاد ۔ کیمبلپور ۔ پاکستان

رائے گرامی

از عالی جناب محترم المقام میجر جنرل فضل مقیم خان صاحب ستارۂ پاکستان ستارۂ قائداعظم تمغۂ جنگ
چیئرمین پاکستان آرڈیننس فیکٹریز بورڈ۔ واہ کینٹ

محترم قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب نومبر ۱۹۶۴ء سے واہ چھاؤنی میں باقاعدگی کے ساتھ درس قرآن دے رہے ہیں ہر ماہ کے آخری اتوار کو یہ درس صبح دس بجے سے گیارہ بجے تک ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس درس سے مستفید ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اب یہ کافی ہر دلعزیز ہوگیا ہے۔ قاضی صاحب کے اس درس سے مرد، عورتیں اور نوجوان سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ قاضی صاحب اس دینی خدمت کا کوئی صلہ وصول نہیں کرتے اس لئے اس بے لاگ درس و تدریس کا بہت ہی اچھا اثر پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس خدمت کے لئے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

دستخط ــ (میجر جنرل) فضل مقیم خاں (صاحب)
(ستارۂ پاکستان)
(ستارۂ قائداعظم)
(تمغۂ جنگ)

واہ چھاؤنی
۱۳ر جون ۱۹۶۷ء

مقدمہ

(از خادم درس قرآن محمد عثمان غنی بی اے ۱۹۰۲/۱۵ واہ کینٹ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

معزز قارئین کرام! درس قرآن کے مجموعہ ہائے سال اول و دوم کے بعد مجموعہ سال سوم پیش کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے کہ اس نے محض اپنی توفیق سے قرآن پاک کی یہ خدمت کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔

مقصد نزول قرآن یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو ہر قسم کی اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لایا جائے ارشاد ربانی ہے۔ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّھِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ (سورہ ابراھیم رکوع ۱ پارہ ۱۳)

(ترجمہ) یہ ایک کتاب ہے ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا تاکہ تو لوگوں کو اُن کے رب کے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف غالب تعریف کئے ہوئے کے راستے کی طرف نکالے۔

اس آیت کے حاشیہ پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

"یعنی اس کتاب کی عظمت شان کا اندازہ اِس بات سے کرنا چاہیئے کہ ہم اس کے اتارنے والے ہیں اور آپ جیسی رفیع الشان شخصیت اِس کی اٹھانے والی ہے اور مقصد بھی

اس قدر اعلیٰ وارفع ہے جس سے بلند تر کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ کہ خدا کے حکم و توفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ وہ عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے، مزدور ہوں یا سرمایہ دار، بادشاہ ہوں یا رعایا، سب کو جہالت و اوہام کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے نکال کر معرفت و بصیرت اور ایمان و ایقان کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے یعنی صحیح معرفت کی روشنی میں اس راستہ پر چل پڑیں جو زبردست و غالب، ستودہ صفات شہنشاہ مطلق اور مالک الکل خدا کا بتایا ہوا اور اس کے مقام رضا تک پہنچانے والا ہے۔"

ہمارے محبوب شیخ مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی ہے: "راہبر ہے مسلمان، لے لیتا ہے قرآن اور منزلِ مقصود ہے دربارِ رحمان۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس راہنما کو ہر وقت اپنے پیش نظر رکھے اور زندگی کا ہر لمحہ اس کی راہنمائی میں بسر کرے تا آنکہ پیغام موت آئے۔ اگر بالفرض اپنے اندر اتنی استعداد نہیں کہ ہر وقت اور ہر معاملہ میں قرآن مجید سے استصواب رائے کر سکے تو پھر ایسے عالم سے وابستہ ہو جائے جو خود قرآن شریف کی روشنی میں چلتا نظر آئے اور دوسرے احباب کو بھی اسی کی روشنی میں چلانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس طریقہ پر زندگی بسر کرنے سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یقینِ کامل ہے کہ اس شخص کا خاتمہ ایمانِ کامل پر ہوگا اور مرنے کے بعد قبر بہشت کا باغ بن جائے گی۔"

نظامِ عالم میں ہر ایک چیز منظم و مرتب ہے۔ کوئی کام بے سلیقہ نہیں ہو رہا ہے جب ہر انسانِ عقلمند اپنے کاموں میں بد نظمی اور بے ترتیبی کو پسند نہیں کرتا تو وہ خالق عزّ اسمہٗ جو ان ہستیوں کو بھی بنانے والا ہے وہ کب بد نظمی و بے ترتیبی کو گوارا کر سکتا ہے۔ جس طرح

دنیا کی ہر ایک گورنمنٹ پہلے چیدہ دماغوں کو جمع کرکے اپنی رعایا کے لئے حفظ امن کا قانون بناتی ہے
بعد ازاں ملک میں شائع کرتی ہے اور اشاعت الفاظ کے ساتھ ہی اس امر کی کوشش بھی
کرتی ہے کہ اس قانون کا مطلب بھی صحیح سمجھا جائے۔ ایسے پروفیسر تیار کرتی ہے جو اس قانون
کا صحیح مطلب رعایا کے کانوں تک پہنچائیں۔ ایسے کالج بناتی ہے جہاں رعایا کے چیدہ دماغ
آئیں جو کہ اصطلاحاتِ علمی سے پورے آشنا ہوں۔ آئین حکومت کے مصالح و حِکَم کو سمجھ
سکیں۔ حکومت چاہتی ہے کہ ایسے صحیح الدماغ افراد اس قانون کے عامل و متبع ہو جائیں تاکہ
آئین حکومت اس ملک میں جاری و ساری رہے۔ یہی چیز دراصل بنیادِ استحکام حکومت ہے
اگر حکومت اپنے تدبیر و استحکام و اشاعتِ قانون سے ذرا غافل ہو جائے تو بجائے "امن" کے
"بدامنی"، "راحت" کے "رنج"، "چین" کے "بے آرامی"، بجائے "وقار" کے "سبکی"
بجائے "عزت" کے "ذلت" کا دور دورہ ہو جائے۔ کوئی بھی حکومت یہ کبھی جائز نہیں سمجھتی
کہ میرے الفاظِ قانون کا جو مطلب ہر شخص "الٹا" سیدھا لے، وہی میرے قانون کا
مطلب ہے۔ اور اسی مطلب کے موافق میں اس کو حقوق دوں گی یا دادرسی کروں گی۔ بلکہ
قانونی نقطۂ خیال سے فقط وہ شخص حکومت سے قانونی تبادلۂ خیالات کر سکتا ہے
جس کو حکومت اس قابل سمجھے کہ یہ شخص میرے قانون کا صحیح مطلب سمجھ سکتا ہے اور اس کو
سندِ قابلیتِ فہمِ قانون دی جا چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عدالتوں میں جج اس شخص کو مقرر کیا
جاتا ہے جو قانونِ شاہی کے صحیح علم کا امتحانِ وکالت یا بیرسٹری پاس کر چکا ہو۔

سطور بالا کی روشنی میں استحکام سلطنتِ الٰہیہ اور قانونِ الٰہی کے سمجھنے کے لئے کیا
کسی استادِ کامل کی ضرورت نہیں؟ اور کیا قرآن مجید ہاتھ میں لے کر جو جس کا جی چاہے
وہی راگ الاپتا پھرے اور وہی اللہ تعالیٰ کی مراد سمجھی جائے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

قانون الٰہی (قرآن مجید) کے لفظوں سے غلط مراد لینے والوں کے حق میں ارشاد ہے :-

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

(سورۃ آل عمران رکوع ۸ پارہ ۳)

(ترجمہ) اور تحقیق ان میں سے ایک ایسا فرقہ ہے جو اپنی زبانوں کو کتاب اللہ کے ساتھ موڑتے ہیں تاکہ تم اس چیز کو کتاب اللہ ہی کا حکم سمجھو حالانکہ وہ کتاب اللہ کا حکم نہیں ہوتا اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے اور وہ لوگ خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ اس جھوٹ کو جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان واجب الاذعان کی صداقت آج روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکی ہے۔ نہایت خوبصورت اور خوشنما کتابت و طباعت سے مزین لٹریچر سستے داموں جگہ جگہ پھیلایا جا رہا ہے اور عوام سادہ لوح مستند علماء دین سے کسب ہدایت کرنے کے بجائے بے سوچے سمجھے اس قماش کے لٹریچر اور عربی متن کے بغیر صرف اردو ترجمہ کی تحریری کتابوں کو "قرآن مجید" سمجھ کر ایک دو روپیہ میں بسوں کے اڈوں سے پیشہ ور ہاکروں سے خرید کر گھروں میں لے آتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نئی نسلیں اصلی سچے کھرے اور محمدی اسلام سے نابلد ہوتی جا رہی ہیں۔

الحمد للہ واہ کینٹ میں ۱۹۶۴ء سے قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ العالی نے جو درس قرآن جاری فرمایا اس میں وقت کی تمام ضرورتوں کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ قرآنی آیات کی تفسیر و توضیح احادیث نبوی کی روشنی میں کی جاتی ہے اور یہ ساتھ ہی ساتھ

تصوّف کی چاشنی بھی موجود ہے۔ بزرگانِ دین اور اولیائے عظام کے تذکرے خلقِ خدا کے لئے راہِ عمل کی نشاندہی کا بہت مؤثر ذریعہ ہیں۔ اصلاحِ معاشرہ اور نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو مجولہ بالا بے راہ روی سے ہٹا کر دین کی طرف مائل کرنا، اصلی اور نقلی اسلام میں تمیز، اہل اللہ حضرات سے عقیدت ادب اور اطاعت کے تعلق جوڑ کر فیض حاصل کرنے کی ترغیب، دین حقہ کی لوجہ اللہ اور اخلاص کے ساتھ خدمت، نفاق بین المسلمین سے تنفر اور باہمی محبت و مودّت کی تحریص اس درسِ مقدس کے چند خصوصی عنوانات ہیں۔

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب ایک درویش صفت عالم اور نہایت ہر دلعزیز بزرگ ہیں۔ آپ کو دورِ حاضر کی نئی پود کے ساتھ ساتھ عوامی معاشرہ کو سمجھنے کا خاصہ موقع ملا ہے۔ اور آپ کے درس میں اکثر ہر دو کی اصلاح و ہدایت کا پیغام زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو حسنِ قبول سے نوازیں، اس درسِ قرآن کے سلسلہ کو اسی طرح قائم و دائم رکھیں۔ اور اس کو قاضی صاحب موصوف، نیز سامعین و قارئین و منتظمینِ درس کی نجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین

خادمِ قرآن
محمد عثمان غنی بی اے
۱۹E/۱۰۰ واہ کینٹ

۲۵ جولائی ۱۹۶۷ء

کلماتِ دعا و برکت

(از مخدوم مکرم حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی، امیر انجمن خدام الدین لاہور)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اپنے خاص فضل و کرم سے واہ کینٹ کے مخلص احباب کو قرآن حکیم کے درس و اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائی۔ اب جبکہ یہ تیسرا مجموعۂ درس کلامِ پاک زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوا چاہتا ہے میں اس خاص موقع پر اپنے مشفق و مہربان اور گرامی قدر بزرگ حضرت علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ العالیہ کا بطورِ خاص ممنون ہوں اور انہیں اس سعادت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں، نیز اس خاص موقع پر احبابِ واہ کینٹ کو بالعموم اور برادرِ گرامی جناب محمد عثمان غنی صاحب کو بالخصوص بصمیم قلب ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں جن کی کوششوں اور ذہنی کاوشوں کے صدقے قرآنِ حکیم کی یہ صدا جہانگیر عالم میں پہنچ رہی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو جن پر خدمتِ قرآن اور اس پر عمل کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اسی طرح خدمتِ دین کی توفیق نصیب فرمائے۔ یا اِلٰہَ العالمین آمین

(دستخط حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی)

شیرانوالہ دروازہ۔ لاہور

مورخہ ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۷ھ
مطابق ۲۷ جولائی سنہ ۱۹۶۷ء

پہلا درسِ قرآن مجید

منعقدہ شعبان ۸۵ھ — نومبر ۱۹۶۶ء

اِس درس میں مندرجہ ذیل تفسیری اور علمی فوائد ہیں۔

۱۔ پہلی قوموں پر دنیا میں بھی عذاب آیا۔

۲۔ حضرت مولانا محمد الیاس اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما کی دینی اور علمی بصیرت

۳۔ تصوف کی اصطلاح فضل کا مفہوم

۴۔ جنت کی خوشبو سے محروم رہنے والوں کی فہرست

۵۔ والدین کی اطاعت ماں کا مقام اسلام میں

۶۔ مدینہ منورہ میں مرنے والا خوش قسمت ہے حضرت عمر فاروق کی دعا کی تشریح

۷۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا احترام مدینہ منورہ

۸۔ آتش بازی کی مذمت اور قباحت

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرماویں

سورۃ الاعراف

پارہ ۸ —— رکوع ۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

الٓمّٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ لا فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ج فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ط قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ ع

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ط

میرے محترم بھائیو، دوستو! اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کے فضل و

کرم سے آج ہم پھر قرآن مجید کے سُننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہُوئے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس مجلس کی جو رُوحانی برکات ہیں اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی عطا فرمائے ۔

جیسا کہ پہلے فیصلہ کیا گیا تھا کہ قرآن مجید کی ہر بڑی سورت کا پہلا رکوع اپنے ناقص علم کے مطابق آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اور اس کی تفصیل اور تشریح میں جو کچھ اللہ نے سکھایا وُہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ سورت انعام ختم ہو چکی ہے۔ اس اعتبار سے آج سورت الاعراف کا پہلا رکوع پڑھا گیا۔

میرے دوستو اور میرے بزرگو! قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے وَنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (ہم نے قرآن مجید کو پُوری ترتیب کے ساتھ اتارا ہے) یعنی قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ ہمارے عقیدے کے مطابق تو ہم ناقص العقل بندوں کی جو باتیں ہوتی ہیں ان میں بھی ربط اور مناسبت ہوتی ہے تو اللہ تعالےٰ کے کلام میں یقیناً ربط اور مناسبت ہے۔ ہر آیت کے درمیان ربط ہے بلکہ آیت کے ہر ہر لفظ کے درمیان ربط ہے۔ لفظ جو ہوتا ہے اس میں بھی ربط ہے سُورتوں کے درمیان ربط اور جوڑ و مناسبت ہے تو پہلی جو سورت الانعام ختم ہو چکی ہے۔ اس میں اور سُورت الاعراف میں ربط اور مناسبت کو پہلے سمجھ لیا جائے ۔

میرے بھائیو! سُورت الانعام کے آخر میں رب العالمین نے دو باتیں ارشاد فرائی ہیں اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اے میرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان دُنیا والوں کے سامنے میری دو صفتوں کو بیان کر دیجئے۔ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ بے شک تیرا رب جلد بازی سے

عذاب دینے پر قادر ہے۔ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اور بے شک تیرا رب بخشنے والا بھی ہے اور مہربان بھی ہے۔ ان دو صفتوں کے بیان کرنے کا سورت الانعام کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا۔ میں پہلے بھی کسی درس میں عرض کر چکا ہوں۔ عِقَابٌ عَقَب سے مشتق ہے۔ عَقِبٌ کہتے ہیں ایڑی کو جس طرح انسان کی ایڑی انسان کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ انسان جہاں جائیگا ایڑی تو پیچھے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ ایڑی انسان کے پاؤں سے جُدا نہیں ہو سکتی تو عِقَابٌ تفسیر کی اصطلاح میں اس عذاب کو کہا جاتا ہے جو دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس کی نافرمانی پر دیتا ہے۔ "غذاب" میں اور "عقاب" میں فرق ہے عذاب کا لفظ عام ہے۔ دنیا میں عذاب دے، اسے بھی عذاب کہا جا سکتا ہے قیامت کا جو عذاب ہے اسے بھی عذاب کہہ سکتے ہیں۔ قبر کا جو عذاب ہے اسے بھی عذاب کہہ سکتے ہیں۔ لیکن عقاب کا لفظ قرآن مجید کی اصطلاح میں، علمائے تفسیر کے نزدیک زیادہ تر ان عذابوں پر بولا جاتا ہے جو دنیا میں کسی قوم پر آئے

چونکہ سورت الانعام بھی مکی تھی، سورت الاعراف بھی مکی ہے تو اللہ تعالیٰ مکے والوں کو خطاب فرماتے ہیں۔ کہ اے مکے والو! تم یوں مت سمجھو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے دست و پا ہیں۔ حضور کے پاس کوئی طاقت نہیں، آج حضور کا نام لینے والا کوئی نہیں۔ یہ کیا ہمارا بگاڑ سکیں گے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بات پیش کر رہے ہیں۔ وہ اللہ سریع العقاب ہے۔ بہت سخت اور بڑی سزا دینے والا ہے۔ وہ [illegible] چاہے تو سزا دے سکتا ہے۔ انسانوں [illegible] سے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے [illegible]۔

آپ غور فرمایئے اسی سورتِ مقدسہ میں (سورت الاعراف میں) حضرتِ نوحؑ علیہ السلام سے لے کر موسیٰ علیہ السلام تک سب قوموں کے اجمالی حالات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے۔ ہمارے جو روحانی علماء ہیں (حقیقت میں "علماء" تو وہی تھے ہی روحانی ہیں جن کو علم کا بو سر پتہ ہو (؟) عالم ہو سکتا ہے۔ باقی ہم لوگ تو بھائی ناقل ہیں باتوں کو نقل کر دیتے ہیں۔ اللہ ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے) تو انہوں نے اس پر بحث کی ہے۔ کہ آپ دیکھ لیجئے حضرتِ نوحؑ علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک دنیا میں کتنی طاقتیں پیدا ہوئیں۔ کتنے ضابطے پیدا ہوئے۔ کتنے نظریے پیدا ہوئے۔ لیکن ہر نظریے نے جب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ٹکر لی۔ تو وہ دنیا ہی میں پاش پاش کر دیئے گئے۔ قیامت کا عذاب تو باقی ہے۔ (سَرِیْعُ الْعِقَابِ کے متعلق عرض کر رہا ہوں) سَرِیْعُ الْعِقَابِ۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی جلدی عذاب دینے پر قادر ہے۔ بلکہ دیتے ہیں۔ وہاں دیر نہیں لگتی۔

پھر سے دوستو! دیکھیئے۔ نوحؑ علیہ السلام کے زمانے میں کیا تھا۔ بعض اولیائے کرام کے کہنے کے مطابق (میں ان ہی کی بات کر رہا ہوں) نوح علیہ السلام کی قوم کو اس پر گھمنڈ تھا۔ کہ نوحؑ کیا ہے۔ یہ تو ایک معمولی سا آدمی ہے۔ اور یہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ حقیر قسم کے لوگ ہیں۔ یہ ہمارا کیا مقابلہ کر سکتا ہے؟ ہم اکثریت میں ہیں۔ ہمارے پاس بڑی طاقت ہے۔ ساری قوم ہمارے ساتھ ہے۔ (قرآن مجید میں آتا ہے کہ نوح علیہ السلام پر صرف چند آدمی ایمان لائے تھے۔ لیکن قرآن ہی کی شہادت سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان پر میرا عذاب دنیا میں آیا۔ قیامت کا عذاب باقی ہے۔ قرآن شہادت دیتا ہے کہ جب میرا عذاب دنیا میں

آیا تو میں نے ساری کی ساری قوم نوح کو غرق نہیں کیا بلکہ اس وقت کی ساری کی ساری کائنات انسانی کو عذاب کی لپیٹ میں دے دیا) سَرِیْعُ الْعِقَابِ ہوا یا نہ ہوا۔ تو دیکھئے قوم عاد۔ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ط قوم عاد جو تھی یہ بہت بڑی صناع تھی۔ بہت بڑی کاریگر تھی۔ بڑی عقل و دانش والی بنتی تھی۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ۝ وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں پہاڑوں کو تراشنے والے۔ بڑے کاریگر۔ عقل و دانش کے مالک، لیکن جب میرے دونوں نبیوں حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود میں مبعوث ہوئے۔ حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد میں مبعوث ہوئے۔ ان دونوں قوموں نے اپنے نبیوں کی مخالفت کی تو قرآن ہی کو دیکھ لیں (سورت الحاقہ پڑھیں) اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں آج دنیا میں ان کی نسل کا ایک انسان بھی باقی نہیں۔ ایسا میں نے دونوں قوموں کو عذاب کی لپیٹ میں دیا۔ کہ قوموں کی قومیں مٹ گئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ ہوا فرعون کا۔ وہ فرعون جس کا یہ نعرہ تھا۔ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ میں سب سے اونچا تمہارا رب ہوں۔ تمہارا پالنے والا ہوں اور موسیٰ علیہ السلام سے بھی کہا۔ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ۝ اے موسیٰ اگر میرے سوا کسی اور کو خدا بنایا تو تجھے میں جیل میں ڈال دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ اللہ کی بات اس کے سامنے پیش کی۔ آپؑ کے پاس طاقت نہیں تھی۔ (مادی طاقت نہیں تھی روحانی طاقت تو تھی) اللہ تعالےٰ نے حکم دیا اے موسیٰ! میں اس بات پر بھی قادر ہوں کہ میں

بلا کسی سامان کے کسی کا بیڑا غرق کر دوں۔ اس لئے تم دریا کو پار کرو۔ (بحیرہ قلزم کو) تم دیکھو گے کہ میں فرعون کا بیڑا غرق کر دونگا۔ قرآن مجید میں پھر موجود ہے کہ فرعون کا بیڑا غرق ہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کامیاب ہو گئے۔

تو فرمایا کہ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ۔ اے میرے حبیب! تیرا رب سریع العقاب ہے۔ دنیا میں جس کو سزا دینا چاہے، سزا دینے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ میرے ہاں اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ط بس حکم ہو تو بات ہو جاتی ہے۔ یہ منصوبے بنانا، تجویزیں بنانا، یہ تو بھائی ہمارا کام ہے۔ ہم ناقص ہیں۔ رب العالمین تو خالق ہیں۔ مالک ہیں۔ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ط ہیں۔ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہیں۔ تو سورۃ الانعام کے آخر میں (میں یہ ربط بیان کر رہا تھا لفظی طور پر) اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفتوں کو بیان فرمایا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اے میرے حبیبؐ ان سے کہہ دیجئے۔ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ بے شک تیرا رب دنیا میں بھی جلدی عذاب دینے پر قادر ہے وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور جس میں عملی کمزوریاں ہوں۔ عقیدے کا ٹھیک ہو اس کی عملی کمزوریوں کو میں معاف کرتا ہوں۔ میں بخشنے والا ہوں۔ مجھے کوئی اپنے بندوں کے ساتھ ضد نہیں۔ آخر بندوں کو میں نے ہی تو بنایا ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ ان میں کتنی کمزوریاں ہیں۔ لیکن وہ کمزور انسان جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرے میرے سامنے اپنے گناہوں کو بخشوانے کی کوشش کرے تو میں سب کے گناہوں کو بخش دیتا ہوں۔ لیکن اگر میرے مقابلے میں آجائے تو میں سریع العقاب بھی ہوں۔ تو یہ مناسبت ہے میرے بزرگو! سورۃ الانعام کے آخری حصے میں اور سورت

الاعراف کے مضمونوں میں۔

سورت الاعراف مکی ہے۔ ہجرت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی الاعراف عُرف سے مشتق ہے۔ ع۔ ر۔ ف کا مادہ جس کلمے میں ہو اس کا معنیٰ ہوتا ہے عظمت۔ بلندی۔ الاعراف ہماری اصطلاح میں قرآن مجید کے الفاظ میں ایک مقام کا نام ہے۔ جو ایک دیوار ہے جنت اور دوزخ کے درمیان۔ سورت الانعام کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ تمہارا لوٹنا پھر اللہ ہی کی طرف ہوگا۔ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۝ تمہیں اللہ بتا دے گا دُنیا میں جن باتوں میں تم نے اختلاف کیا۔ آج تم کہتے ہو جنت کہاں ہے؟ آج تم کہتے ہو دوزخ کہاں ہے؟ آج تم کہتے ہو عالم آخرت کہاں ہے؟ آج تم ان پر دلیلیں مانگتے ہو۔ حالانکہ تمہارا ایمان تو ایمان بالغیب ہونا چاہیے تھا۔ جو کچھ قرآن مجید نے بیان کیا تم اس کو مان لیتے۔ کیونکہ تمہارا علم ناقص اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق بڑی وسیع۔ انسان تو میرے بزرگو جب مرنے لگے۔ سارے علوم و فنون حاصل بھی کرلے تب بھی اس کا علم ناقص ہی رہتا ہے۔ انسان کا علم تو جہل کی دلیل ہے۔ جو بات کل معلوم نہ تھی آج معلوم ہوگئی۔ تو ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہمارا ایمان ایمان بالغیب ہو۔ جیسے کہ ہمارے تبلیغی بھائی کبھی یوں مثال دیتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ان بھائیوں کی محنتوں کو بار آور کرے) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بہت بڑا ایک عجیب طریقے پہ احسان فرمایا۔ کہ اس ایک مردِ فقیر کی تجویز کو اللہ تعالیٰ نے ایسا قبول فرمایا کہ آج میرے بزرگو ساری دُنیا میں دین کی تبلیغ کرنے والے یہی تبلیغی جماعت والے دوست ہیں۔ اپنے بستروں کو سروں پہ اٹھائے پھرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہم تو اپنے

اکابر کے اخلاص، ان کی دربارِ الٰہی میں مقبولیت کی نشانیاں چپّے چپّے پر محسوس کرتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ (میں نے ان کی زیارت کی ہے جب میں سہارنپور میں پڑھتا تھا) بالکل پتلے دُبلے اور پست قد کے آدمی تھے سادہ قسم کے انسان تھے لیکن دل میں اللہ تعالےٰ کے دین کا درد تھا۔ ایک تجویز کھڑی کر دی اور اس پر پھر اپنی زندگی کو لگا یا۔ آج ساری دنیا میں دیکھیے اللہ کا دین پھیلانے والے یہی تبلیغی جماعت کے مخلص دوست ہیں۔ اللہ ان کی محنتوں کو بار آور فرمائے اور اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی ان کے ساتھ مل کر دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیے۔ میرے بزرگو! یاد رکھیے سوائے محنت کے، اللہ تعالےٰ کے ساتھ روحانی لگاؤ کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ہمارا تعلق اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ نہ ہوگا اُس وقت تک میرے عزیزو اور بزرگو! ہم کسی بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ جو علماءِ حق (اللہ تعالیٰ سب کو علمائے حق کی اتباع نصیب فرمائے) دنیا میں چمکے۔ ذرا ان کی تاریخ دیکھیے وہ علم کے زور سے چمکے؟ علم کیا ہے؟ وہ تو مولانا روم فرماتے ہیں ؎

علم را برتن زنی مارے بود
علم را برجان زنی یارے بود

علم پیٹ کے لئے کمایا تو یہ سانپ ہے پیسے کمائے گا۔ ظاہری طور پر زیب و زینت حاصل ہو جائے گی۔ سانپ کا چمڑا بڑا مزیّن ہوتا ہے۔ سانپ کی جو کھال ہوتی ہے وہ بڑی خوبصورت ہوتی ہے۔ اس پر بیل بوٹے ہوتے ہیں لیکن اندر سے

وہ ایسا زہریلا ہے کہ جسے ڈس جائے وہ بچتا ہی نہیں۔ تو فرمایا اگر تونے علم کو اپنے بدن کے لئے حاصل کیا۔ تاکہ مجھے مادی آسائشیں حاصل ہوں۔ میرے جسم کے تقاضے پورے ہوں مجھے خوشی اور مسرت حاصل ہو۔ مجھے عزت حاصل ہو۔ لوگوں میں میرا نام اور میرا چرچا ہو۔ اپنے نام کو بلند کرتا پھرتا ہے میرے نام کی پروا نہیں کرتا تو یاد رکھ تیرا علم تیرے لئے مار منقش ہے۔ سانپ ہے۔ اگر تونے علم کے ساتھ اپنے دل کو منور کیا، یادِ الہٰی کے ساتھ منور کیا۔ اپنے دل میں میرے ذکر کو جگہ دی۔ تو پھر یہ تیرا علم تیرے لئے معاون ہے۔

تو علماء میں سے وہی لوگ چمکے ہیں جنہوں نے کسی اللہ کے بندے کے ساتھ اپنا ربط اور تعلق پیدا کیا۔ آپ دیکھ لیجئے میں چند نام آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ آپ جانتے ہی ہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور اس دورِ آخر کے ہمارے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ ان کی زندگیوں کو پڑھیں آپ کو معلوم ہوگا کہ دنیا میں ان کے چمکنے کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے علم ظاہری میں کچھ تھوڑی سی محنت کی لیکن اپنے وجود کو، اپنے آزاموں کو اللہ تعالےٰ کے ذکر میں اس طرح کھو دیا۔ کہ آج دنیا میں ان کے نام سے کتنے کتنے گمراہ راہِ راست پا رہے ہیں۔ حالانکہ ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جن سے یہ سارا فیض نکلا۔ حضرت تھانوی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید ہیں، حضرت قطب الارشاد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید ہیں۔ حالانکہ حضرت حاجی امداد اللہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے بزرگو" کافیہ" تک کتابیں پڑھی تھیں۔ یعنی علوم ظاہریہ میں بہت تھوڑا نصاب آپ نے پڑھا تھا اور وہ لکھتے ہیں ایک مقام پر، حضرت گنگوہی کو جو برصغیر کے ایک بہت بڑے محدث تھے اور بہت بڑے اللہ کے ولی تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بہت انعامات سے نوازا تھا۔ آخر عمر میں آپ کی نظر نہیں رہی تھی لیکن باطنی بصیرت کا یہ حال تھا۔ ایک مقام پر آپ لکھتے ہیں۔ (یہ باتیں میری اور آپ کی مجلس کی باتیں ہیں۔ ہماری ذاتی مجلس ہے کوئی انہیں تسلیم نہ کرے تو نہ کرے ہم کسی پر زور نہیں ڈالتے۔ ہمارا یقین ہے کہ ہمارے اکابر کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ کتاب و سنت کی روشنی میں ہوتی ہے اس لئے ہم توان کو صحیح سمجھتے ہیں) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے (مجھے اب مدت یاد نہیں کہ کتنی مدت کے لئے لکھا) کہ اتنے زمانے تک میرے منہ سے جو بات نکلتی تھی میں اپنے شیخ سے پوچھ لیا کرتا تھا۔ ان کی مرضی کے بغیر بات نہیں کرتا تھا۔ پھر کچھ زمانہ میری یہ کیفیت ہو گئی تھی۔ کہ میرے منہ سے جو بات نکلتی وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہوتی تھی۔۔۔۔" (پھر آگے کہنا آپ نے بند کیا۔ واللہ اعلم آپ کیا کہنا چاہتے تھے) تو یہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہریہ میں بہت بڑے کامل، محدث تھے اور حافظہ اتنا تیز تھا۔ اللہ نے نور بصیرت وہ عطا کیا۔ میں بات یہ عرض کر رہا تھا کہ آخر زمانے میں جب آپ کی بصارت چلی گئی، تو نور بصیرت کا یہ حال تھا کہ ایک دن کوئی مسئلہ پیش آیا۔ تلاش کرتے رہے تمام دوست، بیٹھنے والے، مسئلہ نہ نکل سکا۔ تو آپ نے فرمایا کہ "شامی" کی فلاں جلد نکالو۔ اس کے فلاں صفحے پر فلاں سطر کو پڑھو۔ واقعی پڑھا تو وہی بات لکھی ہوئی تھی۔ جو بات آپ نے فرمائی وہ لکھی ہوئی تھی۔ یعنی حافظہ اتنا

قوی تعالیٰ نظر عنی جاتے با وجود تربیت یہ وہی کام لیا کرتے تھے ان کے شیخ نے فرمایا

ایک مقام پر کہ فضل یہ ہوتا ہے کہ مرید شیخ کو ساتھ لے چلے۔ یعنی مرید پیر کو آگے لے جائے۔ تم میرے مرید ہو لیکن اللہ نے تم کو یہ فضل عطا کیا کہ تم مجھے بھی آگے لے جانے والے ہو۔ حالانکہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف چند کتابیں ظاہری پڑھی تھیں۔ مولانا تھانوی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ یہ سارے کے سارے بزرگ آپ کے خلفاء میں سے ہیں۔ اور اللہ نے وہ نور بصیرت عطا فرمایا تھا کہ ہمارے اس علاقے کے ایک بہت بڑے ولی، اللہ تعالیٰ کے علوم ظاہریہ اور باطنیہ کے ماہر پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ اپنی کتاب میں کہ "جب میں بیت اللہ شریف گیا۔ تو حاجی امداد اللہ صاحب کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ تو (لمبی بات ہے چھوٹی کر رہا ہوں) (ایک کشف آپ کا نقل فرمایا) پیر صاحب فرماتے ہیں "صاحب کشف صحیح بودند" (حضرت پیر صاحب کی شہادت ہے کہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف صحیح تھے۔ جو بات وہ کہتے تھے آنے والی کشف کی، وہ کشف صحیح نکلتا تھا اللہ تعالیٰ کے اذن سے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے)

یہ اپنی محنتیں ہوتی ہیں بھائی۔ یہ علوم ہیں۔ ان کا غیب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ۔ علم غیب اور چیز ہے۔ یہ محنت ہوتی ہے۔ اللہ کے ذکر کے ساتھ انسان کا سینہ منور ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ چاہے تو انکشاف ہو سکتا ہے۔ اس میں استبعاد کی کوئی بات نہیں۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ہمارے تبلیغی دوست اللہ کے دین کا قریہ قریہ پہنچ کر پرچار کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر چل پڑا۔ ان نیک لوگوں کے ذکر سے بھائی برکتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور ہمارے تو یہی نیک لوگ رہنما ہیں۔ دیکھئے یوسف علیہ السلام کی دعا کیا ہے؟ یوسف علیہ السلام جب دنیا سے جانے لگے تو کیا عرض کی؟ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿ (سورہ یوسف میں دیکھ لیجئے) فرمایا (دعا کی) رَبِّ۔ اے میرے رب۔ اے میرے پالنے والے۔ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ تو نے مجھے حکومت کا ایک بڑا حصہ دیا۔ تو نے مجھے مصر کا بادشاہ بنایا۔ اس یوسف کو جسے بھائیوں نے کنوئیں میں گرا دیا تھا، (موت کے لئے) آج وہ مصر کا بادشاہ ہے۔ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ اے اللہ تو نے مجھے ملک مصر کا بادشاہ بنایا وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ اور مجھے خوابوں کی تعبیریں بتائیں۔ وہ علم جس کا علوم ظاہری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ خواب کوئی دیکھتا ہے تعبیریں بتلا دیتا ہوں تیری کتنی مجھ پر مہربانی ہے آگے عرض کی کہ اے اللہ! فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ یا مولا تو نے کے آسمانوں اور زمینوں کے بنانے والے خدا! اب میری تجھ سے ایک ہی درخواست ہے تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا جب تو مجھے دنیا سے لے جائے تو مجھے اپنا فرمانبردار اور مطیع رکھتے ہوئے لے جانا۔ وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿ اور اگلے جہان میں بھی مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملا جو نیک بخت ہیں۔ صحبت کا وہاں بھی، اگلے جہان میں بھی سوال ہے۔ دنیا کی

صحبت تو ہے ہی ۔ نبی ہیں خود۔ یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ وہ بھی نبی ہیں یعقوب علیہ السلام اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں وہ بھی نبی ہیں۔ اسحاق علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ وہ بھی نبی ہیں۔ نبی زادہ، نبی کا بیٹا، نبی کا پوتا۔ نبی کا پڑپوتا۔ دُنیا سے جاتے ہوئے کیا دُعا کر رہا ہے؟ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ط اے اللہ اگلے جہان میں جو تیرے نیکوکار بندے پہنچ چکے ہیں۔ مجھے بھی ان نیک بختوں کے ساتھ ملا دے۔

تو شرفِ صحبت بہت بڑا شرف ہے۔ میرے بزرگو! اس لئے میں کبھی کبھی اولیاء اللہ کے حالات بیان کرتا رہتا ہوں۔ یہ درسِ قرآن ہے۔ ہمیں قرآن کس نے سکھایا۔؟ انہوں نے ہی سکھایا۔ ہم اگر ان کے قریب نہ ہوتے تو ہمیں قرآن آتا؟ ہم قرآن کے قریب ہوتے؟ اللہ تعالیٰ آپ بھائیوں کی محنتوں کو قبول فرمائے۔ آپ بھائی سارے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ آخری اتوار کے دِن۔ کیوں؟ اللہ کے نیک بندوں نے یہ آپ کو سکھایا۔ آپ کو اللہ کے نیک بندوں پر اعتماد ہوا۔ اللہ کے نیک بندوں کی مجلسوں میں آپ بیٹھے۔ ان ہمارے بھائیوں نے یہ سارا اہتمام کیا آج تیسرا سال الحمد للہ شروع ہے یہ ان کا کمال نہیں ہے۔ ان کے شیخوں کا کمال ہے۔ جنہوں نے ان کو نورِ ایمان سے نوازا اور ان کے دِلوں میں قرآنی بصیرت کو راسخ کیا۔ اللہ مجھے بھی آپ کو بھی اپنے مشائخ کے طرزِ عمل پر زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی دوستوں کا واقعہ عرض کر رہا تھا۔ وہ لوگ ہمیشہ جب تقریر کرتے ہیں تو ان کی یہی کوشش ہوتی ہے۔ کہ ہماری جو نظریں مادی دنیا پر لگی ہیں ان کو ہٹا کر روحانی دنیا پر لگا دیں۔ اور روحانی زندگی

تب حاصل ہو سکتی ہے۔ جب ایمان بالغیب ہو۔ تو ہمارے ایک تبلیغی دوست نے ایک مثال دی مجھے بہت پسند آئی۔ اور یہ مثال ویسے بھی روحانی علماء نے لکھی ہے پہلی کتابوں میں موجود ہے۔ تو بھائی آج اگر اس سائنس کی دنیا میں ایک ایسا آلہ ایجاد ہو جائے کہ جو بچہ ابھی پیدا نہیں ہوا، چند دنوں بعد پیدا ہونے والا ہے ہم اس کو بذریعہ ٹیلیفون یہ اطلاع کر دیں کہ اے بچے! تو جس زندگی میں رہ رہا ہے یہ تیرا تنگ مکان ہے، تھوڑے زمانے کے بعد تو ایسی زندگی میں آجائے گا جہاں بڑی سڑکیں ہیں۔ جہاں بڑی پارکیں ہیں۔ جہاں ایک سورج ہے، ایک چاند ہے، پانی کے دریا ہیں۔ سمندر ہیں۔ پہاڑ ہیں کارخانے ہیں۔ ملیں ہیں۔ اور بہت کچھ ہے۔ تو وہ یہ کہے گا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ غلط کہتے ہو۔ اس جہان کے سوا کوئی اور جہان بھی ہے؟ لیکن جس بچے نے کہنے والے کی بات کو تسلیم کر لیا وہ خود آکر دیکھ لیگا۔ واقعی بات ٹھیک تھی۔ اور جس نے تسلیم نہ کیا۔ اسے دستِ افسوس ملنا پڑیگا کہ کاش میں اس کی بات کو مان لیتا۔ بالکل اسی طرح ہماری یہ زندگی جو ہے (دنیا دی زندگی) یہ ایک اعتبار سے ماں کے رحم میں ہم ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ یہاں سے ہم چلے جائیں گے۔ اور دوسری زندگی ہوگی، جو اس سے بڑی وسیع زندگی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی بات کو مانا۔ اور اس زندگی کے لئے محنت کی۔ اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی باتوں کو جھٹلایا۔ اور اس زندگی کے لئے محنتیں نہیں کیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس زندگی کے لئے محنت کرنے والا بنالے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ دیکھئے پہلے جو سورت گذر چکی ہے۔ سورۃ الانعام اس کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "تم سب نے پھر اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

تو اللہ تمہیں بتا دیں گے جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے۔ کوئی کہتا تھا قیامت ہے کوئی کہتا تھا قیامت نہیں ہے۔ کوئی کہتا تھا جنت ہے، کوئی کہتا تھا جنت نہیں ہے کوئی کہتا تھا دوزخ ہے کوئی کہتا تھا دوزخ نہیں ہے۔ تمہارے اس اختلاف کی تمہیں خبر ہو جائے گی۔ تھوڑی سی دیر ہے یہ نشہ ہرن ہو جائے گا۔ ؎

فَسَوْفَ تَرَىٰ اِذَا انْكَشَفَ الْغُبَارُ ۔۔۔ اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ اَمْ حِمَارٌ

فرمایا۔ جب یہ پردہ ہٹ جائے گا (غبار) تو پتہ چل جائے گا کہ تو گھوڑے پر سوار تھا۔ یا گدھے پہ سوار تھا۔ تھوڑی سی دیر ہے یہ نشہ ہوا ہو جائے گا۔ کوئی بھی کام نہیں آئیگا۔ اس وقت تیری نیکیاں تجھے کام آئیں گی۔ اگر تو نے اللہ کی باتوں پر یقین کیا۔ تو دیکھ لے موت کے وقت اللہ کے فرشتے تیرا استقبال کریں گے۔ روحانی بزرگوں کی روح تیرے سامنے آ کر تیرا استقبال کریں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے (یہ میں نے "الفرقان" کے مجدد نمبر میں پڑھا تھا) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ جب ان کا وصال ہو رہا تھا۔ تو آپ فرماتے ہیں ہٹ جائیے میں دیکھ رہا ہوں۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت مجھ پر بڑی مہربانی کر رہی ہے۔ یہ بات انہوں نے کہی ہے۔

جس زمانے میں، میں دیوبند پڑھتا تھا مولانا شبیر حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا تو ان کے متعلق ایک بات مشہور ہوئی مولانا شبیر حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو تھے وہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت تھانوی اس وقت کلکتہ گئے ہوئے تھے جب مولانا شبیر حسن صاحب کا وصال ہوا۔ تو انہوں نے اپنی موت کے وقت فرمایا کہ "آگے سے ہٹ جائیے

میرے شیخ تشریف لا رہے ہیں " چنانچہ تھوڑی دیر بعد آپ کا وصال ہو گیا۔
تو اللہ کے نزدیک بندوں کی روحانیت بھائی اس وقت بھی کام آتی ہے۔ زندگی
میں بھی رہنمائی فرماتے ہیں (اگر اللہ تعالےٰ چاہے) اور موت کے وقت بھی کام
آتی ہے۔ قبر میں بھی کام آتی ہے اور قیامت میں بھی انشاء اللہ کام آئے گی۔ اللہ
تعالےٰ ہمیں نیکوں کا ساتھ نصیب فرمائیے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بُروں سے بچائے۔

تو یہاں پر بھی فرمایا ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ (تو نے پھر اپنے رب کی
طرف آنا ہے) پھر تجھے پتہ چل جائے گا جن باتوں میں تو اختلاف کر رہا ہے۔ تو سورت
اعراف میں میرے بزرگو! اگلے جہان کا کچھ تھوڑا سا حال بیان فرما دیا۔ اس لیے
مناسبت میں عرض کر رہا ہوں۔ سورت اعراف کی سورت الانعام کے ساتھ ایک مناسبت
یہ بھی ہے۔ قیامت کے تین حصے ہیں۔ قیامت کی زندگی۔ قیامت کا جو میدان ہے میرے
بزرگو! اس جہان کا جو جغرافیہ ہے، وہ قرآن نے سورت اعراف میں بیان کیا۔ کہ اس
جہان کا جغرافیہ یہ ہے کہ ایک حصہ ہے جنت کا، ایک حصہ ہے دوزخ کا۔
وَبَيْنَهُمَا أَعْرَافٌ اور جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حصہ ہے جس کا نام ہے
اعراف۔ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ۔ اعراف اونچی ہو گی۔ اعراف والوں کی نظر
دونوں طرف جائے گی۔ جنت، کبھی وہ دیکھیں گے دوزخ کو بھی وہ دیکھیں گے۔ آواز
پھیل جائے گی۔ یہ چھپاؤ کم ہو جائے گا۔ مادیت کم ہو جائے گی۔ اب تو میری آواز
چند گزوں تک جاتی ہے پھر جنت میں (اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی لے جائے)
کئی کئی میلوں اور کوسوں تک ہماری آواز جائے گی۔ اور جہنم سے اللہ تعالےٰ سب
حاضرین کو بچائے۔ اللہ سب مسلمانوں کو بچائے۔ اعراف ایک حصہ ہو گا جنت کا۔ اس کے بعد جنت

کہیں گے۔ ایک حصہ ہے جسے جہنم کہیں گے۔ اور جنت اور جہنم کے درمیان ایک جگہ ہے جس کا نام ہے اعراف۔ چونکہ وُہ اونچی ہوگی تاکہ وہ جنّتیوں کو بھی دیکھ لیں۔ اور جہنّمیوں کو بھی دیکھ لیں تو اس مناسبت سے اس کا نام اعراف ہے۔ اور اعراف پر کون ہوں گے؟ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ کُلًّا ۢ بِسِیْمٰهُمْ اعراف پر ایسے لوگ ہوں گے (یہ ہے تو لفظ رجال کا، رجال جمع ہے رجل کی، رجل کے معنی مرد، لیکن یہاں پر مراد مرد اور عورت دونوں ہیں) جو جنت میں بھی نہیں جا سکیں گے، جہنم میں بھی نہیں جا سکیں گے۔ وُہ جنتیوں کو بھی دیکھیں گے، وُہ دوزخیوں کو بھی دیکھیں گے۔ اُن کے اعمال ایسے ہوں گے کہ جہنم میں وہ نہیں جائیں گے۔ لیکن اعمال ایسے بھی نہیں ہوں گے کہ جنت میں جائیں۔ تو وُہ درمیان میں ہوں گے نہ جنت میں نہ دوزخ میں۔ وُہ کون لوگ ہوں گے؟ اس پر علمائے اسلام نے بڑی لمبی بحث کی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ منافق ہوں گے۔ لیکن یہ بات ذرا زیادہ مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ بعض علمائے تفسیر نے حدیثیں نقل فرمائیں کہ جس وقت اعراف والے جنتیوں کو دیکھیں گے وَهُمْ یَطْمَعُوْنَ ٥ خواہش کریں گے کہ اللہ! ہمیں بھی ان کے ساتھ ملا دے تو اللہ تعالےٰ اُن کی یہ دُعا قبول فرمالیں گے اور انجام کار ان کو جنت میں بھیج دیں گے۔ لیکن جو منافق اعتقادی ہیں اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ط منافقین اعتقادی، جنہوں نے عقیدہ رکھا ہے اسلام کے خلاف اور زبان سے اسلام کی باتیں کرتے رہے (عقیدہ نہ عمل نہیں) منافقین اعتقادی جہنم میں جائیں گے ۔۔۔ اب وہ کون سے لوگ ہیں؟ اس لیے میرے بزرگو! بعض علمائے تفسیر نے یہ فرمایا کہ اعراف پر وُہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہو جائیں گی۔

نیکیاں بھی ٹھیک، بدیاں بھی ٹھیک۔ اب کسی میں ترجیح نہیں۔ برائیاں زیادہ ہوں تو جہنم میں
جائیں۔ نیکیاں زیادہ ہوں تو جنت میں جائیں۔ دونوں برابر ہیں تو اس لئے جب وُہ یہ
خواہش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو انجام کار قبول فرما کر ان کو جنت میں
بھیج دیں گے۔ ایک تو یہ قول ہے۔ اور ایک یہ قول ہے۔ کہ میرے بزرگو! علامہ قرطبی
وغیرہ نے نقل فرمایا ہے کہ اعراف میں وہ لوگ ہوں گے، وہ مرد و زن ہوں گے وہ مرد
اور عورتیں ہوں گی جنہوں نے دنیا میں بڑی نیکیاں کی ہوں گی، ساری نیکیاں کی ہونگی
جنت کے مستحق ہوں گے اس اعتبار سے۔ لیکن ماں باپ ان سے ناراض ہوں گے۔ اللہ
ان کو جنت میں نہیں لے جائے گا اعراف پر وُہ لوگ ہوں گے (بات سمجھ آتی ہے)
فرمایا ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کیا ہوگا۔ مجاہد ہوں گے۔
اپنی جانوں کے پُرزے اُڑا دیئے ہوں گے میدانِ جنگ میں۔ لیکن ماں باپ ناراض
ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جہنم میں تو نہیں بھیجیں گے کیونکہ نیکیاں کی ہیں۔ لیکن جنت سے
بھی محروم رکھیں گے کہ ماں باپ ناراض ہیں۔ اس کی تقویت ہوتی ہے اس حدیث سے۔
امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بعض وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخلہ تو
بجائے خود رہا، جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوں گے۔ ان میں سے ایک
مُدمِنُ الخَمر (ہر وقت شراب کے نشے میں چُور رہنے والا شرابی)
اللہ تعالیٰ ہمارے ملک سے شراب کی بدعت کو۔ لعنت کو دُور فرمائے۔ جو ہمارے
بھائی، ہماری بچیاں۔ اب تو لڑکیاں پیتی ہیں سگریٹ پیتی ہیں۔ چرس پیتی ہیں۔
جو ہماری بچیاں ان بدعتوں میں ملوث ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ان سے محفوظ رکھے)
مُدمِنُ الخَمر۔ ہمیشہ شراب کے نشے میں چُور رہنے والا۔ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جنت میں جانا تو بجائے خود رہا جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔ اور فرمایا عَاقَ الْوَالِدَیْنِ (ماں باپ کا نافرمان) جس نے ماں باپ کی نافرمانی کی وہ جنت میں جانا تو بجائے خود رہا جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔ تو اس اعتبار سے اس حدیث کے مطابق وہ شخص جس نے دنیا میں بڑی بڑی نیکیاں کی ہوں لیکن ماں باپ اس کے اس سے ناراض ہوں تو فرمایا وہ جنت میں نہیں جا سکیگا۔ اور جہنم میں بھی نہیں جائے گا۔ کیونکہ جو اس نے بُرے کام کئے تھے وہ تھوڑے تھے نیکی کے زیادہ تھے۔ لیکن ماں باپ کی ناراضگی میرے نزدیک اتنا بڑا ایک عیب ہے۔ اور اتنا بڑا گناہ ہے، اتنی بڑی رکاوٹ ہے، کہ ساری نیکیاں ہوتے ہوئے بھی دروازہ نہیں کھلیگا۔

صحیح حدیث ہے۔ امام الانبیاء کے پاس ایک آدمی آیا۔ صحابی۔ عرض کرنے لگا (جہاد کا وقت تھا) کہ اے اللہ کے نبیؐ! میں جہاد پر جانا چاہتا ہوں مجھے بھی آپ ساتھ لیتے جائیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں اَلَكَ الاَبَوَیْنِ تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ عرض کی اللہ کے نبیؐ! دونوں زندہ ہیں۔ ماں بھی ہے باپ بھی ہے۔ (اور شاید اس نے یہ بھی عرض کیا ہو کہ میرے ماں باپ دونوں جو ہیں وہ کمزور ہیں بوڑھے ہیں۔ لاغر ہیں۔ خدمت کرنے والا کوئی نہیں) تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں کیا فرماتے ہیں؟ فَفِیْهِمَا فَجَاهِدْ۔ جا تو ماں باپ کی خدمت میں جہاد کر تیرا جہاد یہی ہے کہ تو ماں باپ کی خدمت کر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں جانے سے بچے کو، نوجوان کو روک دیا۔ کہ تم جاکر اپنے ماں باپ کی خدمت کرو میرے بھائی آج ہم حاشیہ کو روتے ہیں۔ ہمارا سب سے ہمارا نعرہ تمہارا اتنا خراب ہے [illegible]

اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔ کہاں معاشرہ ٹھیک ہو؟ گھروں کا ہمارا یہ حال۔ میاں
بیوی کے جھگڑے۔ ماں باپ کے جھگڑے۔ اولاد کے جھگڑے۔ دوستوں کے جھگڑے
احباب کے جھگڑے۔ یہ خداوندِ قدوس کا وہ عذاب ہے جو آج ہم پر مسلط ہے۔
اللہ مجھے اور آپ کو اس عذاب سے نجات دے۔ سب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نیکی
کی توفیق عطا فرمائے۔ میرے بھائی! میں آپ سے سچ کہتا ہوں میرے پاس اکثر کبھی کوئی
بچیاں، بہنیں، بوڑھیاں آتی ہیں۔ مائیں آتی ہیں۔ اکثر مائیں اس چیز کی شکایت کرتی ہیں کہ
قاضی صاحب! بیٹا گالیاں دیتا ہے۔ بیٹا مارتا ہے۔ بیٹا نافرمان ہے۔ بیٹا تنگ کرتا ہے
میری توہین کرتا ہے۔ بیوی کی بات مانتا ہے۔ (اللہ بیویوں کو بھی توفیق عطا فرمائے۔
اللہ بہوؤں کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ کہ وہ اپنی ساسوں کو ماں کی طرح سمجھیں)

یہاں بچیاں موجود ہیں۔ اس لئے میں عرض کروں گا کہ یہ دولت بہت بڑی۔
ماں بھی ماں ہے، ساس بھی ماں ہے۔ استاد کی بیوی بھی ماں ہے۔ یہ تین مائیں ہیں اور
تین باپ ہیں۔ باپ بھی باپ۔ خسر بھی باپ، استاد بھی باپ، یہ تین باپ ہوتے ہیں۔
تین باپوں کی اور تین ماؤں کی خدمت کرنی چاہیئے۔ آخر ایک عورت نے اپنی ساری
محنت سے ایک لڑکے کو تیار کیا۔ پڑھایا لکھایا۔ خوشیاں منائیں۔ بچہ پیدا ہوا تو
ماں خوش ہوئی۔ تکلیفیں برداشت کیں۔ خود ماں موت کے کنارے پہنچ جاتی ہے۔ تب
بیٹا بیٹی پیدا ہوتے ہیں۔ ہم سب اولادوں والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی اولادوں کو اعلیٰ
نصیب فرمائے۔ ماں خود مرنے تک گویا موت کے کنارے پہنچتی ہے تب بچہ پیدا
ہوتا ہے۔ پھر دو سال تک وہ ماں کے سینے کو چوس جاتا ہے۔ اس کا نچوڑ کھا جاتا ہے
پھر راتوں کی نیند اس پر حرام کر دیتا ہے۔ پھر خوشیاں مناتی ہے۔ کہ آج میرے

بیٹے کا ختنہ ہے۔ آج بیٹا سکول پڑھ رہا ہے۔ کالج پڑھ رہا ہے۔ قرآن کا حافظ ہو رہا ہے۔ یہ ہو رہا ہے، وہ ہو رہا ہے۔ پھر منگنی کرتی ہے۔ دُلہن تلاش کرتی ہے۔ پھر شادی ہوتی ہے اور پھر جب اس کی دُلہن، اس کی بہو، اس کے بیٹے کو اس کا باغی کرتی ہے تو ماں کا سینہ پاش پاش ہو جاتا ہے۔ پھر خدا کی رحمت کبھی قریب نہیں آتی۔ وہ کیا سمجھتی ہے؟ کہ میں نے خالی ساس کو گالی دی؟ اس نے اللہ تعالےٰ کی کتنی نعمتوں کو ٹھکرا دیا۔ اور کل بہو کے بھی بیٹے ہوں گے ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہو گا۔ ساس پھر بے وقوف ہو جاتی ہے۔ پھر ساس پاگل ہو جاتی ہے۔ پھر ساس ظالم ہو جاتی ہے۔ ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کمزوری ہوتی ہے۔ لیکن میری بہنو اور میری بچیو! یاد رکھو جس نے اپنی پوری کمائی تمہاری جھولی میں ڈال دی۔ اس کا کچھ تو خیال رکھو۔ جس نے اتنی محنت کے ساتھ پندرہ بیس سال اپنے بچے کو پالا۔ تیار شدہ بچہ تمہارے حوالے کر دیا۔ تمہیں اس کا احساس کرنا چاہیئے۔ بہو کو بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ ساس کو بھی خیال رکھنا چاہیے۔ داماد کو بھی خیال رکھنا چاہیئے۔

بعض داماد بھی آج بیوپاری قسم کے ہیں۔ جس طرح آج ہماری شادیاں ہو رہی ہیں (اللہ ہمیں صحیح سمجھ نصیب فرمائے) آج لڑکا تلاش کرتا ہے کہ کوئی مالدار خسر ملے۔ موٹر مل جائے۔ کوٹھی مل جائے پیسے مل جائیں۔ یہ نہیں دیکھتا کہ لڑکی کیسی ہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دیکھو جب تم نکاح کرنے لگو فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّین دیندار بچی کو اختیار کرو۔ دیندار بچے کو اختیار کرو۔ داماد بھی دیندار ہو (بے شک دُنیا دار بھی ہو لیکن دین بھی تو جانتا ہو) بہو بھی دیندار ہو (بے شک دُنیا دار بھی ہو لیکن دین بھی تو جانتی ہو) پھر دیکھو تمہارے گھر میں برکت آتی ہے یا کہ نہیں۔ ہم تو

پہلے فیصلہ کرتے ہیں کہ جی دین کی ضرورت نہیں۔ پیسے ہوں، بیٹا ملازم ہو جائے۔ خسر صاحب بڑے عہدے کے مالک ہوں۔ تاکہ بیٹے کو ملازم کرلیں۔ پھر بیٹا بھی چلا جاتا ہے۔ بیٹی بھی چلی جاتی ہے۔ دین و ایمان بھی چلا جاتا ہے۔ جیسا تھا ویسے کا ویسا رہ جاتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ نصیب فرمائے) میرے بزرگو! دین کو اعتبار دو، دین کو وقار دو، دین کو بلند کرو۔ انشاء اللہ دُنیا خود بخود آتی رہے گی۔

تو بات دُور نکل گئی۔ میں عرض کر رہا تھا۔ سُورت اعراف میں اعراف کا ذکر ہے اور اعراف اس دیوار کا نام ہے۔ اس منزل کا نام ہے۔ جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے۔ تو اس اعراف پر کون ہوگا؟ اس میں مفسرین کے قول نقل کر رہا تھا۔ تو اس میں ایک قول یہ ہے کہ جن کی نیکیاں اور بدیاں آپس میں برابر ہوں گی۔ ان کو اعراف میں تھوڑی دیر رکھا جائے گا اور پھر ان کو جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

دُوسرا قول یہ ہے کہ اعراف میں وُہ لوگ ہوں گے۔ جن کے نامۂ اعمال میں نیکیاں ہی نیکیاں ہوں گی۔ لیکن ماں باپ کی نافرمانی کا بدنما داغ اتنا بڑا ہوگا کہ ان سب نیکیوں کو چھپا لیگا۔ بات تو ٹھیک ہے جی! ماں باپ کی نافرمانی؟ بھائی جتنا احسان ہوگا اتنا ہی تو اس کا اثر بھی ہوگا نا۔ جتنا کوئی ہمارے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ لوگ اپنے ماں باپ کے نافرمان ہوں گے۔ اپنے دوستوں کے ساتھ رواداری کریں گے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ باپ کو کھانے کو ہم نہیں دیتے۔ چائے ساتھ نہیں پلاتے۔ اسے بڈھا سمجھتے ہیں۔ اولڈمین ہے یہ۔ OLD MAN انگریزی مارتے ہیں اس کے ساتھ اور جو اپنا یارِ غار آتا ہے تو اس کو کاؤچ پہ بٹھاتے ہیں۔ چائے پلاتے ہیں۔ کتنا بُرا ہے

اس عبادت کا کہ جو انسان اپنی ماں کی خدمت میں عبادت کرے اپنے باپ کی خدمت میں عبادت کرے۔

ہمارے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا محمد قاسم رح جو دار العلوم دیوبند کے بانی ہیں۔ جنہوں نے دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ زمانے کے بہت بڑے بزرگ۔ قطب اور ولی تھے۔ ان کا یہ حال تھا کہ آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ حقہ پیا کرتے تھے۔ (ہندوستانی دوست پیتے ہیں بیڑی وغیرہ) وہ حقہ پیا کرتے تھے تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب واپس تشریف لاتے پڑھانے کے بعد عصر کے وقت۔ ان کے حالات میں میں نے پڑھا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے حقہ تیار کرتے اور اپنے والد ماجد کے سامنے رکھتے۔ شاگردوں نے تلامذہ نے عرض کیا کہ حضرت! یہ بات آپ کے ساتھ مناسب نہیں فرمایا۔ مناسبت کا کیا مسئلہ۔ میرے والد ماجد ہیں۔ میں ان کا بیٹا ہوں۔ اللہ نے مجھ کو جو کمالات دیئے ہیں یہ اُن کی دُعاؤں کا اثر ہے۔ اگر یہ میرے لئے دُعائیں نہ کرتے محنت نہ کرتے تو آج محمد قاسم کو یہ مقام کیسے حاصل ہوتا۔

تو باپ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی قسم کا نافرمان بھی خدائی حدود کا ہو تو وہ میرا باپ ہے۔ میری تو ماں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ قَدَمِ الْاُمِّ جنت جو ہے وہ ماں کے قدموں میں ہے۔

امام محمد کے زمانے کا واقعہ ایک عالم دین نے مجھ سے بیان فرمایا۔ (رحمۃ اللہ علیہ) کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک آدمی نے قسم کھائی تھی۔ منت مانی تھی۔ کہا گر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں جنت کی دہلیز کو بوسہ دوں گا۔ اگر بوسہ نہ دے سکوں تو مجھ پر فلاں فلاں جرمانہ ہو۔ اب اللہ تعالیٰ نے کیا وہ کام تو ہو گیا۔ وہ اب

دیکھتا ہے کہ جنت کی دہلیز کہاں ہو۔ جنت پہلے ملے تب جنت کا دروازہ ملے تو پھر اس کی دہلیز کو بوسہ دے سکے۔ چھوٹے چھوٹے اماموں کے پاس گیا۔ میری طرح کے مولویوں کے پاس۔ انہوں نے کہا نہیں بھائی تمہاری قسم ٹوٹ گئی۔ اب تم کو سزا ملے گی۔ تم کو کفارہ دینا چاہیے۔ تم کہاں اور جنت کہاں۔ کہ تم اس کی دہلیز کو بوسہ دے سکو۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے کے بہت بڑے عالم دین تھے امام ابی یوسف، امام محمد، امام زفر، امام شافعی، امام ابو حنیفہ۔ امام احمد بن حنبل، اور جتنے آئمہ ہمارے گذرے ہیں۔ آئمہ مجتہدین تھے۔ امام محمد حنفیوں میں بہت بڑے عالم دین گذرے ہیں۔ بہت بڑے مجتہد تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت بڑی پریشانی ہے۔ فرمایا کیا پریشانی ہے۔ عرض کیا بڑی سخت پریشانی ہے میں نے یہ قسم کھائی۔ اب کام پورا ہو گیا جنت ملتی نہیں کہاں جاؤں۔ فرمایا گھبرانے کی بات نہیں۔ بیٹھ جا۔ اس نے سمجھا مولوی صاحب شاید ٹال رہے ہیں۔ آخر عرض کیا جی میں بڑا بے قرار ہوں۔ فرمایا۔ تیری ماں ہے؟ عرض کیا ہاں جی ماں تو ہے۔ فرمایا جا کے ماں کے پاؤں کو بوسہ دے لے۔ تیری قسم پوری ہو جائے گی" وہ دوڑا گیا اور ماں کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ (شاید پہلے نافرمان ہوگا) ماں نے کہا خیر ہو بیٹا! کیا بات ہے۔ آج بوسے دے رہا ہے؟ کہنے لگا۔ پوچھ مت۔ مولوی صاحب نے نسخہ بتایا۔ ماں کے پاؤں کو جب بوسہ دیا۔ تو قسم سے بری ہو گیا۔ بعض دوستوں نے، علماء نے کہا۔ کہ یہ امام محمد نے کیسے فیصلہ دے دیا۔ اس نے تو یہ قسم کھائی تھی کہ میرا فلاں کام ہو گیا۔ تو میں جنت کی دہلیز کو بوسہ دونگا۔ تو وہ ماں کے پاؤں کو چوم رہا ہے۔ امام محمد نے فرمایا۔ میں نے خود نہیں کہا۔ بلکہ جو کچھ میں نے کہا ہے نبی کریم صلّی

اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں کہا ہے۔ کیا تم مانتے نہیں ہو؟ حدیث میں نہیں آیا؟ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نہیں فرماتے؟ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے۔ جب ساری جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے تو دہلیز نہ ہوگی۔ علما، تو بڑی ہری معنی بھی رکھتے ہیں، باطنی بھی، بات بالکل ٹھیک ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور چند باتیں ہوئیں۔ (لمبی حدیث ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی جوتیاں دیں (مشکوٰۃ میں حدیث ہے) جوتیاں دیں اور فرمایا کہ ابوہریرہ رضؓ جا، یہ میرے جوتے ساتھ لے جا۔ اور جو تجھے ملے، اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور محمد رسول اللہ، اللہ کے سچے رسول ہیں۔ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ تو اسے جنت کی بشارت دے۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے کیوں دیئے ابوہریرہؓ کو۔ صافا کیوں نہ دیا۔ نشانی کے لیے کوئی اور چیز دے دیتے؟ اپنے نعلین مبارک دیئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تو میرے ذہن میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی (ممکن ہے کسی محدث صاحب نے لکھا ہو) کہ بات یوں ہی بنتی ہے۔ کہ حضور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کی جوتیوں میں جنت ہے۔ جب ماں کے پاؤں میں جنت ہے تو وہ ماں جس نے صرف ایک دفعہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا۔ جس کے گوبر کے ساتھ پاؤں چھپے ہوئے ہوں، جو بے نماز قسم کی ماں ہو۔ قرآن تک نہیں جانتی۔ لیکن ہے مسلمان۔ بیٹے کو حکم ہے کہ تیری ماں کے پاؤں میں جنت ہے۔ تو وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، وہ نبی کائنات؟ وہ رحمت دو عالمؐ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں میں جنت نہ ہوگی؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اے ابو ہریرہؓ! جا کے کہہ دے کلمہ پڑھنے والوں سے کہ جس جنت کی تم تلاش کرتے ہو وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جوتوں میں تمہیں ملے گی۔ اور کہیں نہیں ملے گی۔

تو میرے بزرگو! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اعراف اسے کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں جو لفظ آتا ہے۔ سورت اعراف میں۔ اعراف میں وُہ لوگ ہونگے۔ جن کی نیکیاں اور بدیاں آپس میں برابر ہوں گی۔ یا وُہ لوگ ہوں گے جن کے سارے اعمال ٹھیک ہونگے لیکن ماں یا باپ ان سے ناراض ہوگا تو ان کو جنت میں داخلہ نہیں ملے گا اور نیکیوں کی وجہ سے وُہ جہنم میں نہیں جائیں گے۔ لیکن اس گناہ کی پاداش میں جنت میں بھی جانے سے محروم رہیں گے۔

یاد رکھو، میرے بزرگو! تمام علمائے اسلام کتاب الزّواجر ایک کتاب ہے جس میں لکھا ہے کہ تمام علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں۔ تمام آئمہ اس بات پر متفق ہیں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ سارے کہ عَدُّ الْعُقُوْقِ مِنَ الْکَبَائِرْ ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ سے ہے۔ اور گناہِ کبیرہ کا جو مرتکب ہو (اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور دوسرے دوستوں کو بھی بچنے کی توفیق عطا فرمائے) عموماً ہمارے مولوی حضرات، ہمارے آئمہ مساجد چونکہ کچھ خود پڑھ لیتے ہیں۔ ماں باپ نے اگر کچھ نہیں پڑھا تو ماں باپ ان کی نظروں میں حقیر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یاد رکھیں وہ مولوی صاحبان وہ امام صاحبان جن کو کچھ تھوڑا سا علم حاصل ہوا اگر وُہ ماں باپ کے نافرمان ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔ جب گناہِ کبیرہ کے وُہ مرتکب ہو گئے

تو گناہِ کبیرہ کا جو مرتکب ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔ کیا مطلب؟
اس نماز کو پھر دوبارہ لوٹایا جائے، جو کسی ایسے امام کے پیچھے پڑھی کہ ماں تو امام کو گالیاں
دیتی ہو۔ باپ تو بد دعائیں دیتا ہو اور ماں باپ کی یہ توہین کرتا ہوا اور وہ مصلے پر
کھڑا ہوتا ہے؟ محمد رسول اللہ کے مصلے پہ۔ جس مصطفےٰ نے اپنی دائی کا بھی احترام کیا۔ حلیمہ
سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں۔ (جنہوں
نے حضورؐ کو پالا تھا) امام الانبیاء اُٹھتے ہیں اپنی چادر بچھاتے ہیں۔ اپنی ماں کو (دودھ
پلانے والی ماں کو) وہاں بٹھایا۔ پوچھا گیا۔ تو فرمایا یہ میری ماں ہے جس نے مجھے
دُودھ پلایا۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا۔ جس نبی نے اپنی دودھ پلانے والی ماں کی اتنی
عزت کی۔ اور آج بھی جن بھائیوں نے حج کیا (اللہ ان کے حج کو قبول فرمائے اور
مجھے بھی آپ کو بھی، اللہ تعالےٰ یہ دولت نصیب فرمائے) مدینہ منورہ میں حلیمہ سعدیہ
کا مزار جنت البقیع میں موجود ہے۔ مدینہ منورہ میں حلیمہ سعدیہ طائف کی
رہنے والی۔ امام الانبیاءؐ کی شرافت سے نسبت کا شرف حاصل ہوا۔ اور آج
جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔ جس جنت البقیع کے متعلق امام الانبیاء نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میں قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں
کے لیے شفاعت کروں گا۔ وہ کون ہوں گے؟ وہ اھل البقیع۔ جنت البقیع
میں جو لوگ دفن ہیں ان کی شفاعت کروں گا اور دوسری حدیث میں فرمایا۔ یہ
سب بھائی درس قرآن ہے۔ مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ فِى الْمَدِيْنَةِ
فَلْيَمُتْ۔ جس کی یہ ہو سکے کہ وہ مدینے میں مرے تو اس کو مدینے میں مرنا چاہیئے
کیونکہ میں سب سے پہلے مدینے والوں کی شفاعت کروں گا۔ قرب حاصل ہو گیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ہم کہاں کہاں بھاگتے ہیں۔ فرمایا جس شخص کی یہ
طاقت ہو۔ یا جو یہ چاہتا ہو۔ ہجرت کرے۔ کہ وہ مدینہ میں آکر مرے۔ میں اس کے
لئے شفیع ہوں گا۔ قیامت کے دن۔ اگر مدینہ میں نہ مرا۔ نیت تو کر لے۔ (آپ
نیت کر لیں۔ میں بھی نیت کر لوں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی تو اب نصیب فرمائے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اللہ مجھے اس بلدہ میں موت نصیب فرمائے۔
تاکہ میرے جتنے قصور اور گناہ ہیں۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور معاف ہو جائیں۔
اللہ آپ کو بھی یہ سعادت نصیب فرمائے)

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المسلمین جن کے متعلق
امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُؓ
میرے بعد اگر کسی نے نبی ہونا ہوتا۔ تو عمرؓ نبی ہوتا۔ لیکن میں خاتم النبیین ہوں
میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ وہ عمر فاروقؓ کیا دعا مانگا کرتے تھے؟ آج تو میرے
بھائی (اللہ تعالیٰ مجھے بھی آپ کو بھی کچھ نصیب فرمائے) ہم نے کبھی قبر
کی بہتری کی دعا ہی نہیں مانگی۔ کبھی موت کے لئے دعا ہی نہیں مانگی۔ کہ میری
موت اچھی ہو۔ کبھی قیامت کے لئے دعا ہی نہیں مانگی (ممکن ہے۔ آپ لوگ
مانگتے ہوں، ہمارا نفس تو اتنا شیطان ہے۔ کہ بس دنیا کے چکر میں پڑا ہوا
ہے) حضرت عمر فاروق کی دعا ہوتی تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (شہادت پاتا
ہوں مدینہ منورہ کا۔ شہادت پاتا ہوں۔ ہو وفات شہر کا۔ شہادت پاتا ہوں۔
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن ہوں۔ حضرت عمر فاروق
دعا مانگا کرتے تھے [illegible] اللہ [illegible] کی موت [illegible]

مروں۔ تو شہادت کی موت مروں۔ اور موت بھی کہاں ہو؟ فِي بَلْدَةِ رَسُوْلِكَ "تیرے رسول کے شہر میں"۔ ان دونوں دعاؤں میں بڑا تضاد معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت عمر فاروق یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ تو ہم سوچتے تھے۔ کہ یہ کیسے ہوگا؟ شہید تو تب ہی ہیں۔ جب کسی جہاد میں جائیں۔ اور اس وقت عرب میں تو دین پھیل چکا تھا، افریقہ میں جاکر لڑیں۔ شام میں جاکر لڑیں۔ دوسرے کسی ملک میں جاکر جہاد کریں۔ اور اس جہاد میں آپ پھر شہید ہو جائیں۔ تو تب موت ملے گی۔ شہادت کی۔ اور ادھر آپ یہ دعا کرتے ہیں۔ کہ اے اللہ میری موت تیرے نبی کے شہر میں ہو۔ فِي بَلْدَةِ نَبِيِّكَ۔ تو ان دونوں دعاؤں میں کیسے اتصال ہوگا؟ لیکن وہ عمرؓ جس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اللہ نے حق جاری کر دیا۔ عمرؓ کی زبان پر ——— جو بیس مقامات ہیں۔ جن میں حضرت فاروق نے جو رائے دی۔ ان کی تطبیق میں پھر قرآن مجید نازل ہوا۔ مَنْ وَافَقَ رَأْيُهٗ بِالْوَحْيِ۔ جن کی رائے کتاب اللہ کے مطابق ہوئی۔

یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے۔ کہ حضرت عمرؓ نے پہلے کہا۔ تو پھر کتاب نازل ہوئی۔ قرآن تو ویسے بھی نازل ہونے والا تھا۔ لیکن عمر فاروقؓ کا سینہ اتنا صاف تھا۔ کہ جو بات آگے آنے والی تھی۔ آپ کے دل میں یہ القاء ہو جاتا تھا۔ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ مسئلے پیش کر دیتے۔ کہ اللہ کے نبی! یوں ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ چنانچہ قرآن بھی اسی کے مطابق نازل ہوا۔ تو عمر فاروقؓ کی دعا کیسے رد ہو سکتی تھی؟

(آپ دوست تو جانتے ہی ہیں۔ سیرت فاروق" پڑھی ہی ہوگی) کہ حضرت عمر فاروقؓ صبح کی نماز محراب نبوی میں پڑھا رہے ہیں۔ فی بلد رسولک نہیں فی مسجدِ رسولک، تیرے رسول کی مسجد میں فی محرابِ رسولک تیرے رسول کے محراب میں، صبح کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ قرآن پڑھ رہے ہیں۔ ایک آتا ہے۔ وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ قاتل حبشی، پارسی۔ مجوسی، جو قاتل ہے حضرت عمر فاروقؓ کا۔ اس نے آپ کو خنجر مارا۔ اب دیکھئے۔ کہ موت شہادت کی ہو گئی۔ کہ آپ مارے گئے۔ خنجر کے ساتھ شہادت بھی مل گئی اور موت کہاں واقع ہوئی۔ فی بَلَدِ رَسُولِکَ نہیں۔ بلکہ فی مِحْرَابِ مَسْجِدِ رَسُولِکَ تیرے رسول کی مسجد کا جو محراب ہے۔ اس میں میری موت واقع ہو جائے۔ تو مدینے کی موت کی تو بڑے بڑے علماء خواہش کرتے ہیں۔ بڑے بڑے صوفیاء کرتے ہیں۔ وہ پاکیزہ مقام۔ وہ پاکیزہ جگہ۔ جہاں خداوندِ قدوس کی کروڑوں رحمتیں ہر وقت برستی ہیں۔ اب بھی برستی ہیں۔ بشرطیکہ نظر والا ہو۔ اندھے کو کیا نظر آتا ہے خاک؟ آنکھوں والا جا کر دیکھے کیا ہو رہا ہے۔ وہاں؟ امام الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مقام مقدس۔ وہ مدینۂ طیبہ۔ وہ پاکیزہ گلیاں جہاں پہ امام الانبیاء نے سانس لیا۔ اور آج بھی وجودِ مقدس آرام فرما ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ سارے کا سارا شان کی گلیوں سے بالاتر ہے ہمارے بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جب حج کو جایا کرتے تھے تو ہمیشہ علیؓ کے قریب جب آدھی [illegible] پہنچتے [illegible] پیدل [illegible]

میں اونٹ پر سواری ہوتی تھی۔) اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے یہ سعادت
پھر نصیب فرمائے) تو میرے دوستو! وہاں سے گنبد خضرا نظر آ
جاتا ہے۔ مینارہ نظر آجاتا ہے۔ گنبد نظر آتا ہے۔ تو وہاں پر عاشق زار
کا پھر یہ جی نہیں کرتا۔ کہ وہ پھر وہاں سے جناب! پیدل نہ چلے۔ پھر وہ اونٹوں
پر یا موٹر پہ جائے؟ وہ ایک شاعر کا شعر ہے۔

إِذَا بَلَغْنَ بِنَا الْمَطِيُّ مُحَمَّدًا فَظُهُورُهُنَّ عَلَى الرِّجَالِ حَرَامٌ

جب ہماری سواریاں ہمیں محمد کے قریب لے جاتی ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)
تو پھر ان سواریوں کی پیٹھیں ہم پر حرام ہو جاتی ہیں۔ پھر ہم سواریوں
پر نہیں بیٹھتے۔ تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سواری سے اتر پڑا کرتے
تھے۔ اور پیدل چلتے تھے۔ مدینہ منورہ میں۔ اور جتنا زمانہ مدینہ میں رہتے
تھے۔ جوتا نہیں پہنتے تھے۔ ہندوستان میں کوئی آکر سبز مخمل کا جوتا نہیں
پہنا رہا۔ حالانکہ ہندوستانی دوست پہنتے ہیں۔ علماء کو میں نے خود دیکھا ہے)
آپ سے پوچھا گیا۔ تو فرماتے تھے۔ کہ میں اس رنگ کا جوتا پہننا پسند نہیں
کرتا۔ جو رنگ ہے گنبد خضرا کا۔ محمد رسول اللہ کے روضۂ مقدس کا رنگ
سبز ہو اور سبز رنگ کا جوتا پہنے محمد قاسم اپنے پاؤں میں؟ جو رنگوں کا
بھی احترام کرتے ہیں۔ کیا مقام ہوگا۔ ان کے ہاں امام الانبیاء صلی اللہ
علیہ وسلم کے مرتبہ کا؟

تو میں عرض کر رہا تھا۔ میرے بزرگو، میرے دوستو! کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے صحابہ کرام یہ دعائیں کرتے تھے۔ اور دعا کے سلسلہ میں حضرت

حلیمہ کی دعا کی بات چلی تھی۔ کہ حضرت حلیمہؓ حضورؐ کی دایہ ہیں حضورؐ نے اپنی دایہ کی اتنی عزت کی۔ کہ امام الانبیاء نے اپنی چادر بچھائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو معمولی نہ سمجھو ــــ وہ چادر ہے ــــ سبحان اللہ ــــ جس کا سایہ بھی کسی پڑ گیا۔ جہنم اس پر حرام ہو گئی ۔ــ وہ چادر ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے بچھائی۔ اور اپنی دودھ پلانے والی ماں کو وہاں پر بٹھایا۔ تو جو ماں جنتی ہو۔ جو ماں حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ جو جو ماں اتنی مصیبتیں برداشت کرتی ہو۔ اس ماں کا کیا مقام ہو گا۔ اسلام میں ؟ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو ماں باپ کا نافرمان ہو گا۔ وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہو گا۔ تو جنت کی جب خوشبو سے بھی محروم ہے۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ اعراف پر وہ لوگ بھی ہوں گے۔ جن لوگوں کی ساری نیکیاں ہوں گی۔ لیکن وہ ماں باپ کے نافرمان ہوں گے۔ یہ ماں باپ کی نافرمانی کا داغ اور دھبہ اتنا بڑا ہو گا۔ کہ ان کو جنت کے داخلہ سے روک دے گا۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ہے۔ سورت اعراف ،

اس میں کچھ اور باتیں بھی ہیں۔ مگر میں تبرکاً پہلی آیت پڑھ کر دعا کرتا ہوں پھر اگلے درس میں ان شاء اللہ اگر اللہ نے توفیق شامل حال کی۔ تو کچھ عرض کروں گا۔ ارشاد فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ شروع کرتا ہوں میں اس اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان ہے۔ جو بخشنے والا ہے اس سے بڑھ کر کوئی مہربان نہیں۔ یہ ساری کائنات جو دنیا میں ہے۔ اسی کی رحمت کا پرتو ہے۔ اور وہ بخشتا بھی ہے۔ جب اس کے دروازے پر ناکو

پھیلاتے ۔ مجرم سے مجرم انسان اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے ۔ تو بخش بھی دیتا ہے ۔ قرآن میں صاف فرمایا ۔ نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ہلا میرے بندوں کو خبر کر دیجئے میں بخشنے والا مہربان ہوں ۔ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اور انسانو! اپنے آپ پر ظلم کرنے والو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہو ۔ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط اللہ سارے گناہوں کو بخشتا ہے ۔ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ہلا وہ بخشنے والا مہربان ہے ۔ اس نے اپنی مہربانی کے ساتھ بھائی پرسوں کی رات ہمیں دے دی ہے ۔ کل کی رات ، ۱۵ شعبان ، شب براءت ۔ جس میں مسلمان آتش بازی کرتا ہے ۔ گولے چھوڑتا ہے ۔ جس کے نبی نے آکر آتشکدوں کی آگ کو بجھایا ۔ وہ امت آج آگ کو اچھالتی ہے ۔ کتنا ظلم ہے ! آپ درست جانتے ہی ہیں ۔ جس رات امام الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ۔ ۱۲ ربیع الاول کو تو ایران کا وہ آتش کدہ ، جہاں پر ایک ہزار سال سے آگ جل رہی تھی ۔ یک دم ٹھنڈا ہو گیا ۔ آگ بجھ گئی تو اس کے پجاری جمع تھے ۔ وہ سب آپس میں بیٹھے ۔ بڑے پجاری سے پوچھا کیا بات ہے ؟ اس نے کہا ۔ میں نے یہ سنا ہے ۔ ہمارے پرانے نوشتوں میں آیا ہے ۔ کہ جب دنیا میں آخری نجات دہندہ پیدا ہو گا (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس کی ایک علامت یہ بھی ہو گی ۔ کہ ہمارے آتشکدے کی آگ ٹھنڈی پڑ جائے گی ۔ میں سمجھتا ہوں آج رات وہ پیدا ہو چکا ہے ۔ تو جس نبی کے آنے سے آتشکدوں کی آگیں بجھ گئیں ۔ آج اس نبی کی امت آتش بازی کھیلے ۔ ہمیں زیب دیتا ہے ؟

یہ تو ہمیں شیطان نے سمجھا دیا۔ کہ یہ رات تیری مغفرت کی تھی۔ اس رات کو یوں گذارکہ تو خدا کا باغی ہے۔ میرے دوستو! اور میرے بھائیو! کل کی رات کل کا دن گذر کر جو رات آنے والی ہے۔ اس رات کو آپ بھی جاگیں۔ اپنی بچیوں کو جگائیں۔ بیویوں کو جگائیں۔ چھوٹے بڑے سب جاگیں۔ اللہ کا ذکر کریں قرآن مجید کی تلاوت کریں۔ استغفار کریں۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ اس رات کو سارے انسانوں کو بخش دیتا ہے۔ مگر کینے کو نہیں بخشتا۔ کینے کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کریں۔ اور پھر پندرہ شعبان کا روزہ رکھیں۔ جس کی بڑی فضیلت حدیثوں میں آئی ہے۔ پھر انشاء اللہ دیکھیں کتنی رحمتیں آپ پہ نازل ہوتی ہیں۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

تو فرمایا میں رحمٰن ہوں۔ اس دنیا کی ساری رحمت میری ہے۔ اور رحیم ہوں۔ تم غلطیاں کرو۔ تو میں بخش بھی دیتا ہوں۔

المّٓصٓ ۚ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ ان کی مراد اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ حروف مقطعات سورتوں کے شروع میں اسلیئے لائے جاتے ہیں۔ آگے جو کچھ سورتوں میں آنے والا ہے۔ اگر تمہاری سمجھ میں نہ بھی آئے تب بھی ماننا۔ وہ میری بات ہے۔ جیسا کہ تم المّٓصٓ کا معنیٰ نہیں جانتے مگر مانتے ہو۔ کہ خدا کا کلام ہے۔ تو آگے جو مضمون آنے والا ہے۔ تم اگر نہ سمجھ سکو۔ تو اس مضمون کو بھی ماننا۔ وہ بھی میری ہی بات ہے۔

کِتٰبٌ یہ قرآن مجید ایک کتاب ہے۔ بہت بڑی کتاب۔ اُنْزِلَ اِلَیْكَ

جو اتاری گئی آپ کی طرف، آپ کا مقام پھر کتنا بڑا ہوگا، جس پر کتاب نازل
ہوئی ہے۔ وہ کتنی بڑی ذات ہوگی۔ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ۔ نہیں
نہیں ہونا چاہیئے آپ کے سینے میں کسی قسم کا کوئی بھی تنگی کا مقام مِّنْهُ
اس کو پہنچانے سے۔ کیونکہ آپ تنہا ہیں۔ اور مکے والے سارے مشرک اور
بت پرست ہیں۔ آپ کی باتوں کے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ ٹھٹھا کرتے ہیں۔
آپ کو پتھر مارتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں۔ نعوذ باللہ ہو سکتا ہے کہ آپ
بتقاضائے بشریت کہیں تنگ ہو جائیں۔ فرمایا فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ
مِّنْهُ۔ اس قرآن کے پہنچانے میں سینے کو تنگ نہ کیا جائے۔

لِتُنْذِرَ بِهِ قرآن ہم نے اسلئے نازل کیا۔ کہ اس کی برکت سے آپ
لوگوں کو ڈرائیں۔ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ اور قرآن سراپا نصیحت ہے ان
لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔ اللہ ہمیں اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے

دعا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَتُبْ عَلَيْنَا
إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے گناہوں
کو معاف فرمائیں۔ اللہ قرآن پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ جن کے ماں
باپ زندہ ہیں۔ اللہ ادب کی توفیق عطا فرمائیں۔ جن کے ماں باپ فوت
ہو چکے ہیں۔ اللہ ان کی روحانیت کو خوش کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
ان کی روحوں پر ایصال ثواب کرنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ جتنے مسلمان فوت

ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔
خصوصیت کے ساتھ محترم سید قاضی اعجاز احمد صاحب شیخ آبادی
رحمۃ اللہ علیہ کے لئے رفع درجات کی دعا فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب
کی قبر کو پر نور فرمادیں۔ انہوں نے تجدید دین کے لئے محنتیں کیں۔ اللہ ان کو اجر
جزیل عطا فرمادیں۔ اللہ امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل نصیب فرمائے۔ اللہ
تعالیٰ ان کے بال بچوں پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان
کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہمارے ایک دوست ملک بشیر احمد صاحب
نجمی کے والدین فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے لئے بھی دعا فرمادیں۔ اللہ ان
کو جنت الفردوس نصیب فرمادیں۔ اللہ ہمارے والدین کو بھی جنت نصیب
فرمادیں۔ جن کے والدین زندہ ہیں، ان کا سایہ تادیر سلامت رکھیں۔
جو جو بھائی ایبٹ آباد سے۔ لاہور سے کھاریاں سے تشریف لائے ہیں
یا مقامی دوست، اللہ تعالیٰ سب کی محنتوں کو قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ
صاحب خانہ کو بھی اپنی رحمتوں سے نوازے۔ اللہ اس درس کا اہتمام
کرنے والوں سے راضی ہو۔ اللہ اس میں اور بھی برکتیں نازل فرمائے۔
اللہ ہمارے اکابر کی برکات سے حصہ دے۔ آپ کو بھی سعید کو تعلق سے۔
اللہ تعالیٰ خیریت کے ساتھ بارش نازل فرمائیں۔ ملک میں گرمی نے انتہا کر دی
ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو دور فرما دے۔ اللہ تعالیٰ کشمیری مسلمانوں کا فیصلہ ان
کے حق میں ٹھیک کر دے۔ اللہ تعالیٰ فلسطین کے مسلمانوں کا ساتھ دے۔ اللہ
تعالیٰ اسرائیل کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے۔ اللہ تعالیٰ قبروں کے

ترکوں کی امداد فرمائے۔ اللہ سب کے کاموں میں برکت پیدا فرمادیں۔ اللہ مجھ سے۔ آپ سے سب سے راضی ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَجَمَالِ عَرْشِهٖ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ہ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ہ

دُوسرا درسِ قرآنِ مجید

منعقدہ رمضان مبارک ۸۶ھ مطابق دسمبر ۶۶ء

اس درسِ مقدس میں مندرجہ ذیل دینی اور علمی فوائد ہیں۔

(۱) عبادت کا انتظار بھی کارِ ثواب ہے

(۲) روزہ طلوقی عبادت ہے اس کا اجر و ثواب و برکات

(۳) الفاظِ قرآنی کا مکمل بدل کسی بھی زبان میں ادا نہیں ہو سکتا

(۴) انسانی فہم و ادراک ناقص ہونے کی وجہ سے قرآن و حدیث کا محتاج ہے

(۵) بری صحبت کا نتیجہ اسمٰعیل لندنی کا واقعہ

(۶) قطب الارشاد گنگوہی قدس سرہ العزیز کی معارفِ قرآنی میں بصیرت

(۷) اولیاء اللہ کا دُنیا داروں سے بے نیازی کا برتاؤ

(۸) وعظ و نصیحت کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہونی چاہیے۔

واللہ الموفق

سُورۃ الاعراف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے بزرگو! اور میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ آج پھر ہم چند بھائی اللہ کا کلام سننے کے لئے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

صحیح حدیث ہے۔ کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے کافی دیر سے تشریف لائے۔ ویسے مسئلہ بھی یہی ہے۔ کہ کوئی اگر خاص ضرورت نہ ہو۔ تو عشاء کی نماز جتنی دیر سے پڑھی جائے۔ اتنی ہی بہتر ہے تاکہ جلدی سو کر سحری کو اُٹھ سکے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن خلافِ معمول کچھ دیر کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے۔ صحابہ کرام اپنی حالت یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم اونگھتے تھے۔ اور ہم پر نیند کا بوجھ سوار تھا۔ ہمارے سر ڈھلکے ہوئے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے۔ تو نماز پڑھانے سے پہلے ایک بشارت دی۔ فرمایا۔ کہ اس وقت ساری روئے زمین پر تمہارے مقام اور مرتبے کا کوئی انسان موجود نہیں کہ دنیا والے اپنے آراموں میں سو چکے ہوں گے۔ یا کسی اور شغل میں ہوں گے لیکن تم وہ خوش نصیب انسان ہو۔ کہ اللہ کے گھر میں اس انتظار میں بیٹھے

ہو۔ کہ ہمارے امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔ اور ہم ان کی اقتدا میں اپنے رب کے سامنے سر بسجود ہو جائیں۔

تو میرے بزرگو! یہ حقیقت ہے۔ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ اس میں کوئی ریاکاری نہیں۔ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ؕ اپنے رب کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ خاص کر مجھ جیسے کمزور انسان کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ کہ اس نے آپ دوستوں کی برکت سے اور رحمت سے مجھے بھی یہ موقع عطا فرمایا۔ کہ ہر مہینے کے آخری اتوار کو یہاں تھوڑی دیر کے لئے قرآن مجید سننے اور سنانے کی محفل قائم ہو جاتی ہے۔ اور آپ حضرات کو بھی اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ کہ اس نے آپ پر بہت بڑا احسان کیا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ اس قرب وجوار کے علاقے میں کہیں ایسی مجلس کا اہتمام نہیں۔ کہ اتوار کے دن دس بجے سے لے کر گیارہ بجے تک قرآن مجید سننے اور سنانے کا خصوصی طور پر ایسا اہتمام ہو۔ کہ کسی بھی صورت میں ناغہ نہ ہو سکے۔ یہ شرف اللہ تعالیٰ نے آپ دوستوں کو عطا فرمایا۔ اللہ اس کو قبول فرمائے۔ اور اللہ اس میں برکت پیدا فرمائے۔

اسی نظام کے ماتحت آج میں نے جو آیتیں پڑھی ہیں۔ سورۃ الاعراف کا پہلا رکوع ہے۔ گذشتہ درس میں وقت تمہید ہی میں گذر گیا تھا۔ اعراف میں کون لوگ جائیں گے؟ بہرحال اس پر تین اقوال آپ کے سامنے پیش کئے تھے۔ مزید اقوال بھی ہو سکتے ہیں۔ اور ہیں۔ لیکن میرے اور آپ کے سمجھنے

کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے۔

سورت الاعراف مکّی ہے۔ اور مکّی سورتوں میں زیادہ طور پر توحید، رسالت، قیامت اور قرآن کی صداقت کا بیان ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ عزاسمہٗ نے اس سورت میں بھی توحید، رسالت، قیامت اور قرآن کی صداقت کے مسائل بیان کرتے ہوئے پہلی قوموں کی تباہی کے مناظر کچھ پیش فرمائے۔ آنے والے حالات کو پیش فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو پیش فرمایا۔ آپ کی رسالت کو پیش فرمایا۔ کہ دارین کی سعادت اب اگر تم چاہتے ہو تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہے۔ آگے آجائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ جب کبھی آپ قرآن پورا پڑھنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ تو اسی سورت الاعراف کے آخر میں آتا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب اللہ کے حضور پہنچے۔ اپنی قوم کے چند افراد کو لے کر توبہ کرنے کے لئے۔ ان کی توبہ قبول کرانے کے لئے۔ تو جب ان کی توبہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول ہو گئی تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا دریا جوش میں ہے۔ تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ تو اے اللہ میرے لئے وَاكْتُبْ لَنَا یعنی میری امت کے لئے (لَنَا جمع کا صیغہ ہے) ہمارے لئے ہماری امت کے لئے اس دنیا میں بھی بہتری لکھ دے۔ اور وَفِي الْاٰخِرَةِ اور قیامت میں بھی بہتری لکھ دے۔ میری امت کے دونوں جہان بہتر ہو جائیں۔ یہ جہان بھی اور اگلا جہان بھی۔ تو جواب میں ارشاد فرمایا۔ قَالَ عَذَابِيْ اُصِيْبُ

بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ج وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۔ فرمایا کہ اے موسیٰ! میں تیری امت کے ساتھ جو برتاؤ رحمت کا کرتا ہوں۔ یہ الگ ہے۔ لیکن دونوں جہانوں کی بہتریاں۔ دونوں جہانوں کی رحمتیں۔ دونوں جہانوں کی خوشنودیاں اور حسنات یہ ہیں۔ اس نبی اُمّی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت کو دوں گا۔ جو آخر الزمان نبی ہے۔ جس کا اسم گرامی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تو اس سورت اعراف میں چونکہ وہ چیز غیبی آرہی ہے۔ اسلئے قرآن مجید نے ان تمام باتوں کو ایمان بالغیب کی وجہ سے پہلے اس سورت کو حروف مقطعات کے ساتھ شروع کیا۔ میں سورت بقرہ کے شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ جن سورتوں میں ایسے مسائل کو بیان کیا جاتا ہے۔ عقائد اور نظریات کو بیان کیا جاتا ہے۔ جو انسانی فہم میں نہیں، ہمارے اس ناقص ذہن میں جلدی سمجھ نہیں آسکتے۔ تو سورۂ اعراف میں بھی چونکہ یہی مسائل آرہے ہیں۔ اس لیے رب العالمین عزاسمہٗ نے اس کی ابتدا میں حروف مقطعات کو ارشاد فرمایا۔ فرمایا۔ الٓمّٓصٓ ۝ یہ چار کلمے ہیں۔ الف۔ لام۔ میم۔ صاد۔ اب اس کا معنیٰ کیا ہے؟ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ راسخون فی العلم، جو علماء علم میں پکے ہیں۔ پختہ ہیں۔ وہ ان حروف کے معانی اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ کہ یہ کنایات ہیں۔ اشارات ہیں۔

اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ کہ ان حروف سے کیا مراد ہے۔ یا جن کو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہوں گے۔ ہم اسی بات کے مکلف ہیں۔ کہ ہم اس کو مانیں۔ کہ آلمص ٥ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اور یہ اشارہ ہے۔ اسی بات کی طرف کہ جس طرح تم آلمص کے معنی نہ جاننے کے باوجود ان کلمات کو اللہ کی بات سمجھتے ہو۔ اسی طرح جو اس صورت میں مضامین آ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ تمہارے ناقص ذہن میں وہ باتیں نہ آئیں۔ لیکن تم ان کو مان لینا۔ کیونکہ وہ میرا حکم ہو گا۔ میرا کلام ہو گا۔ اور بندے کا کام یہی ہے۔ کہ اپنے مولا کی بات کو تسلیم کرے۔ خواہ اس کے ذہن میں وہ بات آ جائے۔ یا نہ آ سکے۔ تو اس سورت مقدسہ کے شروع میں کلمہ آلمص کو ابتدا میں لائے۔ تاکہ اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔ کہ آنے والے مسائل کا تعلق ایمان بالغیب کے ساتھ ہے۔ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ ۔ کِتٰبٌ (یہ تنوین تعظیم کے لئے ہے) اے میرے حبیب! یہ قرآن مجید بہت بڑی کتاب ہے۔ آخری کتاب، ام الکتاب کتابٌ عزیزٌ غالب آنے والی کتاب، ایسی کتاب جو کبھی دنیا سے نہیں مٹ سکتی۔ ایسی کتاب جو دنیا میں سب سے زیادہ لکھی جائے گی۔ کتاب کا معنی ہے مکتوب لکھا ہوا کلام،

میرے دوستو! قرآن کریم کے ناموں میں بھی اعجاز ہے۔ لفظ قرآن کے متعلق میں پہلے بہت کچھ عرض کر چکا ہوں۔ قرآن مجید کا نام ہمارے محاورے میں موجود ہے۔ قرآن ۔ یا قرآن میں لفظ قرآن آتا ہے۔ ہماری لغات میں بھی، ہم

قرآن مجید کہتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید کے اور نام بھی صفاتی طور پر ہیں۔ تو لفظ
قرآن عربی میں بھی اعلیٰ اسم ہے۔ قرآن کا معنی کیا ہے؟ پڑھنا۔ یعنی وہ کتاب جس کو پڑھنے
والے سمجھ نہیں سکتے تھے۔ جس کو پڑھنے والے چند صحابہ تھے۔ جن کو ہم انگلیوں پر
گن سکتے ہیں۔ ظاہری طور پر۔ لیکن اس وقت بھی قرآن نے کہا۔ کہ اے دنیا والو! میرا
نام ہی قرآن ہے۔ دنیا میں جتنی تلاوت میری کی جائے گی۔ اتنی کسی اور کتاب
کی تلاوت نہ کی جائے گی۔ آج دیکھ لیں۔ الحمد للہ رمضان کا بابرکت مہینہ ہے
دیکھ لیں کسی کتاب کو یہ فوقیت حاصل ہے؟ تورات کو۔ انجیل کو، زبور
کو۔ غیر آسمانی کتابوں میں وید کو، گرنتھ کو یا دنیا کے کسی دستور کو، کسی قانون
کو۔ کسی انسائیکلوپیڈیا کو، کسی بھی کتاب کو یہ فوقیت حاصل ہے؟ کہ ان کے
ماننے والے وضو کریں۔ طہارت کریں۔ اور پھر بڑے ادب کے ساتھ اکٹھے ہو
کر ایک پڑھیں۔ اور باقی سنیں۔ کسی کو یہ حاصل ہے۔ سوائے مسلمانوں کے؟
بحمد للہ۔ اللہ نے ہمیں مسلمان بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے نوازا۔
آج دنیا بھر میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں۔ خواہ تھوڑے سے ہیں۔ یا زیادہ۔
کوئی پورا قرآن سن رہا ہے۔ کوئی تھوڑا قرآن سن رہا ہے۔ کوئی دس سورتیں
سن رہا ہے۔ لیکن تاہم قرآن سننے کے جذبات آج موجود ہیں۔

میرے بزرگو! یہ بڑی برکت کا مہینہ اور بڑی برکت کا کلام ہے۔ کلام مجید
ہی تو کہا گیا ہے۔ یہ تو وہ مہینہ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو
فرشتوں کی صفات سے متصف ہونے کا موقع عطا فرمایا۔ فرشتوں کے پاس
کیا ہے؟ نہ کھانا نہ پینا نہ بیوی بچوں کا غم۔ وہ ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔ جیسے ہی

بنے ہی نہیں۔ کھانا پینا نہیں۔ ازدواجی تعلقات نہیں فرشتوں کے۔ اور ان کی خوراک کیا ہے؟ تسبیح تہلیل —— تو رمضان میں کیا کرتا ہے؟ سارا دن بھر صبح سے لے کر شام تک نہ کھاتا ہے۔ نہ پیتا ہے۔ نہ ازدواجی تعلقات قائم کرسکتا ہے۔ رات کو کیا کرتا ہے؟ قرآن پڑھتا ہے۔ اب اندازہ لگائیں۔ کہ ملکوتی صفات آئے کہ نہیں؟ دن کو روزہ۔ رات کو قرآن پڑھنا۔ اس لئے صحیح حدیث ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ عید کے دن جب مسلمان روزے پورے کرنے کے بعد اللہ تعالٰی کے سامنے اللہ کے حکم کے ماتحت خوشی مناتے ہیں۔ جسے ہم عید الفطر کہتے ہیں۔ اور پھر عید الفطر کے وقت اللہ تعالٰی کے حضور اپنے ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالٰی اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں۔ کہ اے میرے فرشتو! دیکھو یہ میرے بندے کیا مجھ سے مانگتے ہیں؟ (حالانکہ اللہ تعالٰی تو علیم اور خبیر ہیں) لیکن چونکہ آدم علیہ السلام کی خلافت کے وقت فرشتوں نے یہ بات عرض کی تھی۔ اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ج ۔ اے اللہ تو اس زمین میں اسے خلیفہ بناتا ہے۔ جو فساد کرے گا! تو اللہ تعالٰی فرشتوں کو منظر بتاتے ہیں۔ کہ دیکھو۔ میری عظمت اور میرے علم کو تم نہیں پاسکتے۔ میں نے جس آدم کو خلیفہ بنایا۔ دیکھو اسی کی اولاد میرے سامنے سربسجود ہوتی ہے۔

اب آدم علیہ السلام کو میرے بزرگو! دنیا میں تشریف لائے اربہا سال گذر چکے ہیں۔ کسی کو پتہ ہی نہیں۔ کب تشریف لائے تھے یہ دنیا میں تاریخیں ہوتی ہیں۔ مگر اپنے ہوتے ہیں۔ عموماً غلط بھی ہوسکتے ہیں۔ بہرکیف آج

بھی آدم کی اولاد ہم سب آدمی ہیں۔ آدم کی اولاد جنہوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا ہے آج بھی خداوند قدوس کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں اور یہ دن کو جو ہم روزہ رکھتے ہیں۔ راتوں کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ قرآن سنتے ہیں۔ یہ کس لئے؟ اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کے امیدوار ہیں۔ خدا کے سامنے اپنی مرادوں کی جھولیاں پھیلاتے ہیں۔

تو فرشتے عرض کرتے ہیں۔ یا اللہ! انہوں نے تیری عبادت کی۔ اور آج تجھ سے اپنی عبادت کے بعد چند درخواستیں لے کر تیرے حضور پیش ہوئے ہیں۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ الفاظ ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اے فرشتو! گواہ رہو وعِزَّتِیْ وجلالِیْ وَعُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِیْ۔ مجھے قسم ہے۔ اپنی عزت کی، مجھے قسم ہے اپنے جلال کی۔ مجھے قسم ہے۔ اپنی رفعت شان کی، مجھے قسم ہے اپنی بلندی کی۔ تم اس بات پر گواہ رہو۔ کہ ان کے میں نے سارے گناہ معاف کر دیئے۔ تو اس بابرکت مہینے میں ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ یہ جیسے ہی قرآن پڑھا جاتا ہے۔ تو قرآن کے لفظ میں بھی اعجاز ہے۔ اسی طرح میرے بزرگو! لفظ کتاب میں بھی اعجاز ہے۔ قرآن مجید کو کتاب کیوں فرمایا کِتٰبٌ۔ یہاں بھی فرمایا۔ سورہ بقرہ کے شروع میں گذرا الٓمّٓ ذالِکَ الکِتَابُ۔ تو یہ کتاب دنیا کی اور کتابوں سے ہر اعتبار سے الگ ہے۔ لفظ کتاب میں بھی رہ جاتا ہے۔ دنیا میں جتنی کتابت قرآن مجید کی ہوئی ہے۔ اتنی کسی کی نہیں ہوئی۔ یعنی قرآن مجید کو جتنا لکھا جاتا ہے۔ تفسیروں کی تعداد ہزاروں سے بھی زیادہ ہے۔ قرآن مجید کے نسخے

ہزار ہا سے زیادہ چھپتے ہیں۔ ہزار ہا کیا بھلا کروڑوں سے زیادہ لکھے جاتے ہیں۔ چھپتے ہیں۔ آج تک کتابیں چھپ رہی ہیں۔ اور بالخصوص اس طریقے پر اس کو لکھنے والے لکھتے ہیں۔ ہمارے ملک میں سونے کی تاروں کے ساتھ قرآن مجید کو لکھا جا رہا ہے۔ کتابی شکل میں۔ تو یہ کِتٰبٌ بہت بڑی کتاب بڑی عظمت والی کتاب۔ اس کے لفظ کتاب میں بھی اعجاز ہے۔ اُنزِلَ اِلَیْكَ جناب کی طرف اتاری گئی۔ حبیب جناب کی طرف اتاری گئی عظمت والی کتاب اُمّ الکتاب۔ سب کتابوں کی مبداء۔ سب کتابوں کی ماں۔ سب کتابوں سے عظیم کتاب جناب کی طرف اتاری گئی۔

تو آپ یہ اندازہ لگا لیں۔ جس ذات بابرکات کے ذمے اتنی بڑی ذمہ داری سونپ دی جائے۔ اس کا طبعی تقاضا کیا ہونا چاہیئے۔ میرے بزرگو! یہاں ایک چھوٹی سی بات یاد رکھ لیجئے۔ تاکہ پوری آیتیں حل ہو جائیں۔ یہ سب درس قرآن ہے۔ اللہ مجھے اور آپ کو سمجھ نصیب فرمائے۔ اور عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ جو تھوڑی تھوڑی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ہمارے لئے یہ بھی بڑی سعادت ہے۔ میرے بزرگو! امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا جتنے نبی گذرے ہیں۔ (انبیائے برحق) حضرت آدمؑ سے لے کر امام الانبیا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تک جتنے نبی گذرے ہیں۔ یہ جتنے کے جتنے نبی تھے۔ ان کو نبوت اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا ہوئی۔ یعنی یہ نبوت نبوت وہبی ہے۔ میں پہلے کسی درس میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ نبوت وہبی ہوتی ہے۔ کسبی نہیں ہوتی۔ نبوت وہبی عطیہ ہے اللہ تعالیٰ کا۔ کسبی نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں ہوتا۔ ایک آدمی ٹریننگ کرتا

رہتا ہے۔ کورس پاس کرتا رہتا ہے۔ پھر اس بات کا منتظر ہوتا ہے۔ کہ ڈاکیہ
ابھی لاتا ہے۔ میرے پاس چٹھی کہ نہیں یونیورسٹی سے نبوت کی ڈگری مل گئی۔ تو
وہ تو چٹھی لینے پر کوئی پریشان نہ ہوگا۔ کوئی بوجھ نہیں سمجھے گا۔ بلکہ وہ تو اس
کا منتظر ہوگا۔ لیکن جہاں پر نبوت وہبی ہے۔ نبوت ہے ہی وہبی اللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ
اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ۝ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
جس کو میں چاہوں چن لوں۔ میرے چن لینے میں میرا اپنا دخل ہے۔ جن کو میں
چنتا ہوں۔ ان کو تو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ کہ کیا ہونے والا ہے۔ ایسا اتفاق
یہ ہوا۔ قرآن میں دیکھ لیجیے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لے جا رہے
ہیں۔ مدین واپس تشریف لے جا رہے ہیں۔ کوہ طور کے پاس پہنچے ہیں۔ زوجہ
محترمہ حضرت صفورا آپ کے ساتھ ہیں۔ رات کا وقت ہے۔ سردی کا موسم
ہے۔ آپ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ج۔
موسیٰ علیہ السلام کو محسوس ہوتا ہے۔ کوہ طور کی طرف سے آگ۔ تو آپ اس
کے پاس پہنچتے ہیں۔ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا۔ میں نے
آگ کو محسوس کیا۔ دیکھا نہیں۔ اٰنَسْتُ فرمایا۔ قرآن مجید کا ہر ہر لفظ اپنے
اندر بحر بے پایاں رکھتا ہے۔ معانی کا اور معارف کا۔ یاد رکھیے میرے بزرگو!
قرآن مجید کے لفظوں میں بھی اعجاز ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اٰنَسَ فرمایا۔
وہاں پر نَظَرَ نہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں نَظَرَ اور اٰنَسَ میں فرق ہو جائے
گا۔ تو یہاں پر ہمارے شیخ التفسیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی قبر کو پر نور فرمائے۔ انہوں
نے بیان کیا۔ کہ جو مجھے یاد ہے انہوں نے فرمایا تھا۔ کہ جب موسیٰ علیہ السلام

کوہ طور کے قریب پہنچے۔ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۞ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۔ یہاں پر تکلف نہیں فرمایا۔ میری نظر میں آگ پڑی ہے۔ اٰنَسْتُ۔۔ آنس کے معنی ہیں محسوس کرنا۔ خواہ وہ خارج میں چیز ہو یا نہ ہو۔ آنس کے معنی محسوس کرنا۔ دل اور دماغ میں کسی چیز کا گذر جانا۔ خواہ وہ خارج میں نہ ہو۔ تو موسیٰ علیہ السلام جب وہاں سے گذر رہے تھے۔ تو کوہ طور کی طرف سے آگ جلتی نظر آئی۔ آگ وہاں تھی نہیں۔

یہاں پر ایک شبہ کا ازالہ کر رہا ہوں۔ یعنی آگ میں خدا نہیں ملا۔ نعوذ باللہ من ذالک) آگ میں خدا کیسے مل سکتا ہے؟ آگ تھی ہی نہیں۔ اٰنَسْتُ۔ میں نے محسوس کیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف کھینچتا چاہتی تھی۔ اور کھینچنا یوں ہوا۔ اسباب پیدا کر دیئے۔ کہ یہ رات کا مسافر، سردی کا ٹھٹھرا ہوا مسافر جہاں پہنچے گا آگ کی تو ضرورت ہوگی بہت معلوم کرنیکی ضرورت ہوگی اسلئے اس کے سامنے میری جو تجلی پیش تھی۔ وہ اس صورت میں پیش کر دی جائے۔ چنانچہ آگ جو آپ نے جلتی دیکھی۔ تو اپنی زوجہ محترمہ سے کہا۔ کہا میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ مجھے آگ نظر آرہی ہے۔ اسلئے آپ یہاں پر ٹھہریں۔ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا آپ یہاں پر ٹھہریں میں جاتا ہوں۔ وہاں سے تمہارے لیے آگ لاتا ہوں۔ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۞ تاکہ آپ تاپیں۔ آپ کا وجود گرم ہو جائے۔ سردی کا موسم ہے۔ یا یہ کہ وہاں پر کوئی راستہ قریب کا مل جائے۔ تو قرآن مجید میں آتا ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے قریب پہنچے ہیں۔ تو پورا ہجاہ من الشجرۃ پیدا تھا۔ پودے میں آگ کیسے لگ سکتی ہے۔ وہ تو نور تھا۔ یہ ندا آئی۔ یا موسیٰ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ اے موسیٰ میں تو اللہ ہوں۔ جو رب العالمین ہے۔

تو دیکھئے موسیٰ علیہ السلام کو تو اس کا علم ہی نہیں تھا۔ کہ مجھے اب نبوت ملنے والی ہے۔ میں نبی ہونے والا ہوں۔ کیونکہ پہلے سے کوئی تیاری تھوڑی ہی ہوتی ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اے موسیٰ! اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ جا تو فرعون کی طرف وہ بڑا سرکش ہو چکا ہے۔ اس کے سامنے جا کر میری توحید کو پیش کر۔ اس سے کہہ دے کہ جو تو نعرہ لگاتا ہے۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى تو جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ واحد لاشریک ہے تو خدا نہیں ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے دربار الوہیت میں عرض کی کہ یا اللہ مجھے اس میں کوئی اشکال نہیں۔ میں جانے کے لئے بالکل تیار ہوں۔ مجھے کوئی عذر نہیں ہے بلکہ اے رب العالمین تو جانتا ہے۔ کہ فرعون مصر کا مطلق العنان بادشاہ، سارے مصر کا فرمانروا ہے۔ اس کے مقابلے میں یا اللہ میں جاتا ہوں۔ لیکن میں چند باتیں عرض کرتا ہوں اے رب العالمین! رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْۤ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ ۝ وَاَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ ۝ یہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے چند باتیں عرض کیں۔ کہ یا اللہ میں ابھی تیرے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ نبوت تو مل گئی۔ رسالت مل گئی۔ معجزات مل گئے۔ میں جاتا ہوں۔ لیکن میری چند درخواستیں ہیں۔ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ اے اللہ میرے سینے کو کھول دے۔ کیونکہ میں نے بہت بڑا کام کرنا ہے۔ تو نے بہت بڑا کام میرے سپرد کیا ہے۔ میں نے جا کر فرعون سے بات کرنی ہے۔ فرعون کو تیری طرف بلانا ہے فرعون کے دعویٰ باطلہ کے ساتھ ٹکر لینی ہے۔ میں نے مصر کی سرزمین کو ہلانا ہے

اِشْرَحْ لِي صَدْرِي ۔ میرے سینے کو اب تو کھول دے تاکہ میں اس کو برداشت کر سکوں ۔ طبعی طور پر میں اس کو برداشت کر سکوں ۔ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ٥ اور اے میرے اللہ! میرے اس معاملے کو ذرا آسان کر دے ۔ جس کو میں آسان سمجھوں اسباب مہیا ہونے چاہئیں ۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ٥ اور میری زبان کی یا اللہ تو گرہ کھول دے ۔

بعض روایتوں میں آتا ہے ۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی ۔۔۔ یہ سب قرآن ہے ۔ ایک روایت میں ہے ۔ کہ ایک دفعہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی گود میں بٹھایا ۔ تو آپ نے اس کو تھپڑ مار دیا ۔ فرعون نے بیوی سے کہا (آسیہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے) کہ دیکھا! میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا ۔ کہ یہ بچہ کچھ خطرناک ہی معلوم ہوتا ہے ۔ میرے محل کے نیچے اگر بچے کے تابوت کا لگ جانا ۔ یہ تو کسی دشمن کی کوئی حرکت معلوم ہوتی ہے ۔ بیوی تو یہ کہتی ہے ۔ کہ نہیں ۔ لَا تَقْتُلُوهُ ق عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۔ اس کو قتل نہ کرو ۔ بڑا ہو کر ممکن ہے ۔ ہمیں نفع دے جائے ۔ اور اگر نفع نہ دیا تو بیٹا ہی بنا لیں گے ۔

انسان کی بدحواسی کا یہ عالم ہے ۔ کہ نعرہ بھی وقت یہ لگاتا ہے ۔ کہ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں گھر میں نہ بیٹا ہے نہ بیٹی ہے ۔۔۔ لوگوں کا رب بنا پھرتا ہے ۔ گھر میں نہ بیٹا ہے ۔ نہ بیٹی ہے ۔

تو حضرت آسیہ خاتون نے کہا کہ نہیں قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ ق اس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں ۔ اور تیرے لئے بھی ممکن ہے فائدہ دے جائے تو آسیہ خاتون کے کہنے پر فرعون نے آپ کو قتل نہ کیا ۔ تو جب آپ کو فرعون نے ایک

دن گود میں لیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو تھپڑ مار دیا۔ تو فرعون نے کہا
آسیہ خاتون سے کہ دیکھا۔ یہ بچہ کچھ ترکی معلوم ہوتا ہے۔ میں اب اسے زندہ نہیں چھوڑتا۔
آسیہ خاتون نے سمجھایا۔ کہ بے وقوف یہ بچہ ہے۔ اس کو کیا پتہ کہ تو کون ہے۔ اور یہ
کون ہے۔ چنانچہ تاریخوں میں آتا ہے۔ تفسیروں میں موجود ہے۔ اور مفسرین کے اقوال
عموماً مستند ہوتے ہیں۔ ہمارے علماء نے بڑی تحقیق کی ہے۔ ان میں کچھ کمزور روایات
بھی ہوتی ہیں۔ لیکن اکثریت ان میں مستند ہوتی ہے۔ اور جس روایت کا ٹکراؤ قرآن
و حدیث کے ساتھ نہ ہو۔ اسے قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ جہاں پر بنیادی
عقیدوں پر کوئی زد نہ پڑتی ہو۔ چنانچہ آسیہ خاتون نے حکم دیا۔ کہ ایک پلیٹ میں
لعل رکھ کر لائیں۔ اور ایک میں دہکتا ہوا انگارہ، کوئلہ، چنگاری جسے کہتے ہیں۔
دیکھتے ہیں۔ کہ یہ بچہ سمجھ دار ہے۔ یا غیر سمجھ دار ہے۔ (میں خلاصہ عرض کر رہا ہوں)
تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بجائے اس کے کہ اس لعل کو جو چمک رہا تھا۔ اپنے ہاتھ
میں لیتے۔ انہوں نے اس چنگاری کو اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لیا۔ جس سے آپ کی
زبان جل گئی۔ اور آپ کی زبان میں لکنت تھی۔ لیکن اس تھوڑے جیسے نقصان سے
نتیجہ یہ نکلا۔ کہ فرعون کے دماغ میں وہ جو شبہ تھا۔ وہ دور ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ
یہ تو بچہ ہے۔ میں نے ویسے ہی غلط خیال اس کے متعلق کر لیا۔ اگر یہ بچہ سمجھ دار
ہوتا۔ تو یہ لعل کو اٹھاتا۔ نہ کہ آگ کو اٹھاتا۔

یہی حکمتیں ہوتی ہیں میرے بزرگو! کبھی کبھی خداوند قدوس کی طرف سے کچھ
تھوڑی تھوڑی ہمیں چنگاریاں لگا دی جاتی ہیں۔ ہم اس کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتے
عَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ج وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَ

شَرٌّ لَّکُمْ ط یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک بات کو تم مشکل سمجھو۔ لیکن وہ تمہارے حق میں بہتر ہوگی۔ اور یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک بات کو تم بہتر سمجھو کہ وہ تمہارے حق میں شر ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام کی کشتی میں جس میں آپ سوار ہیں۔ خضر علیہ السلام بھی ساتھ ہیں۔ آپ نے اس کشتی کو توڑ دیا۔ (قرآن میں قصہ موجود ہے سورت کہف میں) تو حضرت موسیٰ فوراً اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اے خضرؑ تو نے اس کشتی کو توڑ دیا۔ جن بچاروں نے ہمیں مفت سوار کیا۔ کشتی کا جو تختہ ٹوٹ گیا ہے۔ اب پانی کشتی کے اندر آئے گا۔ کشتی ڈوب جائیگی۔ ہم سارے غرق ہو جائیں گے۔ اور یہ بیچارے بھی برباد ہو جائیں گے۔ لیکن خضرؑ کیا فرماتے ہیں؟ ذرا ٹھہرو! تم نہیں جانتے۔ اس میں کیا مصلحت ہے۔ چنانچہ ان کی ساری باتوں کی آپ نے تعبیر بتلائی۔ اس میں یہ بھی بتایا۔ اَمَّا السَّفِیْنَۃُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَھَا وَکَانَ وَرَآءَھُمْ مَّلِکٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا ○ اے موسیٰ! میں نے وہ جو کشتی توڑی تھی۔ وہ اس لئے توڑی تھی۔ کہ اس گھاٹ پہ آج سالم کشتیوں کو پکڑ رہے تھے۔ بیگار میں۔ اور ان بچاروں کی تو ایک ہی کشتی تھی۔ اگر یہ بھی بیگار میں پکڑی جاتی۔ تو رات کو یہ بال بچوں کے پاس کیا لے کر جاتے؟ میں نے ایک تختہ نکال دیا۔ جب وہ گھاٹ پر پہنچی۔ تو دیکھا پولیس کے آدمیوں نے کہ یہ کشتی تو بیکار ہے۔ اس میں اگر کوئی "صاحب" بیٹھا۔ تو "صاحب" ڈوب جائے گا۔ اب یہ تو نہیں ہوتا۔ کہ ایک تختہ لگائیں۔ بیگار میں کون آفیسر کچھ خرچ کرتا ہے۔ تو ان کی ایک پنج لگی ہوگی۔ کشتی پھر مرمت ہو گئی۔ میرے اس تختہ اکھیڑنے سے ان کی کشتی بچ

کبھی دیکھا ہے، رات کو اپنے بال بچوں کے پاس. وہ کھانے لے کر پہنچ جائیں گے۔
تو خداوند قدوس کی طرف سے جو باتیں آتی رہتی ہیں۔ ان میں شکستیں آجاتی ہیں۔ ان
میں بہت بڑے اثرات ہوتے ہیں۔ انسان ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ تعالیٰ
کے حضور جو دعا کی۔ (اگلی آیت کی تشریح کر رہا ہوں) تو آپ نے اس دعا میں کیا
عرض کیا۔ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ اے میرے اللہ! میرے سینے کو کھول دے
جو تو نے مجھے نبوت کے تاج سے سرفراز فرمایا۔ اور مجھے جو حکم دیا۔ وہ میں جا کر فرعون
کے سامنے پیش کرنے والا ہوں۔ تیرا حکم میں مانوں گا۔ لیکن میری چند باتیں ہیں میرے
سینے کو کھول دے۔ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ اور میرے معاملات میں آسانی پیدا
کر دے۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنا۔ اللہ تعالیٰ سے اعانت طلب کرنا۔ یہ
نبوت کے منافی نہیں ہے۔ نبی کا اللہ تعالیٰ پر پورا یقین ہوتا ہے۔ پورا اعتماد
ہوتا ہے۔ لیکن نبی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے کسی وقت بھی بے نیاز نہیں ہوتے
یاد رکھیں مسئلہ۔ نبی کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے بے نیاز نہیں ہوتے
آج ہم سارے پڑھتے ہیں۔ درود اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے صلوٰۃ و سلام کے محتاج
ہیں؟ نہیں۔ امام الانبیاء کے درجات بڑھتے ہیں۔ اتنے اونچے مقام پر فائز
ہونے کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی رحمت کے متلاشی ہیں۔ اللہ
کی رحمت کو پسند کرتے ہیں۔ جتنی بھی رحمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں

لی۔ اتنی ہی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی اور مسرت حاصل ہو گی تو اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعا فرمائی۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ کہ اے رب العالمین! اس اسلام کو دو عمروں میں سے ایک عمر کے ساتھ تقویت عطا کر دے۔ حضرت عمر ابن خطاب یہ بھی عمر ہیں۔ اور عمر ابن ہشام، یہ ابوجہل کا نام ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا کو قبول کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمان فرما دیا۔ وَ یَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ کی تفسیر ہے۔ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۙ وَ یَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ۙ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ۙ اے میری زبان کی گرہ کو کھول دے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کی زبانوں کی گرہ کو کھولا ہے۔ اعجازی طور پر۔ ہماری تاریخوں میں ہے۔ ہماری سیرت کی کتابوں میں ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابۂ کرام کو دوسرے ملکوں میں تبلیغ کے لئے بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ اور ان کے ذمے اپنے فرائض متعین کر دیئے۔ کہ تم فلاں ملک میں جاؤ تم فلاں ملک میں جاؤ۔ تم فلاں ملک میں جاؤ۔ تو صحابہ کرام نے اس حکم کو بسر و چشم قبول کیا۔ لیکن ایک اپنی مشکل پیش کی۔ کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیک وسلم، ہم ابھی جاتے ہیں۔ ہمارا عذر کیا ہے۔ ہم تو ایمان لا چکے ہیں۔ آپ کے قدموں کے طفیل۔ اتنا اشکال ہمیں ضرور ہے۔ کہ جس ملک میں جناب ہمیں بھیج رہے ہیں وہاں کی بولیاں ہمیں نہیں آتیں۔ تو یہ کیا ہو گا؟ کس طرح ہم جا کے تبلیغ کریں؟ کس طرح ہم جا کر پیغام پہنچائیں۔ کس طرح یہ دعوتی خطوط وہاں پر جا کر دیں؟ حدیثوں میں آتا ہے۔ سیرت کی کتابوں میں آتا ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ

وسلم نے دعا فرمائی۔ اور جن جن صحابہ کرام کو جن جن ملکوں کے لئے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے متعین فرمایا تھا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے ان کی زبان پر وہ بولیاں جاری ہوگئیں۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۵﴾

آج بعض بھائی ہمارے کہتے ہیں۔ (اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی سمجھ نصیب فرمائے) آج ہمارے بعض مولوی صاحبان کہتے ہیں۔ "بھائی بیٹا کیا کرتا ہے؟ جی میرا بیٹا انگریزی پڑھ رہا ہے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا۔ کہ ہم انگریزی کے خلاف نہیں ہیں انگریزی تو ایک زبان ہے۔ میرے بزرگو! ہم تو انگریزی تہذیب کے خلاف ہیں۔ انگریزی تمدن کے خلاف ہیں۔ ہم انگریزی کے خلاف نہیں ہیں۔ یہ کس نے کہا ہے؟ انگریزی زبان سیکھنی چاہیئے۔ لیکن دیکھیں ہیں۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے بس بات صرف اتنی ہے۔ نتیجہ کیا نکلے گا۔ مولوی صاحب بھی پوچھتے ہیں۔ پیر بھی پوچھتے ہیں۔ "ہاں ماشاء اللہ! جی لڑکا کالج پڑھ رہا ہے۔ جی لڑکا اب لندن جا رہا ہے۔" کیوں؟ "انگریزی پڑھنے"۔ "جی انگریزی کیوں پڑھاتے ہو" اور جی یہ جائے گا یورپ، پھر تبلیغ کرے گا۔ تو وہاں کی بولی سیکھنی چاہیئے۔ وہ تبلیغ کرتے کرتے خود شکار ہو جاتا ہے۔ (اللہ ذلت انعام سے بچائے) کیا صحابہ کرام نے پہلے بولیاں سیکھیں؟ حضورؐ نے ہاتھ اٹھائے "اے میرے اللہ! یہ میری امت کے بندے۔ تیرے بندے۔ میرے جانثار، تیرا دین پھیلانے کے لئے جا رہے ہیں۔ اے قادر حکیم تو جن کی زبانوں پر گرہ چڑھا سکتا ہے تو ان پر عبرانی بھی چڑھا سکتا ہے۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے۔ ان کی زبانوں نے انہی بولیوں کو بولنا شروع کر دیا۔ یہ تو قریب نفس ہے۔ میرے بزرگو! (اللہ ہم سب کو سمجھ نصیب

فرمائے) یہ تو فریب نفس ہے، اور اس فریب نفس میں آج ہم سب مبتلا ہیں (الا ماشاء اللہ)

(۵) گذرے ہیں۔ ایک مولوی اسمٰعیل لندنی۔ انگریزوں کے زمانے کے شروع شروع میں وہ تھے۔ مولوی اسمٰعیل لندنی مشہور رہیں۔ مشہور کیا ہیں۔ اب تو نام بھی بچارے کا مٹ گیا ہے۔ کتابوں میں تذکرہ آیا ہے۔ اسی مولوی عثمان غنی صاحب کی برکت ہے خدام الدین میں بھی اس کا نام آجائے گا۔ تو اس مولوی اسمٰعیل لندنی کو لکھنؤ کے ایک نواب نصیر الدین حیدر نے (انگریزوں کے زمانے میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں ابتدائی زمانے میں تھیں) سفیر بنا کر بھیجا انگلینڈ مولوی صاحب تشریف لے گئے۔ لندن۔ وہاں پہنچے تو بس وہاں جس طرح کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی عادت ہے ۔۔۔ یاد رکھو! میرے بزرگو! میں اپنی بچیوں سے بھی درخواست کروں گا۔ آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں۔ کہ شیطان عصمت کے راستے سے بڑا سخت حملہ کرتا ہے۔ اس کو قریب نہ آنے دیجئے۔ اس لئے فرمایا۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَآءَ سَبِیْلًا ۝ زنا کے قریب مت جاؤ۔ زنا کرنا تو بجائے خود رہا۔ زنا کے قریب بھی مت جاؤ۔ قرب کا کیا معنیٰ ہے؟ آنکھوں کو محفوظ رکھو، کانوں کو محفوظ رکھو، زبانوں کو محفوظ رکھو، ہاتھوں کو محفوظ رکھو، پاؤں کو محفوظ رکھو، اور دل کو محفوظ رکھنے کے لئے

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

زیادہ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اسلئے صوفیائے کرام ذکر قلبی پہلے

کراتے ہیں ۔ ذکر قلبی ۔ دل ہر وقت ذاکر رہے تاکہ دل میں غیر اللہ کی محبت ہی نہ آئے ۔ اور غیر اللہ کی محبت میں سب سے خطرناک محبت جو ہے ۔ وہ وہ ہے ۔ کہ انسان کی عصمت کو پاش پاش کر دے ۔

مولوی صاحب وہاں تشریف لے گئے ۔ تو لیس وہاں پھنس گئے ۔ بچارے "صرف مولوی تھے" وہاں ایک انگریز عیسائی لڑکی مس ڈرنس کے ساتھ شادی ہو گئی ۔ شادی کے بعد کچھ زمانہ رہے ۔ تو واپس جب تشریف لائے ۔ تشریف کیا لائے ۔ جب واپس لوٹے ۔ تو وہ حج کا زمانہ تھا جس وقت ان کا جہاز بحیرہ قلزم سے گذرنے لگا تو بیوی نے کہا ۔ دعیسائی لڑکی نے کہا) کہ حضرت اب تو حج کرنے جائیے ۔ حج کا زمانہ ہے ۔ تو مولوی صاحب نے جو جواب دیا ۔ وہ اس کے جہنمی ہونے کے لئے کافی ہے ۔ انہوں نے کہا ۔ کہ اس مکان میں کیا رکھا ہے ۔ جو چند پتھروں سے بنایا گیا ہے ؟ دیکھا ؟ مولوی اسمٰعیل لندنی کو جہنم کہاں سے ملی ۔ وہاں سے ملی ۔ ہم سمجھتے نہیں ان باتوں کو ۔ کس نے کہا انگریزی نہ پڑھو ۔ پڑھو ۔ لیکن کسی وقت یہ بھی میرے بھائی سوچو ۔ کہ انگریزی پڑھنے سے میرے گھر میں اسلام آرہا ہے ۔ یا جا رہا ہے ؟ میرے گھر سے دین رخصت ہو رہا ہے ۔ یا آرہا ہے ۔ اللہ کی پناہ آپ دوست تو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں ۔ آج جس دور سے ہم گذر رہے ہیں ۔ وہ میرے اور آپ کے سامنے ہے ۔ میرے بزرگو ! دنیا کے سارے کام کرو ۔ بولیاں سیکھو زبانیں سیکھو لیکن اللہ کو مت بھولو ۔ اور خدا وند قدوس اس وقت نہیں بھولتا ۔ نہیں بھلایا جا سکتا ۔ جب تم کم از کم ہفتے میں ایک دن نہ سہی ۔ مہینے میں ایک دن اللہ

کے کسی نیک بندے کے پاس جا کر چند منٹ بیٹھ جاؤ۔ ہمارے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ لاہور والو! اگر تم ہفتے کے دن یا اتوار کے دن یا ہفتے کے کسی دن اپنے بچوں کو صرف ایک گھنٹے کے لئے میرے درس میں بھیج دو۔ تو یہ ایک گھنٹے کا بیٹھنا اس کی نجات کے لئے کافی ہو جائے گا۔ تو یہاں ہوتا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی درخواست کی۔ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کھڑے کئے۔ اللہ نے ان کی زبانوں پر ان دعاؤں کو جاری کر دیا۔ یہ بھی وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۙ ہے۔ اور ایک وہ ہے۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۙ چنانچہ آپ کی زبان سے گرہ کو کھول دیا گیا لکنت دور کر دی گئی۔ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۠ تاکہ وہ میری بات کو سمجھ سکیں۔ یہ سب حَرَجٌ مِّنْهُ کی تفسیر ہے۔

یہاں پر ایک چھوٹا سا نکتہ ہے۔ اور وہ نکتہ قرآنی تفسیر کے لئے ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ کے حضور جب یہ دعا فرما چکے۔ اس کے بعد آپ کی زبان میں لکنت جو تھی۔ وہ دور تو ہو گئی۔ لیکن پوری طرح دور نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے جب فرعون کے پاس جا کے آپ نے دعویٰ پیش کیا۔ کہ اے فرعون! میں اللہ کا رسول ہوں۔ تو خدا نہیں ہے۔ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۙ ہے۔ تو کیا بلا ہے؟ تو فرعون نے اپنے سارے ملازموں کو۔ اپنے وزراء کو۔ اپنے ممبروں کو اکٹھا کیا۔ اور ان کے سامنے جو تقریر کی۔ اور اس تقریر میں موسیٰ علیہ السلام پر جو تنقیدات کیں۔ ان میں ایک تنقید یہ بھی تھی۔ وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ کہ اے میرے وزیرو! اے میرے ملک کے سردارو! تم میری بات مانو گے۔ یا اس موسیٰ

کی بات مانو گے؟ ایسا موسیٰ ھُوَ مَہِیْنٌ (نعوذ باللہ) جو ذلیل انسان ہے۔
وَلَا یَکَادُ یُبِیْنُ ۝ اور یہ تو کھل کر بات بھی نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ
لکنت کا اثر باقی تھا۔ لیکن لَا یَکَادُ یُبِیْنُ ۝ کھل کر بات نہیں کر سکتے تھے سننے
والا بات سمجھ جاتا تھا۔

تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔ رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی ۝ وَ
یَسِّرْ لِی اَمْرِی ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِی ۝ تو اللہ تعالیٰ نو نبیوں کی
دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو دعا ہر ایک کی سنتا ہے۔ یہ ہمارے
ہاں غلط محاورہ ہے۔ آج کل مسلمانوں میں یہ بات بہت چلتی ہے۔ "او جی! ہم جیسوں
کی تو خدا بھی نہیں سنتا — ہاں غریب تو خدا کی بہت سنتا ہے نا، جو خدا اس کی
نہیں سنتا۔ خدا سنتا ہے سب کی۔ یاد رکھیئے۔ یہ کلمہ اسلام کے خلاف ہے۔ سمیع
اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور سمیع ہر وقت اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ میری
سنتا ہے۔ آپ کی سنتا ہے۔ نیکوں کی سنتا ہے۔ بدوں کی سنتا ہے۔ اچھوں کی
سنتا ہے۔ چھوٹوں کی سنتا ہے۔ بڑوں کی سنتا ہے۔ راتوں کو سنتا ہے۔ دن کو
سنتا ہے۔ ہر ایک کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور قبول اس کی کرتا ہے جس کو
اس کا جی چاہتا ہے۔ قبول کرنے میں تو وہ مجبور نہیں ہے۔ سنتا سب کی ہے۔ قبول
اس کی کرتا ہے جس کو وہ پسند کرے۔ اور پسند کسے کرتا ہے۔ وہ بھی قرآن
میں فرما دیا۔ روزوں کی بحث میں آتا ہے۔ سورۃ بقرہ میں اللہ فرماتے ہیں
وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ۔ سمجھ لیجئے۔ جب تم کو پوچھیں۔ کہ
اللہ کہاں ہے۔ تو بتا، جھگڑا ختم ہو گیا ہے۔ اللہ سے دعائیں کرتے ہیں — اللہ

کہاں ہے؟ تو کیا کہہ دیجئے؟ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط میں تو تیرے بالکل قریب ہوں۔ ظالم!
تو ہی میرے پاس نہیں آتا۔ میں تو بالکل قریب ہوں۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ
حَبْلِ الْوَرِیْدِ ٥ میں تو تیری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ لیکن بات اتنی
سن فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ٥ اُجِیْبُ دَعْوَةَ
الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا۔ میں قبول کرتا ہوں۔ پکارنے والے کی پکار کو، جب وہ مجھے
ہی پکارتا ہے۔ لیکن ایک شرط میں نے تھوڑی سی رکھ دی ہے فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ میری
بات کو بھی تو قبول کرنا! میری بات قبول نہیں کرتا۔ میں تیری کیوں قبول کروں؟ میرا
بندہ ہو کر مالک کی بات قبول نہیں کرتا۔ تو آقا ہو کر تیری بات کر کیوں قبول
کرے اور منظور کرے؟ یہ بھی تو اس کی رحمت بے پایاں ہے۔ یہ جو کچھ آپ دیکھ
رہے ہیں۔ مجھ پر جو رحمتیں ہیں۔ آپ پر رحمتیں ہیں۔ جو کائنات پر رحمتیں ہیں اللہ
تعالیٰ کی اس دور میں۔ یہ سراپا ظہور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کاملہ کا۔ اور
اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کا۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمین
کا۔ ورنہ جو گناہ ہم آج کرتے ہیں۔ قرآن اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ
دَآبَّةٍ ط اگر میں ان دنیا والوں کو ان کی بد اعمالی کی وجہ سے پکڑنے لگ جاؤں۔ تو
دنیا میں انسان تو بجائے خود رہے۔ ایک بھی سانس لینے والی مخلوق باقی نہ رہے
یہ تو خدا کی رحمت کی تجلیات ہیں۔ کہ آج ہم سانس لے رہے ہیں۔ اس دور پر
بھر رہا ہے ہیں۔ تو اسلئے سوال یہ ہوا۔ کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دعا کی۔ اللہ
تعالیٰ تو نبیوں کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے

اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے سارے بدنی کمزوریوں کے واقعات پیش کئے۔ اور ساتھ ایک چھوٹی سی بات بھی کہہ دی۔ وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ اے میرے اللہ میں نے پہلے بھی جب کبھی تجھ سے کوئی بات مانگی۔ کوئی دعا مانگی۔ میں کبھی محروم نہیں رہا۔ مجھے اب بھی تیرے دربار سے امید ہے کہ تو مجھے محروم نہیں رہنے دے گا۔ نبیوں کی دعاؤں کو تو اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے جو دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے کیسے قبول کی۔ کہ فرعون یہ طعنہ دے رہا ہے۔ وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ یہ کھل کر بیان نہیں کر سکتا۔ قربان جائیے علمائے برحق کے اللہ ان کی قبروں کو پُر نور فرمائے۔ حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے عقیدہ کے مطابق بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے۔ انہوں نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خود ہی تو یہ کہا تھا۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ پر نہیں ٹھہرے۔ اگر یہ عرض کرتے۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ اے میرے اللہ میری زبان سے گرہ کھول دے۔ تو بس زبان بالکل پوری طرح صاف ہو جاتی۔ انہوں نے خود ہی تو کہا تھا۔ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ اتنی میری زبان کو کھول دے کہ میری بات کو وہ سمجھ لیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اتنی کھول دی۔ وہ بات کو سمجھ گئے۔ پوری کھولنے کی تو دعا ہی انہوں نے نہیں کی۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تاکہ میری بات کو وہ سمجھ جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اتنی زبان کھول دی۔

تو اس لئے میں عرض یہ کر رہا تھا۔ کہ انبیاء کے نبوت میں جب رسالت کی

ذمہ داری نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر ڈالی جاتی ہے۔ تو ہر نبی . . . . . . چونکہ پہلے سے تو تیار نہیں ہوتے۔

مجھے یاد ہے۔ ہم دیوبند پڑھتے تھے۔ اور دورہ میں تھے۔ چھٹیاں تھیں۔ میں اور میرے ہمراہ چند دوست تھے۔ اگر وہ مر گئے ہیں۔ تو اللہ ان کو جنت نصیب فرمائے۔ زندہ ہیں۔ تو اللہ ان کو سلامت رکھے۔ ہم دلی چلے گئے سیر کے لئے تو طالب علموں میں دینی اور علمی باتوں کا جنون ہوتا ہے۔ ہم وہاں پہنچے۔ تو کسی نے بتایا۔ کہ یہاں دلی میں ایک آدمی ہے۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ ایک نئی بات تھی۔ کہ چلو بھائی "نبی" کو دیکھیں۔ طالب علموں میں ایک جنون ہوتا ہے بس جی ہم چلے گئے۔ چاندنی چوک کے سامنے ایک ادارہ تھا۔ اس میں باہر لکھا ہوا تھا۔ "دار الفلاح" اور اوپر لکھا ہوا تھا حَیَّ علی الفلاح۔ "حَیَّ عَلَی الْفَلَاح" ہم چلے گئے۔ طالب علم اندر گئے۔ تو بڑا لمبا چکر تھا۔ اوپر کی منزل میں۔ ایک کمرے سے گزرے۔ دوسرے سے گزرے۔ تو انہوں نے روک لیا۔ کہ بھائی کہاں جاتے ہو! ہم نے کہا۔ بھائی سنا ہے۔ کہ یہاں ایک "نبی" ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں آگے چلے جائیں اور آگے جب گئے۔ آپ یقین کریں۔ اس وقت میں باوضو بیٹھا ہوں، اور الحمد اللہ ہم سب روزے سے ہیں ۔۔۔ میں غلط نہیں کہہ رہا ۔۔۔ وہاں جب ہم گئے۔ کمرے میں داخل ہوئے۔ تو دیکھا کہ ایک بالکل سیاہ فام مردود قسم کا چہرہ چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ جس نے اپنے اوپر رضائی اوڑھ رکھی تھی۔ جب ہم اندر گئے۔ تو وہ کھڑا ہوا اور اپنے منہ سے رضائی ہٹائی اور پوچھا "کدھر آگئے ہو"؟ ہم نے کہا "ہم دیوبند سے آئے ہیں" جب ہم نے دیوبند کا نام لیا۔ تو وہ اور چونک گیا۔ کیسے آنا ہوا؟

بیٹھئے "، ہم نے کہا۔ بیٹھتے نہیں، ہمیں آپ سے ایک بات پوچھنی ہے۔ سنا ہے آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے" تو کہنے لگا "نہیں، کیا نہیں ہے۔ تیاری کر رہا ہوں"، بس ہم نکل آئے۔

تو یہ ہے، جو لوگ پہلے نبوت کی تیاریاں کرتے ہیں۔ وہ تو اس بات کو مشکل نہیں سمجھتے ہوں گے۔ لیکن جہاں دل میں یہ بات ہی پہلے نہیں ہے۔ وہاں حبیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذمہ داری سونپ دی جائے۔ تو میرے بزرگو! یہ تو نبوت ہے۔ ولایت بہت بڑی بات ہوتی ہے۔ قرب جو ہے رب العزت کا۔ رحمتیں بھی ہیں۔ میرے بزرگو۔ لیکن اس میں بھی بڑی احتیاط کی باتیں ہوتی ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں۔ جی فلاں ولی صاحب مزے کر رہے ہیں۔ مزے کہاں کرتے ہیں۔ ان کو روحانی مسرتیں تو ہوتی ہیں۔ لیکن ان کی زندگیاں جو محتاط گذرتی ہیں۔ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ تقوے کا مفہوم کیا ہے۔ رکاوٹ ——

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ یہ قرآن ہدایت ہے۔ کس کے لئے؟ متقی لوگوں کے لئے۔ متقی کون ہیں۔ تقویٰ والے، تقویٰ کا معنیٰ؟ پرہیز۔ جس کا ہر چیز سے پرہیز ہے۔ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں۔ جو پرہیز سکھاتی ہو۔ دنیا کے سارے دستور اور کتابیں استحصال سکھاتی ہیں۔ کسی طرح دوسروں کا خون چوسو۔ قرآن بتاتا ہے۔ کہ ہر چیز سے پرہیز کرو۔ ہر چیز سے رکتے رہو۔ تم نہیں سمجھتے۔ میں نہیں سمجھتا۔ اولیاء اللہ کی باتوں کو، ان کی صحبتوں کو جا کر دیکھو۔ ان کی خلوتوں کو جا کر دیکھو۔ تو خبر پتہ چلتا ہے۔ کہ ولایت کسے کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی نیک ولی کے ساتھ مجھے بھی اور آپ کو بھی کم از کم ایک ہی دن انشاء اللہ گذارنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ تو پتہ چل جائے۔ کہ ولایت کسے کہتے ہیں۔ اگر ہم ایک رات کسی ولی برحق کے پاس ٹھہریں۔ تو ہمیں پتہ چل جائے گا۔ تم جو دیکھتے ہو۔ ان کے چہروں پر جلال۔ خوشیاں۔ مسرتیں۔ وہ ساری راتوں کی عبادتوں کا ذوق ہوتا ہے وہ جو اپنے رب کے سامنے راتوں کو روتے ہیں۔ اس کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔ ساری ساری راتیں میرے بزرگو! ان کی لرزاں اور ترساں گذر جاتی ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے قرب کی تلاش میں اپنی راتوں کو خرچ کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب رحمت بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قرب بڑی بڑی آزمائش بھی ہے۔ ذرا سی بے اعتدالی ہو جائے۔ میرے بزرگو! سینکڑوں سال پیچھے چلا جاتا ہے۔ انسان، اکابر۔ اولیاء اللہ ہمیشہ محتاط رہا کرتے تھے۔ ان کے ہاں یہ لمبے قصے نہیں تھے جو ہم نے بنا رکھے ہیں۔ ان کے ہاں یہ کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ تو صرف ایک کی کہتے تھے ایک کی سنتے تھے صرف ایک سے تعلق لگائے تھے۔ رب العالمین عز اسمہٗ کے ساتھ۔

تو نبوت تو الگ رہی۔ رسالت تو بڑی چیز ہے۔ ولایت ہی بہت بڑی چیز ہے۔ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے عقیدے کے مطابق سیدالاولیاء ہیں۔ یاد رکھو۔ سیدالاولیاء سب ولیوں کے سردار، آپؒ کے کلام میں موجود ہے۔ میں تو حضرت سید کا ادنیٰ خادم ہوں۔ خادم کیا ہوں! ان کے دربار کا تو میں سمجھتا ہوں، خاکروب بننا بھی ہمارے لئے شرف ہے۔ بہت اونچی ہستی کے مالک تھے۔ سیدالاولیاء سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کا اپنا کلام ہے۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں۔ قَدَمِیْ هٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ۔ یہ ان کے الہام ہوتے ہیں۔ اللہ بخشتے نوازتے ہیں۔ ایک دفعہ انہوں نے فرمایا۔

میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔ بات بڑی ٹھیک ہے۔ حضرت شیخ کے ساتھ تعلق ہو جائے۔ تو پھر عجیب عجیب اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ یہ سب فیض ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ولی بھی اسی دربار کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس پر کچھ علماء نے بحث کی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ آپ واقعی سید الاولیاء ہیں۔ لیکن اس سے مراد اس زمانے کے ولی ہیں۔ جس زمانے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں۔ اس زمانے کے جتنے ولی تھے۔ ان سب ولیوں کے آپ سردار تھے۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے۔ کہ بعد میں آنے والے ایسے اولیاء پیدا ہو جائیں۔ جن کا مقام شیخ سے بھی بلند ہو۔ لیکن ہمارے قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ نہیں اس سے مراد ہر زمانے کے ولی بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ سید الاولیاء ہیں۔ آنے والے یعنی جو ولی آئیں گے۔ ان کے بھی سردار ہیں۔ کون؟ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

لیکن شیخ عبدالقادر جیلانی کے متعلق آ گئے ہیں بات سناتا ہوں۔ وہ ذرا سن لیجئے۔ ایک دفعہ خلیفہ بغداد حاضر خدمت ہوا۔ توڑا بھرا ہوا لایا۔ پونڈوں کا۔ اس وقت نوٹ وغیرہ تو نہیں ہوتے تھے۔ اشرفیاں تھیں۔ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ تشریف فرما تھے۔ بیٹھا۔ "کدھر بھائی؟"۔ حاضر خدمت ہوں حضرت نے "یہ کیا ہے؟" عرض کی "نذر کے لئے کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں۔" فرمایا "مجھے تم نے کیا سمجھ رکھا ہے؟" "حضرت میں تو حاضر خدمت ہوں۔ معتقد ہوں۔ یہ پیش کرتا ہوں۔ قبول فرما لیجئے۔" فرمایا "کیا ہے اس میں؟" عرض کیا۔ "حضرت!

میں یہ عرض کر رہا ہوں۔ کہ اس میں پاؤنڈ ہیں۔ سکہ ہے۔ ضرب شاہی کے ساتھ سکہ ہے۔ پونڈ ہیں سونے کے" فرمایا "نہیں۔ یہ تو خون ہے۔ میں خون قبول نہیں کرتا" وہ بڑا پریشان ہوا۔ کہ خون کہاں ہے۔ (وہ سمجھا نہیں) "خون نہیں ہے حضرت" فرمایا خون ہے۔ یہ تو گوشت کے ٹکڑے تم لائے ہو۔ بوٹیاں ہیں۔ خادم کو حکم دیا۔ کہ اس توڑے کو اٹھاؤ۔ اس نے توڑے کو اٹھایا۔ تو اس میں سے خون کے قطرے نکلے فرمایا۔ کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ غربا۔ یتامیٰ۔ مساکین کا خون میرے دربار میں پیش کرتے ہو۔ تو قرب میں جب انسان آجاتا ہے۔ رب العالمین کے قرب میں۔ تو پھونک پھونک کر قدم رکھنے پڑتے ہیں۔ ہمارے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کتنے کتنے جلسوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ بغیر بزرگو! بھو کے آجایا کرتے تھے۔ اللہ نے آپ کو بڑی بصیرت عطا فرمائی تھی۔ اس بصیرت کے ماتحت سمجھ لیتے تھے کہ کیا حلال ہے۔ اور کیا حرام ہے۔ لوگ ان باتوں کو نہیں سمجھتے۔ جسے اللہ تعالےٰ نوازے نواز سکتا ہے۔ میرے بزرگو! دنیا کی ہر چیز میں اللہ تعالےٰ نے قوت حاسہ رکھی ہے۔ وہ سمجھ سکتی ہے۔ اچھی نیکی بدی کیسے اولیاء اللہ جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، پر پختگی سے عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا ان کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا نہیں فرمائیں گے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا۔ کہ نبی تو بڑے مقام کے مالک ہیں۔ اولیاء اللہ بھی اس فرض ولایت کو جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ لوگوں کے سپرد ہوتا ہے کائنات کی بہبودی، کائنات کی رہنمائی۔ کائنات انسانی کو اللہ کی طرف چلانا

راتوں، دنوں میں وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو سربسجود رہتے ہیں۔ دعائیں مانگتے ہیں۔ مجاہدات کرتے ہیں۔ ریاضتیں کرتے ہیں۔ سفر کرتے ہیں۔ کیا خیال ہے آپ کا سیدنا خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ چشت سے چل کر آئے تھے اجمیر کس کے لئے آئے تھے؟ کیا وہ مریدوں کے پاس آئے تھے۔ چندہ لینے کے لئے؟ یا شاگردوں کے پاس آئے تھے؟ یا کسی بادشاہ کے پاس آئے تھے۔ کہ تم مجھے گھوڑے دے دو۔ یا تین چار مربعے دیدو؟ کیوں آئے تھے۔ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور کیوں آئے تھے؟ یہ کیوں آئے تھے؟ علاؤ الدین صابر کابل سے کیوں آئے تھے؟ سید مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سرہند میں ڈیرہ کیوں لگایا تھا؟ بسی پٹھانان میں، پٹیالہ میں کیوں ڈیرہ لگایا تھا؟ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پھیلانے کے لئے۔

ان پہ ایک فرض عائد ہوتا تھا۔ کہ اے معین الدین اجمیری! اے علی ہجویری! اے سید احمد! اے فلاں! اے فلاں! تم اس نبی کی امت میں سے ہو۔ جس نبی کو یہ لقب دیا گیا۔ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ تم اس نبی کی امت کو جو خاتم النبیین ہے۔ نبوت تو اب ختم ہو چکی ہے۔ لیکن کار نبوت باقی ہے اور کار نبوت یہ ہے۔ کہ اللہ سے کٹے ہوؤں کو اللہ تک ملاؤ — یہ اس فرض منصبی کو پورا کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکلے۔ اپنے ملکوں سے نکلے۔ اپنے وطنوں سے نکلے اور دور دراز خدا کا دین پھیلایا۔ تو یہ مشکل بات تھی یا آسان بات تھی؟

تو میرے بزرگو! اسی طرح انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پہ جو القائے وحی ہوتا ہے۔ تو ان کو طبعی طور پہ یہ چیزیں سامنے آجاتی تھیں۔ کہ مجھ پہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنا ایک فریضہ عائد کر دیا گیا ہے۔ اس فریضے کو پہنچانے کے لئے

اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد میرے شامل حال ہونی چاہیئے۔ تو وہی بات امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آئی۔ اسلئے میں عرض کر رہا تھا۔ کہ سورۃ اعراف سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ سورۃ انشراح، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ کتنا پیارا خطاب ہے! یہ بھی مکی سورت ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ کیا نہیں کھول دیا ہم نے؟ لَكَ صَدْرَكَ ۝ آپؐ کے لئے آپؐ کا سینہ۔ ہم نے آپ کے سینے کو کھول دیا ہے۔ آپؐ کوہ صفا پر بھی چڑھتے ہیں۔ تو کہتے ہیں یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۝۔ مروہ پر بھی چڑھتے ہیں۔ تو یہ عکاظ کے بازاروں میں جاتے ہیں۔ تب گلی کوچوں میں بھی یہ کہتے ہیں۔ اللہ کا ذکر آپ ہر وقت کرتے ہیں ہر ایک کو دعوت الی اللہ دیتے ہیں۔ ہم نے آپ کے سینے کو کھول دیا ہے۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اے میرے حبیبؐ ہم نے آپؐ کے ذکر کو بہت بلند کر دیا۔ تو اس حرج کو یہاں پر بیان فرماتے ہیں۔ رب العالمین۔ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ یہ قرآن مجید بڑی عظمت کی کتاب ہے۔ اُنْزِلَ اِلَيْكَ جو نازل کی گئی ہے آپؐ کی طرف۔ اب پھر کیا ہونا چاہیئے۔ آپ کے سینے میں۔ حَرَجٌ کسی قسم کی تنگی کا وجود۔ مِّنْهُ۔ اس کتاب کے پہنچانے میں اس کتاب کے قبول کرنے میں نہیں ہے۔ کتاب تو آچکی ہے۔ اب آپؐ اس کو پہنچائیں۔ اور جب پہنچائیں گے۔ تو اس کے دو نتیجے نکلیں گے۔ لِتُنْذِرَ بِهٖ تاکہ آپ ڈرائیں مجرموں کو خطا کاروں کو۔ اس کتاب کی وجہ سے۔ اس کتاب کے

ساتھ۔

یاد رکھیں۔ یہاں پر وعظ و نصیحت کی بنیاد بیان کی جا رہی ہے۔ میرے بزرگو! واعظ دنیا میں بہت ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ ہر چیز کی آج کل بہتات ہے۔ واعظوں کی بھی بہت بہتات ہے۔ ہماری تعداد کافی بڑھ گئی ہے۔ ہر جگہ پندرہ بیس واعظ مل جاتے ہیں۔ لیکن میں درخواست کرتا ہوں، مشورہ عرض کرتا ہوں، وعظ سننے میں یہ دیکھ لیا کریں۔ کہ واعظ، یا مبلغ صاحب کس چیز کو بیان کرتے ہیں۔ اگر بنیاد رکھی۔ انہوں نے قرآن مجید کی آیتوں پہ اور اسکی تشریح۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے ساتھ۔ اور اس کی تائید میں اولیاء اللہ۔ علمائے برحق کے واقعات بیان کئے، تو اس کو بسر و چشم قبول کیجئے۔ میرا یہ مشورہ ہے لیکن نہ قرآن آتا ہے۔ نہ حدیث آتی ہے۔ اور دو تین قصے یہاں کے لئے دو تین قصے وہاں کے لئے۔ نہ ان کی کوئی بنیاد ہے۔ نہ ابتدا ہے۔ نہ انتہا۔ تو پھر میں یہ مشورہ دوں گا۔ ایسی محفلوں میں نہ جایا کیجئے۔ قرآن مجید کو دیکھ لیجئے۔ یہاں پہ بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا فرمایا۔ لِتُنْذِرَ بِهٖ تاکہ آپؐ دنیا والوں کو ڈرائیں۔ یہ قرآن سنا سنا کر۔ اور سورہ قٓ میں تو صاف حکم دیا۔ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ہ اے میرے حبیبؐ قرآن سنا سنا کر لوگوں کو نصیحت کیجیے۔ جو میری وعید سے، میرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ ان کے سامنے آپؐ قرآن پڑھیں۔ قرآن پیش کریں۔ بھائی! میرے بزرگو! اگر قرآن اثر نہیں کرتے گا۔ تو اور پھر قصہ کیا اثر کرے گا؟ یہاں ایک اشکال سن لیجئے۔ اشکال ہوتا ہے، یہ جو دیکھتے ہیں۔ بسا اوقات قرآن پڑھا جاتا ہے۔ تو اثر نہیں ہوتا لیکن

کوئی اور بات پڑھی جائے۔ تو اثر ہوجاتا ہے۔

میرے بزرگو! وہ اثر درحقیقت نہیں ہوتا۔ صحیح اثر اسے کہتے ہیں۔ جو دیرپا ہو۔ اثر قبول کیا عمر فاروق نے قرآن پڑھنے کا۔ بہن نے قرآن پڑھا حضرت فاطمہؓ نے (حضرت عمرؓ کی بہن کا نام بھی فاطمہؓ تھا) بہن نے قرآن پڑھا۔ اس عمرؓ نے قرآن سنا۔ جو قتل کے ارادے آیا تھا (اللہ میری بہنوں کو بھی، آپ کی بہنوں کو بھی ایسی بہنیں بنائے۔ جو قرآن پڑھ پڑھ کر بھائیوں کے دلوں کو راغب الی اللہ کریں۔ اور بھائیوں کو بھی اللہ ایسا بھائی بنائے۔ جو قرآن پڑھ پڑھ کر بہنوں کے دلوں کو راغب الی اللہ کریں) آج لوگ فخر کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کو سمجھ نصیب فرمائے، بہن بھائی اکٹھے ناچتے ہیں۔ جیسے ڈانس (DANCE) کہتے ہیں۔ انگریزی میں ناچنا ڈانس ہوگیا ہے۔ اکٹھے ناچتے ہیں۔ فخر کی بات سمجھتے ہیں۔ نہ بہن کو بھائی سے کوئی حیا، نہ بھائی کا بہن سے کوئی حیا۔ شرم وحیا مسلمان سے رخصت ہوچکا ہے۔ نہ باپ سے شرم۔ نہ ماں سے شرم۔ نہ بیٹی سے شرم۔ نہ بہو سے شرم۔ نہ بیٹے سے شرم۔ شرم وحیا جو تھا۔ وہ مسلمانوں کے اندر سے نکل چکا اور یہ میرے بزرگو! سب سے بڑا عذاب ہے۔ تو حضرت عمر فاروق کو کس چیز نے مسلمان کیا؟ بہن کے قرآن پڑھنے نے۔ بہن قرآن پڑھ رہی ہے۔ ڈر گیا، عمر فاروق فوراً مسلمان ہوگیا۔

کعب احبار یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ بھی پایا۔ مگر اسلام قبول نہ کیا۔ اپنے دین پر رہے۔ حالانکہ اسلام کی تعریف اور اسکی حقانیت وہ سمجھتے تھے۔ مگر دل

میں خشیت الٰہی پیدا نہ ہوئی۔ آخر جب بخت جاگا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ بابرکت میں قرآن پڑھنے والے سے جب یہ آیت سنی۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ اسلام قبول کر لیا۔ اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لانے کی وجہ بیان فرمائی۔ جیسا تفسیر خازن میں موجود ہے۔ اسلمت مخافۃ ان یصیبنی وعید ھذہ الآیۃ۔ یہی بات حضرت عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے کے متعلق بھی ہے۔ آپ مدینہ منورہ کے یہودیوں کے بہت بڑے عالم اور ان کے مفتی تھے۔ ملک شام کے سفر سے واپس آ رہے تھے۔ کہ ایک قاری سے سُنا۔ وہ قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ گھر جانے سے بھی پہلے دربار سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ اور اسلام قبول کرتے ہوئے عرض کیا۔ حضرت یہ آیت سن کر میرا دل لرز گیا۔ اور یوں معلوم ہوا۔ کہ اگر میں اسلام قبول کرنے سے پہلے گھر چلا گیا۔ تو شاید میرا چہرہ اللہ تعالےٰ نے مسخ نہ کر دے۔ اور بعض تفسیروں (خازن) میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ مجھے تو اس قدر خطرہ لاحق ہو گیا۔ کہ جناب تک پہنچتے پہنچتے جو دیر لگ جائے گی۔ اس میں کہیں میرا چہرہ کہیں مسخ نہ ہو جائے۔ تو میرے بزرگو! نگاہ و دل کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ دل میں خشیت الٰہی پیدا ہو۔ اقبال کی بات بھی سن لیں ؎

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
نگاہ و دل جو مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

وَلِتُنذِرَ بِهٖ ۔ آج مسلمان قرآن پڑھے ۔ گھروں میں برکتیں پیدا ہوں۔ نور پیدا ہو۔ تنذیر کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن مجید ہے ۔ اس کی تشریح ہے ۔ قول محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا۔ اور اس کی وضاحت میں آپ پیش کر سکتے ہیں۔ علمائے حق کے واقعات۔ اولیاء اللہ کی کرامتیں پیش کر سکتے ہیں۔ اور دیگر چیزوں کو پیش کریں۔ لیکن اساس کیسے بنائیں قرآن کو!۔

لِتُنذِرَ بِهٖ ۔ تاکہ آپ ڈرائیں۔ اس قرآن کے ساتھ۔ تاکہ آپ ڈرائیں۔ اس قرآن کی وجہ سے لوگوں کو۔ اور یہ قرآن خالی ڈرانے والا ہی نہیں ہے۔ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۔ اور قرآن تو نصیحت ہے۔ یقین والوں کے لئے۔ جن کا یقین ہو۔ قرآن پر وہ آئیں۔ قرآن مجید کو کھولیں۔ یہ ایسی نصیحت دے گا۔ کہ دنیا بھی بن جائے گی۔ قیامت بھی بن جائے گی۔ اور قبر بھی پُر نور ہو گی۔ اللہ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تیسرا درس قرآن مجید

منعقدہ شوال ۸۶ھ ـــــ جنوری ۶۷ء

یہ مقدس درس مندرجہ ذیل آیات گرامیہ کا درس ہے۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ○ وَکَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَکْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ○ فَمَا کَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ ○ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ۙ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ ○ وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ○ وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ○ ع

اس میں مندرجہ ذیل علمی، دینی فوائد کا ذکر ہے:۔

۱۔ زمین کا سارا نظام آسمانی نظام کے تابع چلتا ہے۔

۲۔ ہر نبی علیہ السلام نے اس وقت کی تہذیب اور نظام کو چھوڑنے کا حکم دیا۔
۳۔ قرآن کریم اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت۔
۴۔ نماز تہجد اور اشراق کی برکات
۵۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ کی شب خیزی کا ایک واقعہ
۶۔ وزن اعمال کا عقیدہ ضروری ہے اس کا ثبوت،
۷۔ خوش مزاجی کی تعلیمات اسلامی میں اجازت ہے
۸۔ حضرت تیمور رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خودداری

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الاعراف

میرے بھائیو اور میرے بزرگو! الحمد اللہ آج پھر ہم سب اللہ تعالیٰ کی بات سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

سورۃ الاعراف کی پہلی آیت اور اس کی کچھ تھوڑی سی تشریح گذشتہ دو درسوں میں گذر چکی ہے۔ آج انشاء اللہ میں کوشش کروں گا کہ یہ پورا رکوع ختم ہو جائے تاکہ آئندہ نشست میں اگلی سورۃ کا درس شروع کیا جائے۔

میرے بھائیو! قرآن کریم نے پہلی آیت میں ارشاد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ پر جو بات ہم نازل کرتے ہیں اس سے آپ کے دل میں تنگی نہ ہونی چاہیے "تنگی" کا مفہوم میں پہلے عرض کر چکا ہوں، یہ مقصد نہیں۔ کہ قرآن کے نزول سے یا قرآن کریم کے سمجھنے سے، یا قرآن کریم کی اشاعت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک تنگ ہوتا تھا بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ جب آپ پر قرآن کریم نازل کیا گیا۔ آپ نے دنیا والوں کو دعوت دی کہ اے انسانو! تمہاری عقل و فہم سے بالاتر ایک اور نظام بھی ہے، تمہاری ساری محنتوں کے مقابلے میں ایک اور محنت بھی ہے۔ اگر تم نے اس محنت کو پالیا، اس نظام کو قبول کر لیا۔ تو تمہاری دنیا بھی بہتر ہو جائے گی، اور قیامت بھی بہتر ہو جائے گی۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر

قریش کو اور مکہ مکرمہ کے دوسرے لوگوں کو جو خطاب فرمایا، جیسا کہ بخاری شریف موجود ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت دی، اس میں یہی بات آپ نے ارشاد فرمائی۔ یَآ اَیُّهَا النَّاسُ ط اے لوگو! قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا۔ اے دنیا والو! اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ۔ تُفْلِحُوْا۔ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ تو اس کامیابی میں دنیا کی کامیابی بھی ہے۔ عالم برزخ کی کامیابی بھی ہے اور قیامت کی کامیابی بھی ہے۔

تو آپ ہی یہ اندازہ فرمالیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ اعلان فرمایا ہو گا۔ اس وقت امام الانبیاء کی کیا کیفیت تھی مادی اعتبار سے؟ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دُرِّ یتیم ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت سے دو ماہ یا کچھ وقت پہلے ہی آپ کے والد ماجد دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ آپ بیوہ ماں کی گود میں تشریف لائے۔ آپ کے پاس مادی اعتبار سے کیا طاقت ہو سکتی ہے؟ جو کچھ تھوڑا بہت اثاثہ تھا۔ وہ بھی اتنا نہ تھا۔ کہ ساری دنیا کی دعوت کے لئے مادی اعتبار سے کوئی ذریعہ بن سکے۔ اس لئے مکے والوں نے اور قرب و جوار کے رہنے والوں نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اعتراض کیا۔ وہ آتا ہے۔ آگے سورۃ حجر میں آتا ہے۔ سورۃ ھُود میں آتا ہے۔ اور دوسرے مقامات پر بھی آتا ہے۔ انہوں نے یہی کہا۔ لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ، لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) پر فرشتہ کوئی نازل ہوتا۔ جو ہمارے ساتھ آ کر بات کرتا، یا اس کو اللہ تعالیٰ کوئی باغات دیتے جن میں نہریں چلتیں۔ سونا چاندی ہوتا دولت ہوتی، خزانے ہوتے، اس کے پاس تو مالی طاقت کچھ بھی نہیں ہے۔ اور یہ ہمیں دعوت دیتا ہے۔ کہ اے دنیا والو! تم میری بات مانو! یعنی اُن کی نظروں میں میرے بڑے گویا مادی نظام تھا اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں سماوی نظام تھا۔

حقیقت میں سماوی نظام ہی غالب آتا ہے مادی نظام پر۔ مادی نظام مغلوب ہو جاتا ہے سماوی نظام کے مقابلے میں، مادی نظام اس وقت تک ہی چلتا ہے جب تک سماوی نظام کی اس میں قوت موجود ہو، اگر سماوی نظام کی قوت موجود نہ ہو تو مادی نظام کبھی بھی نہیں چل سکتا۔ آپ دیکھ لیں۔ میرا بدن، آپ کا بدن، یہ مادی نظام کا پلا ہوا ہے۔ یعنی ہم زمین سے کھاتے ہیں، زمین سے پیتے ہیں، زمین سے کپڑے پہنتے ہیں، ضروریات زندگی زمین سے حاصل کرتے ہیں۔ مادیت کا تو یہی مفہوم ہے لیکن اگر اس سے روح نکال دیا جائے۔ جو سماوی نظام ہے۔ تو پھر بتائیے بدن چلے گا؟ یعنی ہم یہ جو بدن کی خوراک حاصل کرتے ہیں میرے بزرگو! بدن کے رہنے سہنے کے جو لوازمات ہیں ہم جو کچھ بھی حاصل کرتے ہیں بدن کے لئے مادی اعتبار سے، وہ زمین سے حاصل کرتے ہیں۔ لیکن ہماری زندگی جس کو صحیح زندگی کہا جا سکتا ہے اس کا تعلق سماوی نظام کے ساتھ ہے وہ سماوی نظام اگر ہماری تربیت کو چھوڑ دے تو پھر مادی نظام از خود ختم ہو جاتا ہے۔ ہم کتنی دیر تک اس مادے کو اس گوشت کی لاش کو لئے پھریں گے۔ آخر وقت آئے گا۔ کہ ہم اپنے ہاتھوں سے اس کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ فاتحہ پڑھ دیتے ہیں آسمانی نظام نے تعلق چھوڑ دیا۔ مادی نظام بے کار ہو گیا۔ اسی طرح میرے بھائیو اور میرے دوستو! ساری کائنات میں کارفرما جو ہیں۔ وہ سماوی نظام ہیں مادی نظام اس وقت چل سکتا ہے۔ جب سماوی نظام اس کی تائید کرے۔ سماوی نظام اس کی مدد کرے، اگر مادی نظام سماوی نظام کی مخالفت کرے گا۔ تو وہ نہیں پنپ سکے گا۔ یہی دعوت دی میرے بزرگو! تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے۔

لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ پڑھ لینا بہت آسان ہے۔ لیکن اس کو سمجھنا جو ہے اس کے مفہوم پر اگر غور و فکر کیا جائے۔ تو سب نبیوں نے جب یہ دعوت دی تو یہ تو

بہت بڑی دعوت دی ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ انبیاء کو دیکھ لیجئے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ہم نے ہر رسول کو یہی پیغام دے کر بھیجا ہے۔ کہ دنیا والوں کو جاکر کہہ دیجئے۔ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ پس تم میری ہی عبادت کرو یعنی لا الہ الا اللہ کی جو تبلیغ ہے۔ یہ سب سے بڑا محور ہے، سب سے بڑا مرکز ہے۔ اور میں عرض کروں گا۔ ساری کائنات کا محیط نظام ہے۔ دیکھ لیجئے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک دونوں نظام ساتھ ساتھ چلتے ہیں میں حسن حج پر بحث کر رہا ہوں ۔ کہ مکہ والوں نے، قرب وجوار والوں نے، جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دعوت دی، کہ اے لوگو! تم لا الہ الا اللہ پڑھو تم دونوں جہانوں میں کامیاب ہوجاؤ گے۔ تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کا موازنہ کس بات کے ساتھ کیا؟ اپنی مادی زندگی کے ساتھ اور کہا کہ اگر آپؐ واقعی خدا کے نبی ہیں تو پہلے تو یہ کہا۔ کہ یہ قرآن مکے میں کسی مالدار آدمی پر نازل ہوتا، کیونکہ اس وقت حجاز عرب میں دو شہر تھے، قَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ط

قَرْيَتَيْنِ کا لفظ قرآن میں آتا ہے ۔ دو بستیاں، ایک بستی سے مراد مکہ مکرمہ اور دوسری بستی سے مراد طائف شریف ہے۔ کہ قرآن اگر نازل ہوا، تو ایسی ذات پر نازل ہوا جن کی پیدائش سے پہلے ہی ان کو یتیمی کا گویا ایک قسم کا داغ لگ چکا تھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم کو) کہ آپؐ پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہوچکے ہیں، اور آپؐ کے ہاں نہ کوئی مال ہے، نہ کوئی دولت ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا، آپؐ کی دعا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا وَّ تَوَفَّنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ ط تو ایسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات مان لینے میں ہمارے لئے دارین کی کامیابی کس طرح ہوسکے گی؟ میرے بزرگو!

دیکھ لیجئے قرآن مجید کو ـــــــ یہ سارا درسِ قرآن ہے ـــــــ نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب تشریف لائے۔ تو ان کی قوم نے کیا کہا؟ یہی کہا، یہی کہا کہ اے نوح! تیرے ساتھ چند آدمی ہیں، یہ ایمان لانے والے، باقی اکثریت کی طاقت ہمارے ساتھ ہے۔ اس لئے تیرے پاس کوئی مادی قوت نہیں، انجام کیا نکلتا ہے؟ دیکھ لیجئے قرآن مجید میں ـــ جب طوفانِ نوح آیا حضرت نوح علیہ السلام محفوظ رہے اور وہ لوگ مَنْ اٰمَنَ مَعَهٗ وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِيْلٌ قرآن یہ بھی فرماتا ہے۔ فرمایا جب ہمارا عذاب آیا تو کون بچے؟ حضرت نوحؑ بچے (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) وَمَنْ اٰمَنَ مَعَهٗ اور آپ کے ساتھ جو لوگ یقین لائے تھے۔ ایمان لائے تھے، وہ بھی بچ گئے۔ لیکن وہ کتنے تھے؟ وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِيْلٌ چند ہی لوگ تھے، جو آپ پر ایمان لائے تھے باقی سارے آپ کے خلاف تھے۔ اور خلاف کیوں تھے؟ قرآن کو دیکھ لیجئے ـــ وہ اسی وجہ سے تھے وہ کہتے تھے اے نوحؑ! تجھ پر ایمان لانے والے اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ وہ تو ہمارے کمینے لوگ ہیں۔ یہ تو بے وقوف ہیں، یہ تو سمجھتے ہی کچھ نہیں، ان کو کیا پتہ ہے؟ ان کا اسلام تو پرانا اسلام ہے ماڈرن (MODERN) اسلام نہیں ہے۔ انہیں کیا پتہ ہے، ذات کیسے کہتے ہیں، اس لئے ہم تجھ پر ایمان نہیں لاتے، تو کوئی مادی اسلام پیش کر، جس میں ہمارے لئے مادیت کا نظام ہو تو قرآن مجید کو دیکھ لیجئے، حضرت نوح علیہ السلام نے یہی جواب فرمایا کہ تم اس بات کو نہیں سمجھتے، میرے رب کا یہی فیصلہ ہے۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ جب طوفانِ نوح آیا تو کون بچے؟ یہی لوگ بچے مَنْ اٰمَنَ مَعَهٗ وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِيْلٌ قرآن یہ بھی فرماتا ہے۔ کہ چند ہی لوگ تھے، جو آپ پر ایمان لائے، اور دیکھ لیجئے حضرت شعیب علیہ السلام تشریف لائے آپ کی قوم زراعت اور باغبانی میں بڑی ماہر تھی، اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ کہا

جاتا ہے، جھنڈوں والے، جن کے ہاں باغات کے جھنڈ تھے، پودوں کے جھنڈ تھے، سرسبزی تھی، اور بڑے باغ و بہار تھے، حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اے میری قوم! یاد رکھو، تمہاری کامیابی اس میں نہیں ہے۔ اللہ پر ایمان لاؤ، اور خدائی نظام کو قبول کرو، انہوں نے کہا چھوڑو جی۔ تم کیا کہتے ہو؟ يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ج اے شعیب! ہم تیری بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ کیا ترجمہ نہیں سمجھتے تھے؟ ترجمہ تو سمجھتے تھے، آپ میری بات کا ترجمہ سمجھتے ہیں، میں آپ کی بات کا ترجمہ سمجھتا ہوں۔ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ جو کچھ تو کہتا ہے۔ اس میں سے بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، آج کسی سے کہو کہ بھائی تم توبہ کرو۔ خدا مینہ برساوے گا، جی کیسے برسائے گا؟ بات سمجھ میں نہیں آتی! آج کہتے ہیں نا بارش نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کا عذاب ہم پر مسلط ہے۔ ہمارے اعمال کی وجہ سے، جو ہم نے زمین میں بیج بویا تھا، وہ بیج بھی ضائع جانے کا خطرہ ہے (اللہ تعالیٰ نقصانوں سے بچائے) وہ بیج بھی گویا ضائع جا رہا ہے جو بیج ہم نے بویا تھا، لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا۔ جو محنت کی تھی، وہ سب ضائع جانے کا امکان ہے۔ تو اگر کہہ دیا جائے کہ ہمارے بھائیو، دوستو، اور بزرگو! ہم سب کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نظام ہمارے سامنے پیش کیا، ہم اس نظام کی پیروی میں اپنی زندگی کا راہِ عمل متعین کریں ــــ وہ نظام کیا ہے؟ سورۂ نوح کو ہی دیکھ لیجئے کہ جب قوم نوح پر عذاب آیا، تو آپ نے چونکہ ایک بڑا کافی زمانہ قوم میں تبلیغ کی، آپؑ کی عمر مبارک ساڑھے نو سو سال ہے، قرآن کے الفاظ میں ۹۵۰ سال آپؑ اپنی قوم میں رہے، طوفان نوح کے بعد بھی کچھ زمانہ رہے، اور پہلے جو زمانہ ہے۔ وہ تو کافی زمانہ آپؑ نے ان کو تبلیغ کی، سمجھایا، لیکن انہوں نے جواب میں یہی کہا، تو اس سمجھانے کی وجہ سے جب انہوں نے

نافرمانی کی، مقابلے میں تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا رہا۔ پہلے عذاب آیا کچھ، قحط کا عذاب، بارش رک گئی، تو آپؑ نے کیا فرمایا؟ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ط
حضرت نوحؑ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اپنی قوم سے اے میری قوم! اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ط اپنے رب سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگو، اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ
تمہارا رب تمہارے گناہوں کو بخشنے والا ہے جب تمہارے گناہوں کو بخش دیگا تو کیا ہوگا؟ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ تم پر بارش بھیج دے گا، جو تم پر برستی رہے گی، وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۭ اللہ تمہاری کھیتیوں کو باغات بنا دے گا۔ تمہارے لئے پانی کی نہریں جاری کر دے گا۔ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ تم اللہ کی بات کا کیوں وزن نہیں سمجھتے؟ یعنی اللہ کی بات کو تم کیوں بے وزن سمجھتے ہو؟
بندوں کی بات کو مان لیتے ہو، خاک اور خون میں پلنے والے انسان کی بات کو تم مان لیتے ہو لیکن قرآن مجید جو کہتا ہے، اللہ جو فرماتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں، اس بات کا وزن تم کیوں نہیں سمجھتے؟

چنانچہ قوم نوح نے جب انکار کیا، تو کئی قوم تباہ ہو گئی ـــ قوم شعیب حضرت شعیبؑ کے مقابلے میں آئی، تباہ ہو گئی، میں یہ چند مثالیں عرض کر رہا ہوں، اسی طرح باقی اوقات میں جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم جب تشریف لائے۔ تو قوم نے جو اُن سے مطالبہ کیا، وہ یہی مطالبہ تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ تشریف لائے فرعون کے مقابلے میں تو اس نے یہی کہا، کہ اس کی بات مانتے ہو؟ فَهُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ۔ قرآن میں آتا ہے۔ کہ فرعون نے اپنی قوم سے کہا، کہ تم اس موسیٰؑ کی بات مانتے ہو؟ مَهِيْنٌ (نعوذ باللہ) جو بڑا ذلیل ہے؟ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ بات بھی یہ نہیں کر سکتا؟

اگر یہ خدا کا سچا رسول ہے تو اِس پر سونے چاندی کے کنگن خدا نے کیوں نازل نہیں کئے ؟ دیکھا ؟ وہی مادیت کا مقابلہ ۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم ! اللہ پر ایمان لاؤ، تو قوم نے آپ سے کہا کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ اللہ تعالیٰ کے واقعی رسول ہیں۔ تو آپ کے لئے اللہ تعالیٰ باغ بناتا نہریں جاری کرتا سونا چاندی نازل کرتا، تو اِن باتوں کو سن کر (قرآن شریف میں آتا ہے سورۃ حجر میں)، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُوْنَ ۙ اے میرے حبیب ! ہم جانتے ہیں، کہ تیرا دل ان باتوں سے تنگ ہوجاتا ہے، جو وہ کہتے ہیں ــــ یہ کہتے رہیں گے، اُن کو سن کر آپ اپنے دل میں کچھ بھی خیال نہ فرمادیں فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ آپ اپنے رب کی پاکی بیان کریں، اور بس میرے کام میں آپ لگے ہیں،

تو میرے بزرگو ! میں عرض یہ کر رہا تھا، کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ ہم نے آپؐ کی طرف قرآن کو نازل کیا ـــ تو کیا ہوا ؟ آپؐ کے دل میں تنگی نہ ہونی چاہیے ۔ تو اس تنگی پر میں بحث کر رہا تھا، کہ اس "تنگی" کا مفہوم کیا ہے ۔ یہ نہیں کہ قرآن کو سُن کر تنگی نہ ہونی چاہیے ـــ لوگوں کے اعتراضات سُن کر آپؐ کے دل میں کسی قسم کی تنگی نہیں ہونی چاہیے، ہم اس دین کو کامل کریں گے ـــ یہ بکتے رہیں گے ۔ اور دین کامل ہوتا رہے گا۔ آپؐ دیکھیں گے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ط وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ط اگرچہ یہ اس بات کو بُرا سمجھتے ہیں، لیکن یہ دین کامل ہو کر رہے گا۔

تو اس کے بعد پھر انسانوں کو خطاب فرمایا۔ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ اے دنیا والو! پیروی کرو (اتباع کا معنی پیروی کرنا) اس ہدایت کی

جو اُتاری گئی آپ کی طرف مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تم دنیا میں کامیاب ہو جاؤ، اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا رب تم سے راضی ہو، اگر تم نجات دارین چاہتے ہو تو تم کیا کرو؟ پیروی کرو اُن حکموں کی جو نازل کئے گئے تمہاری طرف مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے۔

اگر آپ حضرات کو یاد ہو تو میں نے سورۃ فاتحہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر 'رب' کے مسئلے پر بہت کچھ عرض کیا تھا۔ دیکھئے یہاں بھی رب لائے۔ رَبِّكُمْ یعنی تمہارا پالنے والا۔ یہ مادی نظام نہیں ہے تمہارا پالنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اس رب نے جو تمہارا پالنے والا ہے، جو تمہارے لئے نازل کیا تم اس کی پیروی کرو۔ تم پیروی کرو، تربیت کا ذمہ اس کا ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا، ہر چیز کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہے، اپنی رحمت کے ساتھ۔

تو فرمایا اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ تم پیروی کرو۔ اُن باتوں کی، اُن حکموں کی، اُس کتاب مقدس کی، جو اُتاری گئی۔ تمہاری طرف مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کے ہاں سے۔ جو تمہارے پالنے والا ہے۔ اسی میں تمہاری تربیت کا نظام بھی ہے۔ یہ جو نظام ہے۔ قرآنی نظام جس طرح ہم کبھی سمجھ بیٹھتے ہیں کہ قرآنی نظام میں کیا ہے جی؟ صرف یہ ہے کوئی مرنے لگے تو اس کے پاس جاکر سورۃ یٰسین پڑھ دیا کرو یا کبھی کبھی تبرکاً (اللہ مجھے اور آپ کو قرآن پر عمل کی توفیق عطا فرمائے) آج ہم نے قرآن کے ساتھ عجیب معاملہ بنا رکھا ہے (سب کا یہی حال ہے) قرآن مجید پڑھ لیتے ہیں، کبھی کبھی تلاوت کر لیتے ہیں، کوئی تکلیف آئی تو "ختم" کرا لیتے ہیں، یا دلیسے کبھی شو قیہ پڑھ لیتے ہیں، لیکن میرے بزرگو! حقیقت یہ ہے کہ ہزار میں سے کوئی ایک، وہ بھی ایسے بھا[illegible] نہیں نکل سکتے۔ جن کی زندگی عملی رنگ میں

سراپا قرآن کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ بہت کم ایسے لوگ ہیں۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ یا دوسرے اکابر کو چھوڑ دیجیئے۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں۔ جو زبان سے کچھ کہتے ہیں، عمل کچھ کرتے ہیں۔ تو اس لئے فرمایا کہ میری پیروی کرو۔ اور تمہارا پالنے والا کون ہے؟ تمہارا رب ہے، تمہاری مادی ضروریات جو پوری ہوتی ہیں تو وہ اللہ کے حکم سے پوری ہو سکیں گی۔ تمہارے نظام سے پوری نہیں ہو سکتیں۔

وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ط اور مت پیروی کرو تم اللہ کے سوا اوروں کی ان کو اپنا کارساز بنا کر۔ تمہارا کارساز اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ٥ تم بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔ فرمایا تم مانتے نہیں بات کو ــ سن لیتے ہو، سمجھتے بھی ہو، لیکن مانتے نہیں ہو ــ تَذَكَّرُوْنَ ٥ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا ہے۔ فرمایا: تم بہت کم بات کو مانتے ہو۔ بڑا پیارا ترجمہ ہے۔ سن لینا اور چیز ہے ماننا اور چیز ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے فرمایا فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ٥ فرمایا اے میرے حبیب! فَبَشِّرْ بشارت دے، خوشخبری دے ان لوگوں کو میرے ان بندوں کو جو میری بات کو سنتے ہیں، پھر اس کی پیروی بھی کرتے ہیں، کیونکہ اُن کے نزدیک اس سے بہتر کوئی اور بات نہیں۔ اَحْسَنَهٗ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اور بھی کوئی احسن ہے یعنی قرآن مجید سارے کا سارا احسن ہے۔ جس ذات بابرکات نے قرآن نازل کیا وہ بھی اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ہے سب سے احسن اور جس امام الانبیاء پر نازل ہوا وہ بھی احسن ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت نے فرمایا ؎

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ	وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

اے میرے حبیب! آپ سے حسین ابھی تک میری آنکھ نے کوئی نہیں دیکھا، وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
اور آپ سے جمیل آج تک کسی ماں نے نہیں جنا ۔

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

میرے حبیب! آپ تو ہر انسانی عیب سے بھی پاک پیدا کئے گئے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے آپ نے چاہا ویسے آپ پیدا کئے گئے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم احسن، ربّ العالمین اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ اور قرآن مجید اَحْسَنُ الْكُتُبِ۔ اور جس امت کے لئے بھیجا گیا یہ بھی خیر امت ہے۔
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط سورۃ آل عمران میں دیکھ لیجئے فرمایا اے مسلمانو! تم سب امتوں سے بہتر ہو، تم تو امتوں کے رہنما بنا کر بھیجے گئے ہو، افسوس کہ مسلمان اپنے مقام کو کھو بیٹھا ہے۔ مسلمان تو قائدُ الاُمم ہے مسلمان تو ساری امتوں کا رہنما ہے۔ لیکن اس وقت تک جب تعلق خدا وند قدوس کی ذات کے ساتھ رہا۔ ربّ العالمین نے مسلمانوں کو اونچا مقام نصیب کیا۔ اللہ کرے کہ پھر مسلمان میں قوت پیدا ہو کہ مسلمان عمل کی طرف لوٹے اور قرآن مجید کو اپنا ہادی اور رہنما بنائے، تو پھر نتیجہ دیکھ لے۔

اب اس پر تاریخی شہادت پیش فرماتے ہیں، کہ جو لوگ میری نازل شدہ ہدایت کو چھوڑ دیتے ہیں کیا وہ کامیاب ہوتے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اور دیکھو کتنی ہی بستیاں ہیں، جن کو ہم نے تباہ کیا قَرْيَةٍ آبادی جتنی چھوٹی بستی نہیں، قریہ بڑے شہر کو کہتے ہیں، بستی، بڑی بستی، جس بستی میں ملیں بھی ہو سکتی ہیں، کارخانے بھی ہو سکتے ہیں۔ بازارات بھی ہو سکتے ہیں۔ ہوٹل بھی ہو سکتے ہیں۔ فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ٥ فرمایا جس ہم نے یوں تباہ کیا

کہ ان پر ہمارا عذاب آیا، بَیَاتًا۔ جب کہ وہ رات کو سوئے ہوئے تھے اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ہ یا دن کو آیا جب کہ دوپہر کے وقت قیلولہ کر رہے تھے، سو رہے تھے سوئے ہوئے تھے جب میرا عذاب آیا۔

علمائے اسلام نے اسی لئے میرے بزرگو! تہجد پر بڑا زور دیا ہے۔ قرآن شریف پڑھئے، اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو ذوق نصیب فرمائے اور پھر عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے دیکھ لیجئے پہلی قوموں پر جو عذاب آئے۔ وہ تقریباً سحری کے وقت آئے تھے، اور یہ جو کوئٹے کا زلزلہ آیا تھا، یہ بھی سحری کے وقت آیا تھا، اب بھی جب کبھی یہ چھوٹا سا جھٹکا ہو جاتا ہے، چھوٹا سا الارم فی الحال ہو رہا ہے (اللہ تعالیٰ بڑے الارم سے مجھے اور آپ کو بچائے) ابھی چھوٹے چھوٹے الارم ہو رہے ہیں کہ سنبھل جائیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے سنبھل جائیے وہ قوم جس نے کل کہا تھا، پاکستان کا معنیٰ کیا لا الٰہ الا اللہ۔ یہ ذرا سنبھل جائیں، ورنہ دیکھ لیں، جن قوموں کو میں نے پہلے تباہ کیا وہ کوئی میری ذاتی دشمن نہیں تھیں، میرے احکام کو پس پشت ڈال دیا۔ میرے مقابلے میں آ گئے، بس میں نے ان کو تباہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو، تمام ممالک اسلامیہ کو تباہی سے بچائے، لیکن میرے بزرگو! حالات جو ہیں وہ آپ کے سامنے بھی ہیں، میرے سامنے بھی ہیں۔ کہ ہم کس حد تک رب العالمین کے احکام کی پیروی کرتے ہیں۔

تو قرآن شریف میں آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جن قوموں کو تباہ کرتے ہیں۔ اُن پر سحری کے وقت عذاب آتے ہیں۔ تو اس لئے اسلام نے، قرآن مجید نے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، علماء صالحین نے، سلف صالحین نے، اولیائے عظام نے تہجد کی نماز پڑھنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ قرآن دیکھ لیجئے وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ مجھے وہ بندے بڑے اچھے لگتے ہیں، جو سحری کے وقت مجھ سے اپنے گناہوں کی معافیاں مانگتے ہیں۔ بِالْاَسْحَارِ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حُجَّةُ اللّٰهِ البالغہ

میں لکھتے ہیں، کہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہوا چلاتے ہیں، رُوحانی ہوا چلتی
ہے نسیم اجر و ثواب، اس وقت جو کوئی اللہ تعالیٰ کے سامنے عبادت کرتا ہے
اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت سے نوازتے ہیں۔ اور اپنا قرب عطا کرتے ہیں، میں اپنے
درسوں میں عموماً اس پر عرض کرتا رہتا ہوں۔ اگرچہ میں بھی عملی اعتبار سے بہت ہی
پیچھے ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اس نماز کے اور دوسری نمازوں کے
ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، لیکن خواہش یہ ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ یوں کر دیں کہ ہم
سارے سحری کو جاگیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے سر بسجود ہوں، اللہ سے اپنے
گناہوں کی معافیاں مانگیں، تو اللہ سے کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ ہماری لغزشوں کو
معاف فرمادے، وہ تو غفور رحیم ہیں ہی ہیں۔

تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ——
ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ترجمہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ان کے حالات میں — آپ
شب خیز تھے سارے صحابہ شب خیز تھے، مدینہ منورہ میں جو دوست گئے ہیں اللہ
ان کی زیارتوں کو قبول فرمائے۔ اور جو نہیں جا چکے اللہ ان کو بھی نصیب فرمائے۔
مدینہ منورہ میں اب بھی چھ اذانیں ہوتی ہیں۔ چھ اذانیں۔ یعنی تہجد کی اذان بھی
ہوتی ہے۔ یہ اُس دن سے لے کر آج تک اہل مدینہ کا معمول ہے۔ چودہ سو سال ہو
چلے ہیں، کہ تہجد کی نماز کے لئے اذان پہلے ہوتی ہے۔ صبح کی اذان بعد میں ہوتی ہے
تو صحابہ سارے تہجد خواں تھے۔ قرآن شریف میں آتا ہے — حضرت تمیم داری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ رات کو نہ جاگ سکے، خیر انسان ہے۔ کسی وقت نہیں
بھی جاگ سکتا، صبح ہو گئی، اٹھے۔ بڑی طبیعت خراب رہی، اور نیند پر اپنے
آپ کو بڑا ملامت کیا کہ میں رات کو ایسا غافل سویا، کہ مجھ سے تہجد کی نماز قضا ہو گئی
تو آپ نے پورا سال میرے بھائیو! پھر بستر نہیں کی — پورا سال رات کو

نہیں سوئے ، اس خطرے سے کہ پھر کہیں مجھ سے تہجد کی نماز فوت نہ ہو جائے۔ ہمارے سامنے یہ سب باتیں ایسی ہی ہیں۔ لیکن جو لوگ ان کی حقیقتوں کو جانتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان ساری خوبیوں کا اور خیر کا جو سرچشمہ ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اس کی عبادتوں کو ادا کیا جائے، تو وہ راضی ہو جاتے ہیں۔ اور پھر جو کسی قسم کی تھوڑی بہت نظام میں گڑبڑ ہو اس کی اصلاح فرما دیتے ہیں۔ تمیم داریؓ صرف ایک رات تہجد کی نماز قضا ہونے کی وجہ سے پورا سال آپؓ نے پھر نیند نہیں کی۔ راتوں کو نہیں سوتے تھے کہ پھر کہیں ایسی کیفیت پیدا نہ ہو جائے۔ کہ مجھ سے تہجد کی نماز چھوٹ جائے اس لئے قرآن مجید نے فرمایا۔ کہ او سونے والو! جاگو ؎

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سائے تلے

پہلے زمانے میں سکولوں میں یہ اشعار لکھا کرتے تھے۔ آپ میں سے جو بزرگ میرے ہم عمر ہیں سکول پڑھے ہوں گے، جاتے ہوں گے ان کو یاد ہو گا۔ کہ ہمارے سکولوں میں کبھی یہ فوٹو وغیرہ نہیں لگایا کرتے تھے۔ بلکہ ہمارے سکولوں میں جو قطعات ہوتے تھے وہ یہ ہوتے تھے، میں نے بھی خود مڈل تک تعلیم حاصل کی ہے، آگے نہیں ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے مجھے پروفیسر بنا دیا خدا کا احسان ہے یہ بھی رب العالمین کی ایک قدرت ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ یوں بھی کر دیتے ہیں۔ تو میں نے آٹھویں تک پڑھا ہے۔ ہمارے سکول میں جو گھڑیال تھا۔ اس کے نیچے یہ لکھا ہوتا تھا ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

دیکھا! گھڑیال کے بجنے نے بھی بتا دیا کہ غافل! تو اپنی عمر کے بڑا ہونے پہ خوشی نہ منا۔ تو سمجھتا ہے۔ کہ میں تین سال کا ہو گیا تو تو خوشی نہ منا، تیری عمر سے

تین سال کم ہو گئے۔ جب تُو دس سال کا ہوتا ہے۔ تو مت خوش ہو۔ کہ دس سال کا ہو گیا ہے۔ نہیں تیری عمر کے دس سال کم ہو گئے ہے یہ تو تب خوشی ہو۔ کہ تیری عمر اللہ کے دین پر خرچ ہو جائے۔ جب تجھ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھے گا، صحیح حدیث ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت تک ہل نہیں سکے گا جب تک اُس سے چند سوال نہ ہوں گے۔ اُن سوالوں میں ایک سوال اللہ تعالیٰ یہ فرمائیں گے کہ اتنی عمر میں نے تجھ کو دی تو نے کہاں خرچ کی؟ یہ پہلا سوال ہے۔ کہ اتنی عمر میں نے تجھے دی یہ زندگی کہاں خرچ کی؟ تو بھائی اگر زندگی اللہ کے نام پر خرچ ہو جائے، دین پر خرچ ہو جائے، اللہ کی اطاعت میں خرچ ہو جائے اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی میں خرچ ہو جائے۔ پھر تو بڑی اچھی بات ہے۔ ہم کچھ نہ کچھ تو جواب دے سکیں گے۔ اگر میرے بزرگو! ہماری زندگی لہو و لعب میں گزر گئی۔ اس مادی زندگی کو نبھانے میں گزر گئی، ہاتھ میں کوئی ایسی چیز نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر سکیں۔ (اللہ مجھے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے) تو بھائی کچھ بتائیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا پیش کر سکتے ہیں؟

صحیح حدیث میں آتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "جامع الصغیر" میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ ایسے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں گے ــــــ میں بتاتا ہوں کہ ہماری زندگی کدھر جاتی ہے۔ اور سمجھدار لوگ میرے بزرگو! اپنی زندگی کو کتنا کامیاب بناتے ہیں ــــ آپ فرماتے ہیں قیامت کے دن کچھ لوگوں کو ان کے عملوں کا اجر و ثواب دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہارے اعمال یا میرے پاس کچھ اور بھی پونجی پڑی ہے، تمہارے لئے اجر و ثواب کے کچھ اور ذخائر بھی ہیں ــــ تو بندے عرض کریں گے۔ "یا اللہ ہمارے اعمال نامے میں تو اس چیز کا [illegible] ذکر نہیں ہے" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہاری کچھ [illegible]

بھی تھی جو کراماً کاتبین کو بھی پتہ نہیں ہے۔ جو فرشتے تمہارے اعمال لکھنے والے تھے۔
کَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اللہ فرماتے ہیں تم پر میرے نگہبان عزت والے فرشتے مقرر ہیں۔ کَاتِبِيْنَ ۝ لکھنے والے۔ دائیں طرف بھی ہیں اور بائیں طرف بھی ہیں۔ نظر آتا ہے کسی کو؟ خدا کی بات سچی کہ میری نظر سچی؟ "اجی! نظر نہیں آتا۔ اگر ہوتا تو نظر آتا۔" آج یہ بھی بیماری بہت عام ہو چکی ہے۔ نظر نہیں آتا ہے۔ مجھے اور کیا نظر آتا ہے؟ جو میں کھاتا ہوں، مجھے نظر آتا ہے؟ میں صحت کھا رہا ہوں کہ بیماری کھا رہا ہوں؟ بھائی جب ہم کھانا کھاتے ہیں، کھانا کھانے کے بعد کوئی بیمار ہو جاتا ہے (اللہ بیماریوں سے بچائے، بیماروں کو شفا دے) اگر ہمیں یہ پتہ ہوتا کہ جو روٹی میں کھا رہا ہوں۔ یا جو پانی میں پی رہا ہوں۔ جو میرے سامنے چیز ہے اس کو کھانے کے بعد میں بیمار ہو جاؤں گا۔ تو میں کھاتا؟ میں نے تو دیکھا مادّی رنگ میں روٹی میرے سامنے آئی۔ پلاؤ قورمہ آیا، بس میں رگڑ گیا، پتہ نہیں تھا کہ وہ کتنے غریبوں کا خون تھا۔ یتیموں کا خون تھا، بیکسوں کا مال تھا، کتنوں کی بددعائیں تھیں، وہ اندر جا کر تو لنج کا سبب بن گئی۔ ذیابیطس کا سبب بن گئی، دق اور سل کا سبب بن گئی، پتھری کا سبب بن گئی، میں لمبا پڑ گیا مجھے پتہ ہوتا اگر یہ کھانا کھانے سے بیمار ہو جاؤں گا تو میں کھاتا؟ مجھے کیا نظر آتا ہے؟ میں نے چاول کے دانے دیکھے اسکی روح کو نہیں سمجھ سکا۔ یہ تو سمجھتے تھے حضرت بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کہ یہ کھانا حلال ہے کہ حرام ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ شکلیں کبھی حرام ہوتی ہیں اور کبھی حقیقی طور پر حرام ہوتی ہیں۔ شکل بکری کی حلال ہے۔ لیکن حقیقی طور پر بکری حرام بھی ہو سکتی ہے۔ اگر بیگانہ مال ہو۔

آج دیکھ لیجئے یہ ہمارے بعض بھائیوں نے غلہ روک رکھا ہے۔ یہ حلال کما رہے ہیں۔ کہ حرام کما رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحْتَكِرَ۔

غلے کو روکنے والے پر خدا کی لعنت ہے۔ کیونکہ وہ انسانوں کا گلا کاٹتا ہے۔ اللہ کی مخلوقات کا گلا کاٹ رہا ہے۔ وہ اللہ کی مخلوقات کا قاتل ہے۔ ایسے انسان پر خداوند قدوس کی لعنت ہے۔

تو میں جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ حدیث کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ بعض بندوں نے ایسی عبادت کی ہوگی۔ جو فرشتوں کو بھی نہیں پتہ ہوگا۔ کراماً کاتبین کو نہیں پتہ ورنہ ان کے نامہ اعمال میں لکھ دیتے ——— وہ کونسی بات ہوگی ؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے میرے بندو! میں جانتا ہوں کہ تمہاری زبان بھی کچھ اور اپنی بات بولتی تھی، تمہارے اعضاء بھی اپنا کام کرتے تھے لیکن مجھے علم ہے کہ تمہاری طبیعت میں ذکرِ خفی اور ذکرِ اخفٰی راسخ ہو چکا تھا۔ تم اپنی خیالی دنیا میں بھی میرا نام لے رہے تھے۔ تمہارے خیال کی جو پرواز تھی وہ ذکرُ اللہ پر تھی ——— دیکھنے والے نے یہ سمجھا کہ تم ہل چلا رہے ہو۔ لیکن درحقیقت تمہارا سارا بدن اللہ اللہ کر رہا تھا۔ دیکھنے والے نے یہ سمجھا کہ تم قلم کے ساتھ لکھ رہے ہو۔ لیکن تمہارے دل میں ذکرُ اللہ راسخ ہو چکا تھا۔ دیکھنے والے نے یہ سمجھا کہ تم دکان پر بیٹھے ہو لیکن تمہارے دل میں ذکرُ اللہ راسخ ہو چکا تھا۔ تمہارا دل، تمہاری پیشانی یاد و ذکرِ خفی، اخفٰی کی قسمیں صوفیاء کرام کی ہیں) بہرکیف میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید یہاں یہ فرماتے ہیں کہ اتنی قوموں پر میرے عذاب آئے جب یہ وہ کیا تھے یہ بیاتاً گراوٹ کو سو رہے تھے۔ اَوْ هُمْ قَائِلُوْنَ یا وہ دوپہر کو سو رہے تھے اور ان پر عذاب آ

اس لئے حضور نے فرمایا (صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہ کسی وقت بھی اپنے آپ کو خدا کی غلامی سے خارج نہ کرو۔ تھوڑا سا وقت لگتا ہے۔ غلامی میں آجاؤ ——— ابواب الخیر ہیں ——— نوافل کی نمازیں میرے بزرگو خیر کے دروازے ہیں۔ نوافل پڑھو گے تو فرضوں کی طرف مائل ہو جاؤ گے۔ اسی لئے شیطان جب حملہ کرتا ہے تو پہلے تصوف پر کرتا ہے۔ بات سمجھا کرو۔ شیطان جب حملہ کرتا ہے کسی کو گمراہ کرنے کے لئے تو پہلے سلوک پر حملہ کرتا ہے

کہتا ہے نفلوں میں کیا رکھا ہے؟ یہ زبان سے اللہ اللہ اللہ کرتے ہیں۔ اس میں کیا رکھا ہے؟ تو کس میں رکھا ہے جی؟ یہ زبان سے اللہ اللہ کرنا یہ بھی عمل ہے جس کی زبان اللہ اللہ کرتی ہے عمل نہیں کر رہا؟ بجائے اس کے کہ وہ گالیاں دیتا، زبان سے غیبت کرتا، زبان سے جھوٹ بکتا اس نے اپنی زبان کو مانوس کر لیا ہے کہ اس کی زبان ہر وقت اللہ، اللہ، اللہ، اللہ کرتی ہے۔

توکلی شاہ گذرے ہیں۔ انبالے میں (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انبالہ ویسے گئے تھے (اپنے تبلیغی دورے پر) تو ان سے بھی ملاقات کی، نیک تھے، اللہ کے بندے تھے، آپ ان سے ملے۔ توکلی شاہ نے کہا "حضرت جی! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں کبھی کبھی جب اللہ کا ذکر کرتا ہوں حضرت! تو میرا تھوک بھی میٹھا ہو جاتا ہے"۔ تو اللہ کے نام میں برکت کیوں نہیں ہے؟ کون کہتا ہے؟ اللہ اللہ کرتے کرتے ایک وقت آتا ہے جب انسان زبان سے اللہ اللہ کرتا ہے کچھ نہ کچھ اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر وہ عمل کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

میرے بزرگو! میرے بھائیو! میں یہ درخواست کرتا ہوں، یاد رکھئے تصوف کی طرف جب تک نہیں آئیں گے۔ سلوک کی طرف ہم نہیں آئیں گے جب تک ہمارے قدموں میں وہ قوت نہیں پیدا ہو گی کہ ہم نوافل کی نماز اپنائیں۔ اس وقت تک ہم فرض نہیں پڑھ سکتے۔ اس لئے شیطان پہلے نوافل پر حملہ کرتا ہے۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی صبح سورج نکلنے کے بعد اشراق کی نماز پڑھ لے۔ پھر آتی ہے چاشت کی نماز (جسے صلوٰۃ الضحیٰ کہتے ہیں) پھر اس کے بعد نماز زوال کی دو رکعت پڑھ لے، ظہر سے پہلے۔ پھر جناب عصر سے پہلے چار رکعت [illegible] نفل پڑھ لے پھر شام کی نماز کے بعد چھ رکعت (صلوٰۃ اوابین) پڑھ لے، پھر عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھ لے [illegible] دیکھئے کتنے مرتبہ خدا کے [illegible]

سربسجود ہو گیا؟ اور پھر سحری کو تہجد کی نماز پڑھ لے۔ تو اس نے سارے اوقات کو رب العالمین کے سامنے سجدہ کرنے میں محفوظ کر لیا۔ اب عذاب کہاں سے آئے گا؟ سجدہ تو قرب رب کی دلیل ہے۔ جب سجدہ کیا اللہ کے قریب ہو گیا۔ قرآن شریف میں آتا ہے۔ میں وہ آیت نہیں پڑھتا کیونکہ سجدہ تلاوت کی آیت ہے۔ قرآن شریف میں فرمایا کہ تم میرا قرب چاہتے ہو تو سجدہ کرتے رہو جب بندہ اللہ کے قریب ہو گیا بھائی تو پھر عذاب کہاں سے آئے گا؟ جب بندہ اللہ کے قریب ہو گیا۔ تو اللہ کی رحمتوں کے قریب ہو گیا۔

تو اس لئے یہاں پہ فرمایا کہ دیکھو بہت سی امتیں ایسی ہیں بہت سی بستیاں ایسی ہیں جن پہ میرا عذاب آیا۔ اور وہ عذاب کب آیا؟ بیاتا۔ جب کہ وہ رات کو سوئی ہوئی تھیں اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝ یا وہ دوپہر کو سونے والے تھے۔

پھر کیا ہوا؟ جب عذاب آیا تو کیا انہوں نے اپنا ڈیفنس اور دفاع کر لیا؟ فرمایا نہیں نہیں میرے عذاب کو کون سنبھال سکتا ہے۔ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ پس ان کا صرف یہی نعرہ تھا یہی ایک پکار تھی۔ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ جب ان کے پاس میرا عذاب پہنچ گیا۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا کہ انہوں نے زبان سے یہ کہہ دیا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ اللہ تیرا کوئی قصور نہیں ہم ہی گنہگار تھے۔ خطا کار تھے۔ لیکن جب عذاب سامنے آجائے۔ اس وقت کا اعتراف جرم اللہ کو پسند نہیں ہے۔ قرآن شریف میں تصریح موجود ہے۔ عذاب آنے سے پہلے، عذاب کا منظر دیکھنے سے پہلے، موت کا منظر دیکھنے سے پہلے اگر ایک انسان توبہ کر لے کفر سے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ جائے، نادم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اللہ اسے قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن ابھی موت کا منظر سامنے آیا۔ اس نے دیکھ لیں تو لے لیں ہو گیا اس وقت پھر کہتا ہے کہ میں ایمان لاتا ہوں۔ ایسے وقت میں ایمان

لاتا ہوں ۔ ایسے وقت میں ایمان قابلِ قبول نہیں ہے ۔ قرآن مجید میں موجود ہے فرعون کا واقعہ کہ فرعون جب زندگی میں ساری عمر یہ کہتا رہا ۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی میں تم سب کا اونچا رب ہوں (نعوذ باللہ من ذالک) لیکن جب غرق ہونے لگا بحیرہ قلزم میں تو کیا کہا ۔ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ ط میں اس خدا کو مانتا ہوں ۔ جو بنی اسرائیل کا خدا ہے ۔ رب العالمین نے جواب میں فرمایا آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ اب ایمان لاتے ہو پہلے تم کہاں تھے ہم تیرے ایمان کو قبول نہیں کرتے ۔ اب تو بالکل بے بس ہو چکا ہے تو میرا مقابلہ اب کیا کر سکتا ہے ؟ میری دی ہوئی قوتوں کو میرے خلاف استعمال کیا ۔ اب تیرے سلئے کوئی راہ نجات نہیں تیرے لئے کوئی مہلت نہیں ۔

قرآن شریف میں آتا ہے ، کہ جو لوگ زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے نافرمان رہے ، موت کے وقت اگر وہ چاہیں گے بھی لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝ ان سے مرنے کے بعد عذاب میں تخفیف نہ ہوگی ۔۔ یہ جو عذابوں کی تخفیف آتی ہے کہ جمعے کے دن قبر کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے ، رمضان میں تخفیف ہوتی ہے ۔ یا کوئی دعا کرتا ہے ، میت کو فائدہ پہنچ جاتا ہے ۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کا خاتمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہوا (اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی ایسا خاتمہ نصیب فرمائے ، جو مر چکے ہیں اللہ ان کو جنت نصیب فرمائے) اور موت سے پہلے کچھ مہلت مل جاتی ہے ان لوگوں کو جن لوگوں کے دل میں ایمان تھا جو زندگی میں کچھ نہ کچھ نیکی کر چکے تھے ۔ موت سے پہلے ان کو کچھ مہلت مل جاتی ہے لیکن ایسے لوگوں کو جو ساری زندگی خدا کے نافرمان رہے لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝ ان سے نہ تو مرنے کے بعد عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ ہی موت کے وقت ان کو مہلت دی جائے گی ۔ کہ وہ اللہ کے حضور توبہ کر سکیں ۔ اس لئے یہاں پر فرمایا کہ جب ان پر میرا عذاب آیا پھر تو وہ

بے بس تھے۔ تو انہوں نے کیا کہا بے بسی کے عالم میں؟ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۔ بے شک
ہم ہی ظالم تھے۔ لیکن اس اعتراف سے وہ عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ پھر
یاد رکھئے ہم ضرور پوچھیں گے اُن لوگوں سے جن کے پاس ہم نے اپنے نبیوں کو اور پیغمبروں
کو بھیجا اپنی ہدایت دے کر۔ قیامت کے دن ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس
میرے رسول نہیں آئے تھے؟ تو قرآن شریف میں آتا ہے۔ کہ اُمتیں پہلے انکار کر
دیں گی۔ کہ اللہ ہمارے پاس کوئی تیرا رسول نہیں آیا۔ اللہ ہم نے کسی نبی کو نہیں پایا۔
اگر آتے تو یا اللہ ہم تیری بات کو مان لیتے۔ تو اللہ تعالیٰ پھر انبیاء علیہم السلام
کو پوچھیں گے وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اور ہم یقیناً پوچھیں گے پیغمبروں
سے بھی۔ تم میری دعوت لے کر گئے؟ تو تم تک تم نے میری دعوت پہنچائی؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں۔ اگلی آیت میں آتا ہے کہ مجھے سب کچھ علم ہے۔ لیکن اتمام حجت کے لئے
تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ اللہ تیرے رسول ہمارے پاس کوئی نہیں آئے۔ اگر آتے تو ہم تیری
بات کو مان لیتے۔ ہم انبیاء علیہم السلام سے بھی پوچھیں گے۔ جیسا کہ دوسرے
پارے کے شروع میں گذر چکا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا
لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط
اس کی تشریح میں تفسیر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا۔

یاد رکھو میرے بزرگو! کبھی کبھی میں ضمناً تفسیر کے قواعد بھی عرض کر دیتا ہوں۔
جو مجھے اپنے اکابر سے ملے ہیں۔ میں تو گنہگار انسان ہوں۔ یہ جو کچھ کہتا ہوں یہ انہی کی
باتیں ہوتی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جو وہ فرما گئے ہیں وہ صحیح ہے۔ انہی کا اختیار کردہ
راستہ ہمارے لئے راہ نجات ہے (اللہ ہم سب کو اسی پر ثابت قدم رکھے)
تو اکابر نے یہ فرمایا۔ اور انہی کے ضمن میں میں عرض کر رہا ہوں۔ صحیح حدیثاً

میں موجود ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام امتوں سے پوچھیں گے کہ تمہارے پاس اپنے اپنے دور میں، اے امتِ نوحؑ! اے امتِ شعیبؑ! اے امتِ زکریا! اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے پوچھیں گے۔ تمہارے پاس انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تھے کہ تمہیں ہدایت دینے کے لئے۔ میرے احکام پہنچانے کے لئے؟ تو جیسے انسان کی عادت ہے یہ وہاں انکار کردیں گے۔ یا اللہ ہمارے پاس کوئی نہیں آئے۔ اگر آتے تو ہم ضرور اُن کی بات مان لیتے۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے پوچھیں گے۔ کہ اے نبیو! تم نے میرے پیغام اپنی امتوں تک پہنچائے تھے؟ سب انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے۔ اے ربّ العالمین! نبی کا تو کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ تیری باتوں کو پہنچائے، ہم نے تکلیفیں اٹھائیں۔ زحمتیں برداشت کیں، ہر قسم کا مقابلہ برداشت کیا، تیرے احکام اپنی اپنی امتوں تک پہنچائے۔ یہ باغی اور نافرمان تھے تیرے احکام انہوں نے تسلیم نہیں کئے۔ اس کے بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے پوچھا جائے گا۔ کیا تم اپنے اس دعوے پر کچھ شہادت پیش کر سکتے ہو؟ انبیاء علیہم السلام اُمتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کریں گے کہ یا اللہ! تیرے آخری نبی کی جو آخری امت ہے۔ اُن سے پوچھ لیا جائے۔

تو میرے بزرگو! الحمد للہ مسلمانوں کو پیش کیا جائے گا، مسلمان یہ کہیں گے کہ یا ربّ العالمین! قرآن مجید میں بھی موجود تھا۔ آخری تیرے نبیؐ نے جن پر ہم ایمان لائے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہم سے یہ فرمایا۔ کہ دنیا میں جتنے انبیاء تشریف لائے، اُن کی قوموں نے اُن نبیوں کی مخالفت کی، ہم نے قرآن مجید کو پڑھا۔ امام الانبیاء سے سُنا۔ اس لئے ہم یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ دنیا میں جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ امام الانبیاء سے پہلے سب نبیوں نے نیز فریضۂ تبلیغ ادا کیا مگر قوموں نے ان کی مخالفت کی۔

یہ تفسیر امام الانبیاء جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی۔ بخاری وغیرہ میں موجود ہے۔ اور یہ تفسیر اس آیت کی تفسیر میں ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط تو یہاں فرمایا۔ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ ہم ضرور پوچھیں گے ان قوموں سے جن کی طرف ہم نے رسول بھیجے وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اور ہم رسولوں سے بھی پوچھیں گے۔ پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے۔ اور پھر؟ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ اور پھر ہم اُن کے سامنے پوری تفصیل بیان کردیں گے۔ اپنے علم کے مطابق کہ مجھے تو پہلے بھی پتہ ہے میں تو عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہوں۔ وَمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝ اور ہم تو کہیں بھی غیر حاضر نہیں تھے۔ ہم تو ہر جگہ حاضر تھے۔ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ فرمایا کہ میں تو تمہارے ساتھ ہوں تم جہاں بھی ہوتے ہو۔ رات میں تمہارے ساتھ، دن میں تمہارے ساتھ، خلوت میں تمہارے ساتھ، جلوت میں تمہارے ساتھ، تم جہاں بھی ہوتے ہو میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں۔ اس لئے میں تو کسی وقت بھی تمہارے حالات سے بے خبر نہیں۔ اس لئے مسلمان کو توحید کامل کا عقیدہ سمجھانے کے لئے امام الانبیاء نے حکم فرمایا کہ جو کوئی اپنی نماز کے بعد (ہر نماز کے بعد) آیۃ الکرسی پڑھ لے گا۔ وہ جنت میں داخل ہو گا۔

آیۃ الکرسی میں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے متعلق آتا ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط اُسے نہ کبھی اونگھ آتی ہے نہ نیند آتی ہے۔ اور آخر میں چل کر فرمایا۔ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ا سے کائنات کی نگہبانی تھکا نہیں سکتی۔ اللہ فرماتے ہیں میں تو ساری کائنات کا عالم، ساری کائنات کا علیم اور خبیر خدا ہوں۔ مگر اتمام حجت کے لئے ان کے سامنے یہ بات

پیش کی جائے گی ـــ اور پھر کیا ہو گا ؟ یہ زبانی باتیں اُن سے ہونے کے بعد ان کے اعمال خود بیان دیں گے ۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ؕ اور اعمال کا تولا جانا بھی اُس دن حق ہو گا ۔ یہ ہو کر رہے گا ـــ اعمال کا تولا جانا ۔ وزن ۔ وزن مادی چیز کا ہوتا ہے ۔ آج تک ہم نے بھی کہا تھا ۔ کہ یہ مادی چیزیں نہیں ہیں (اللہ تعالیٰ ہماری لغزشوں کو معاف فرمائے) ہمارے سامنے جب کوئی بات آتی ہے نا میرے بزرگو ! تو پھر اللہ ہی رحم کرے ۔ ہم چونکہ اپنے آپ کو کچھ بڑے "محقق" سمجھنے لگ گئے ہیں ، تو جب کوئی بات ہمارے سامنے قرآن کی آتی ہے ۔ سُنّت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آتی ہے یا اکابر اولیاء اللہ کی بات کوئی آتی ہے میرے بزرگو ! تو ہم اس کو اپنے عقل سے ناپنا چاہتے ہیں ۔ حالانکہ میرے بزرگو ! میرا عقل اور آپ کا عقل بھی کیا ہے ؟ یہ تو نقل ہے ۔ ناقل ہیں ہم تو ۔ میں نے تو پہلے بھی کتنی مرتبہ عرض کیا ہمارے عُقُول عُقُول نہیں ہیں ۔ یہ تو ناقل ہیں ۔ کچھ چیز دیکھتے ہیں تو فیصلہ کر دیتے ہیں ۔ نہیں دیکھتے تو فیصلہ نہیں کر سکتے ۔ یہ تو منٹ منٹ میں ہمارے عقل بدلتے ہیں سیکنڈ سیکنڈ میں ہمارے عُقُول بدلتے ہیں ۔

وزنِ اعمال حق ہے ۔ عقیدہ ہے علماء اہلِ سنّت والجماعت کا ۔ عقائد کی جتنی کتابیں ہیں ۔ اُن کو دیکھ لیجئے کہ وزنِ اعمال حق ہے ـــ اعمال تولے جائیں گے جن کو ہم سمجھتے ہیں غیر محسوس ، یہ محسوس ہیں ۔ اب تو میرے بزرگو ! اس دنیا میں یہ کہنے کے لئے دلیل کی ضرورت بھی نہیں رہی ۔ آج سے کچھ زمانہ پہلے لوگوں نے کہا تھا کہ یہ جو آواز ہے ، قرآن شریف میں آتا ہے کہ جو تم بولتے ہو مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ جو بات تم زبان سے نکالتے ہو ۔ تمہاری زبان کے بھی نگران موجود ہیں ۔ اس لفظ کا بھی تمہیں حساب و کتاب دینا پڑے گا ۔ جیسا کہ رسول کریم

نے ایک لمبی حدیث میں فرمایا (صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہ جو کچھ اپنی زبان سے نکالتے ہیں۔ اس کے بدلے میں لوگ جہنم میں چلے جائیں گے۔ یعنی تلفظ جو زبان سے نکالتے ہیں ہم جس کو ہم ہوا سمجھتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے۔

تو میرے بزرگو! ہمارے کچھ مفسرین جنہوں نے قرآن کریم اپنے عقل سے ناپنا چاہا تھا۔ ان کو تو مفسر کہنا بھی گناہ ہے۔ محرّف تھے۔ قرآن کی تحریف کرنے والے۔ انہوں نے جو کچھ کہا، یہ کہہ دیا تھا۔ کہ یہ باتیں مجازی ہیں — اور یہ ہیں اور وہ ہیں۔ حالانکہ اب اگر ہوتے تو دیکھ لیتے حقیقی ہیں کہ مجازی ہیں۔ اب آواز محفوظ ہو رہا ہے کہ نہیں؟ جو چیز کنٹرول میں آسکے وہ مادی ہوتی ہے کہ جوہر ہوتا ہے؟ اب میرا آواز آپ لوگ ریکارڈ کر لیتے ہیں مجھ جیسے گناہ گار کے درس کو ریکارڈ کیا جاتا ہے۔ تقریریں ریکارڈ ہوتی ہیں۔ اور اب تو دنیا والے بڑے اونچے جا چکے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ روسی سائنس دان یہ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ تیمور کے خیالات کو کبھی کسی طرح حاصل کیا جائے۔ یعنی اپنے زمانے میں جو کچھ بولا تھا۔ ایک لنگڑا بادشاہ جس نے پورے ایشیا پہ حکومت کی تھی۔ اس کے دماغ کی قوت کیا تھی؟ اس کے الفاظ میں کیا حقیقت دبی ہوئی تھی؟ ان الفاظ کو حاصل کیا جائے — تو اب اس کے لئے کوشش ہو رہی ہے ان کا یہ نظریہ ہے کہ جو کچھ انسان منہ سے نکالتا ہے۔ وہ فنا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ فضا میں موجود رہتا ہے۔ جب کسی آلے کو جو اس آواز کو کھینچ سکے لگایا جائے، تو آواز حاصل کی جا سکتی۔ اور یہ تو آپ بھی مانتے ہیں۔ میں بھی مانتا ہوں۔ یہ جو ہمارے گھروں میں پڑے ہیں ریڈیو شریف — ریڈیو شریف نہیں ہے۔ خدا مجھے اور آپ کو بچائے — پتہ نہیں آپ آمین کہتے ہیں یا نہیں۔ میں تو کہتا ہوں آمین — یہ جو ریڈیو شریف، ہمارے گھروں میں پڑے ہیں میرے بزرگو! یہ آواز کھینچتے ہیں کہ نہیں کھینچتے؟ آواز دیکھی ہے کسی نے؟ اور اب تو آگیا ہے وہ ساتھ ٹیلی ویژن بھی (TELEVISION)

وہ گانے والی۔ بولنے والی بھی ساتھ آجائے گی۔ اب تو وہ بھی "نظارہ" مفت میں مل جائے گا۔ پتہ چل جائے گا۔ کہاں یہ ہے "صورت شریفہ" کہنے والی۔ عجیب بیماری مسلمانوں میں آچکی ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔ اخبار میں کوئی بیان دیتا ہے تو فوٹو ساتھ ۔۔ کوئی میری بچی مضمون دیتی ہے تو فوٹو ساتھ ۔۔ اس پر بعض بچیاں خفا ہو گئی ہیں ۔۔ ہونے دیں۔ میں تو ٹھیک کہتا ہوں ۔ کوئی بات لکھتی ہیں تو فوٹو ساتھ ۔ فوٹو کے بغیر گویا التعارف ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ کیا بلا ہے؟ کیا مصیبت ہے؟

تو یہ آواز محفوظ ہو رہا ہے یا نہیں؟ آواز تولا جاتا ہے یا نہیں؟ اب تو آواز کا وزن بھی ہے۔ آواز کو تولا جاتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کتنی ڈگری یہ لاؤڈ سپیکر چل رہا ہے۔ یہ آواز وزن ہو رہا ہے بخار ہو، کو تم وزن کرتے ہو، تھرمامیٹر لگاتے ہو، کہ کتنی ڈگری بخار ہے۔ بخار کو تول رہے ہو کہ نہیں تول رہے ہو؟ اسی طرح قیامت کے دن اعمال تولے جائیں گے۔ اعمال شکل کے روپ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔ سورۃ کہف کے آخر میں دیکھ لیجئے۔ وَوَجَدُوْا مَاعَمِلُوْا حَاضِرًا۔ دنیا میں بندوں نے جو عمل کیا ہو گا وہ عمل اپنی شکل میں پیش ہو گا وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا o اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ جو عمل کیا، عمل شکل میں پیش ہو جائے گا۔ تو وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ ج فرمایا کہ اعمال کا تولا جانا قیامت کے دن حق ہو گا۔ وہ وقت آنے والا ہے۔ کہ تمہارے اعمال اے انسانو! تولے جائیں گے۔ تم ان اعمال کی فکر کرو، تم ان اعمال میں پھنسے ہو فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o پس وہ انسان جن کے پلڑے بھاری ہو جائیں گے۔ پس وہی کامیاب ہوں گے۔ جن میں کچھ پڑ گیا تو کامیاب۔ پڑا ہی کچھ نہیں (اللہ ایسی زندگی سے بچائے) اعمال میں ہی کچھ نہیں جو تولے جائیں، تو پھر بتائیے کیا ہو گا؟ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ o

اور جن کے پلڑے ہلکے رہ گئے۔ پس بے شک یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا، بگاڑا کسی کا کچھ نہیں۔ اپنا نقصان کیا، بِمَا كَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝ کہ دنیا میں میرے حکموں کا انکار کرتے تھے۔ یہ منکر تھے میرے حکموں کے۔ قیامت کے دن ان کے لئے کوئی نامۂ اعمال قابلِ وزن نہ ہو گا۔ ان کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں ہو گا۔ ان کے اعمال کے تولنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔

دوسری سورۃ میں فرمایا جہاں اصحاب کہف کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ایسے انسانوں کے اعمال تولنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو گا۔ کیوں؟ ذٰلِكَ جَزَاۤؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝ ان کی سزا جہنم کیوں ہے؟ میرے حکموں کو اور میرے رسولوں کو کیا بنا یا تھا هُزُوًا ۝ ٹھٹھا کرتے تھے۔

میرے بزرگو! ٹھٹھا بھی کفر ہے۔ ٹھٹھا کسے کہتے ہیں؟ ہلکا سمجھنا کسی بات کو۔ یاد رکھئے قرآن مجید کی روشنی میں میرے بزرگو! کفر کے تین سبب ہیں — میں قرآن بیان کر رہا ہوں — قرآن کریم کی روشنی میں کفر کے تین سبب ہیں۔

(۱) انکارِ محض (کُھلّی انکار) ایک بدبخت کہتا ہے کہ میں خدا کو نہیں مانتا۔ ایک بدبخت کہتا ہے میں حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں مانتا (نعوذ باللہ) ایک بدبخت کہتا ہے کہ میں اللہ کو نہیں مانتا (نعوذ باللہ) یہ کافر ہے۔ اس نے تو پکا انکار کر دیا۔

(۲) ایک ہے کفر کا سبب استہزاء (ٹھٹھا کرنا)۔ دین کے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے دین کے۔ انکار نہیں کرتا ہے۔ دین کے ساتھ مخول کرتا ہے۔ یہ استہزا بھی سبب ہے کفر کا۔

اسی تیمور کا جس کا میں نے ابھی ذکر کیا واقعہ آپ سن لیجئے حضرت تیمور رحمۃ اللہ علیہ

کے زمانے میں یہ واقعہ ہوا بڑے عجیب لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنتیں نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلائے ۔ حکومتیں بھی کیں۔ لیکن قرآن بھی ساتھ رکھا۔ آخر انسان ہے ہر وقت ایک حالت پر نہیں رہ سکتا تا۔ حضورؐ بھی کبھی کبھی خوش مزاجی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن شریعت کی حدود کے اندر خوش مزاجی درست ہے۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق، اپنے دوستوں کے ساتھ شریعت کے مطابق مذاق درست ہے ۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی آیا۔ حضورؐ نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا جی" انا کہ"(میں ہوں) فرمایا" انا انا" کیا ہوتا ہے۔ نام بتاؤ تم کون ہو؟ یہ ایک بڑا اچھا مذاق ہو گیا۔ دل لگی ہو گئی ۔ ایک بڑھیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی ۔ عرض کی" اللہ کے نبی! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) بڑھیا جنت میں جائے گی؟ فرمایا" نہیں ۔ بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی" وہ رو پڑی ۔ اس کو تو فکر تھی جنت کی۔ ہمارا کیا حال تو تھوڑا ہی تھا۔ میں اپنی بچیوں سے بھی درخواست کرتا ہوں ۔ قیامت کا فکر کیجئے۔ یہ زندگی یہیں رہ جائے گی ۔ (اللہ تعالیٰ سب بچوں کو، بچیوں کو جنت نصیب فرمائے اور قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے) وہ رو پڑی کہ" اللہ کے نبیؐ! بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی؟" فرمایا تم کیوں رو پڑی؟ تم جاؤ گی۔ عرض کی" حضورؐ میں تو بوڑھی ہوں" فرمایا" نہیں، قرآن میں آتا ہے کہ ہم عورتوں کو جب قیامت کے دن اٹھائیں گے فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ہم ان کو جوانوں کی شکل دے کر جنت میں لے جائیں گے ۔ تو جنت میں جائے گی۔ لیکن اس شکل میں نہیں جائے گی۔ تو جنت میں جوانی کی شکل میں جائے گی۔" دل لگی بھی ہو گئی۔ مسئلہ بھی حل ہو گیا، وہ خوش بھی ہو گئی ۔

یعنی میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ آج ہم اگر دل لگی کرتے ہیں تو وہ کیا شریعت

کے خلاف ہم افسانے جھوٹے پڑھتے ہیں حالانکہ حضورؐ فرماتے ہیں۔ جو کوئی جھوٹ بولتا ہے لوگوں کو ہنسانے کے لئے اس پر خدا کی لعنت ہے صحیح حدیث ہے جو کوئی جھوٹ بولتا ہے لوگوں کو ہنسانے کیلئے یا افسانے یہ ناول اکثر فرضی ہوتے ہیں خوش ہونا اور خوش مزاجی اور چیز ہے لیکن دین کے ساتھ تمسخر اور خلاف شریعت مذاق یہ اور چیز ہے۔ اسلام مردہ دلی نہیں سکھاتا۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس ہنستا رہتا تھا۔ دانت مبارک چمکتے رہتے تھے۔ جب بھی حضورؐ کسی سے ملتے مسکرا کر ملتے، کبھی آپؐ نے کسی کو ترش روئی کے ساتھ خطاب نہیں فرمایا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تو تیمور کے دربار میں اور دیگر بادشاہوں کے درباروں میں بھی ایسے لوگ رہا کرتے تھے۔ جو آکر کبھی کبھی ان کو ہنساتے تھے۔ جنہیں ہماری بولی میں بھانڈ کہتے ہیں (نٹ) یہ لوگ کبھی کبھی بڑے بڑے اعزازات بھی حاصل کر لیتے ہیں تو وہ بھانڈ جو تھا تیمور کا۔ وہ ایک دن آیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اس نے آکر دیکھا کہ تیمور رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے تو اس نے چاہا کہ میں تیمور کو ہنساؤں، رمضان کا مہینہ تھا ویسے بھی انسان پر کچھ نہ کچھ طبعاً بھی کمزوری رہتی ہی ہے۔ تو وہ آکر یوں کہنے لگا۔ "بادشاہ سلامت میں آپ کو ایک بڑی بابرکت بات سناتا ہوں" فرمایا "کیا؟" کہ جی میں آرہا تھا بازار میں تو ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ فلاں آدمی نے روزہ کھا لیا۔ تو مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ روزہ تو کھایا گیا۔ اب ایسا کوئی پیدا ہو جائے کہ نماز کو بھی کھا جائے تاکہ یہ قصہ ہی ختم ہو جائے" تیمور نے کہا "بیٹھ جاؤ" بٹھا لیا اپنے پاس وہ سمجھا ابھی مجھے انعام ملتا ہے۔ اللہ کے دین کے ساتھ مذاق نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ بڑے غیور ہیں۔ مذاق کو پسند نہیں کرتے۔ تیمور نے حکم دیا "قاضی صاحب کو بلایا جائے" وہ بھانڈ سمجھا کہ شاید میرا انعام تولنا چاہتے ہیں کہ کتنا دینا چاہئے۔ قاضی صاحب تشریف لائے۔ فرمایا تیمور نے "اس بھانڈ کو کھڑا ہو جاؤ، جو تو نے میرے سامنے بیان کیا۔ پھر ان سے کہا

بیان کرو" اس نے پھر ذرا مصالحے کے ساتھ بیان کیا، بڑے مخارج نکال کر بیان کیا، تاکہ زیادہ انعام ملے۔ بیان سننے کے بعد تیمور پوچھتے ہیں قاضی القضاۃ سے۔ تیمور کا قاضی۔ تیمور خالی کسی علاقے کا مالک نہیں تھا آپ جانتے ہیں۔ لکھے پڑھے دوست ہیں پوچھتے ہیں قاضی القضاۃ سے "قاضی صاحب! ایسے بے ایمان کی سزا کیا ہے؟ جو شریعت محمدیہ کے ساتھ استہزا کرے" ٹیپو سلطان نے لکھا ہے اپنے صحیفہ میں چھپا ہوا ہے۔ "در امور شرع الیشاں مختار اند" علماء شرعی امور میں مختار ہیں۔ آزاد ہیں شریعت کے فیصلے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ تیمور نے پوچھا "حضرت اس کی سزا کیا ہے"؟ فرمایا "تیری تلوار۔ اس کی گردن" قاضی صاحب نے کہا کہ "تیری تلوار ہو اور اس کی گردن ہو تاکہ دوسرے کسی بے ایمان کو خدا کے دین کے ساتھ مذاق کا موقع نہ ملے" تیمور اٹھا اپنی تلوار سے اس کی گردن اڑا دی۔ اور کہا "دیکھنا پھر خدا کے دین کے ساتھ مذاق نہ کرنا" ختم شد۔ یہ ہے استہزا بالدین کی سزا۔ جو اللہ کے دین کے ساتھ مذاق کرے، کفر اس سے اچھا ہے۔ کافر نے تو کہہ دیا کہ میں کافر ہوں اس کے خطرے سے تو ہم بچ سکتے ہیں۔ لیکن جو خدا کے دین کے ساتھ مذاق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ وہ کیسا مسلمان ہے؟ یاد رکھئے میرے بزرگو! استہزا بالدین عاستخفاف اور دل سے مکروہ سمجھنا دین کی باتوں کو یہ چاروں کی چاروں باتیں کفر ہیں۔ اور اللہ ان کی وجہ سے ہمارے سے نیک ہمارے اعمال حبط کر دیتے ہیں (اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے)

تو میں عرض یہ کر رہا تھا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے جو نظام پیش کیا، اس نظام میں وزن اعمال ہے۔ ہمارے اعمال تولے جائیں گے وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ [illegible] اعمال کا تولا جانا [illegible]

ہمارا عقیدہ ہے۔ اور ان لوگوں کے اعمال نہیں تلیں گے۔ جنہوں نے قرآن مجید کو،
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھٹھا بنایا۔ اور اس سلسلے میں عرض کر رہا تھا۔ کہ کفر
کے تین اسباب ہیں (۱) ایک ہے انکار۔ قرآن کریم میں آتا ہے یہ تو آپ بھی سمجھ
گئے (۲) دوسرا کفر کا کیا سبب ہے؟ استہزاء ٹھٹھا کرنا۔ مذاق کرنا۔ استخفاف
ہلکا سمجھنا دین کی بات کو (۳) اور تیسرا کفر کا سبب دیکھ لیجئے قرآن میں سورۃ
محمد پڑھ لیجئے جس کا نام سورۃ القتال بھی ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ کچھ تھوڑے بہت عمل
بھی کرتے تھے لیکن كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس بات کو دل سے برا سمجھتے تھے۔ جو خدا
نے نازل کی نماز تو پڑھ لی لیکن کہہ دیا "ارے یار! کیا مصیبت ہے۔ ان ملانوں نے
سخت ناک میں دم کیا ہے۔ پانچ بار دن میں پڑھواتے ہیں۔ گرجے میں دیکھو نا
عیسائیوں کا دین ہے ہفتے میں ایک دن جانا پڑتا ہے۔ وہ بھی بوٹ پہنے ہوئے
نکٹائی لگی ہوتی ہے تسمے بندھے ہوتے ہیں خالی گرجے میں جا کر کھڑے ہو کر زبور کی دو تین آیتیں
پڑھ لیتے ہیں۔ قصہ ختم۔ اتوار کے دن جاتے ہیں۔ پانچ چھ منٹ لگتے ہیں۔ یہ مولوی کیا ہے؟
ہمارے سر پر ایک مصیبت مسلط ہے۔ پانچ وقت کی اذانیں، پانچ وقت کی
اقامتیں، اور پھر جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ کبھی تہجد پڑھاتے ہیں۔ کبھی
اشراق پڑھاتے ہیں ....." دل سے اگر اللہ کی بات کو برا سمجھا فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝
سارے عمل ضائع چلے جائیں گے۔ قرآن میں ہے۔ میں تو قرآن عرض کر رہا ہوں۔ قرآن
دیکھ لیجئے۔ ایک آدمی زکوٰۃ دیتا ہے۔ لیکن کہتا ہے" یار! یہ کیا ہے؟ اچھی
بھلی بات تھی۔ دو سو روپے میں دو پیسہ ٹیکس لگ جاتا، یہ کیا مصیبت ہے؟
چالیس روپے میں روپیہ دو، اور اتنی بکریوں میں سے بکریاں دو۔ یہ کیا ہے؟
سارے اعمال برباد۔ حج کو جاتا ہے۔ لیکن کہتا ہے۔ "جی بجائے حج کے

اگر جناب یہ موسم بدل جاتے۔ جب دل چاہتا چلے جاتے۔ یہ کیا مولویوں نے بنا رکھا ہے
اب تو ہر بات کا موردِ الزام مولوی ہے — اور مولوی کو خوش ہونا چاہئے کہ وہ اللہ
کے دین کا نمائندہ ہے۔ الحمد للہ — تو ایک دن مقرر کر دیا جاتا، کوئی ایک
وقت ہوتا یا ایک دن نکال دیا جاتا، اب نویں ذی الحجہ پہ ہی جانا پڑتا ہے۔۔!
اگر عبادت بھی کی، لیکن گرمُوا دل سے اُس عبادت کو (نعوذ باللہ) کراہیت
کے ساتھ دیکھتا ہے۔ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝ سارے عمل برباد ہو جائیں گے
تو ایسے انسان کے عمل کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس لئے فرمایا کہ جن لوگوں
نے دنیا میں خداوند قدوس کی باتوں کو جھٹلایا۔ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ
کو گھاٹے میں ڈالا۔ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝ کہ وہ دنیا میں میری باتوں
کا انکار کرتے تھے۔

امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) انس بن مالکؓ حضورؐ
کے خادم تھے، حضورؐ کی خدمت کی دس سال۔ انہوں نے ایک دن پوچھا۔ اللہ کے
نبیؐ! قیامت کے دن میں جناب کو کہاں ڈھونڈوں گا؟ — خادموں کو یہی فکر رہتی
تھی۔ ہم ہوتے تو پوچھتے "حضورؐ کوئی ایسا تعویذ دیجئے، ایسا عمل دیجئے، کم از کم
ایک کوٹھی بن جائے۔ ایک ہوائی جہاز ہو جائے حضورؐ حالت بڑی پتلی ہے۔
کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے۔" صحابہ کی شان دیکھئے۔ کسی صحابی نے امام الانبیاءؐ
سے مادیت کا سوال نہیں کیا — وہ جانتے تھے۔ یہ مادیت کیا بلا ہے؟ —
یہ تو گذر جائے گی۔ مراتب ہے۔ کہ مرتے وقت بھی اللہ کے فرشتے آکر کہیں —
يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ اے خدا سے خوش نفس! ارْجِعِيْٓ
اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ
جَنَّتِيْ ۝ اور قبر میں جب فرشتے آئیں تو کہہ دیں۔ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ ط

سوچا۔ تُو نے اللہ کی عبادت کی۔ اور قیامت کے دن جب اُٹھیں ۔ تو چہرہ چمکے مِنْ آثَارِ الْوُضُوْ۔ مزا تو تب ہے۔ صحابہ اسی کی تلاش میں تھے۔ اللہ مجھے آپ کو بھی اسی کی تلاش میں رکھے۔

تو حضرت انسؓ حضورؐ سے پوچھتے ہیں "اللہ کے نبی! قیامت کے دن آپؐ کو کہاں دیکھا جائے؟" فرمایا: انس! مجھے پُل صراط پہ دیکھنا"۔ عرض کی حضورؐ! آپؐ وہاں کیا کریں گے؟ فرمایا۔ "میں اپنی اُمت کو جہنم میں گرنے سے بچاؤں گا۔ جس نے میرا کلمہ پڑھا ہوگا۔ اُس کو میں بچاؤں گا۔" (صحیح حدیث ہے) عرض کی "حضورؐ! اگر وہاں نہ ملے؟ پھر دیکھنا میزانِ عمل کے پاس آنا، جہاں میری اُمت کے عمل تولے جائیں گے۔ وہاں میں اپنی امت کے اعمال کو پورا کرنے کی کوشش کروں گا" عرض کی حضورؐ اگر وہاں بھی نہ ملے؟ فرمایا" پھر حوضِ کوثر پہ آنا۔ میرا آخری پلیٹ فارم کیا ہے؟ حوضِ کوثر، جہاں میں اپنے ہاتھوں سے کلمہ پڑھنے والوں کو حوضِ کوثر کا پانی پیالے بھر بھر کے دوں گا" اپنے ہاتھوں سے امام الانبیاء دیں گے (اللہ مجھے بھی آپ کو بھی نصیب فرمائیں)

تو اعمال تو تولے جائیں گے ہی، انہوں نے تو تُلنا ہے۔ اور آج تو اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ آگے فرمایا "انسانو! او دُنیا والو! دُنیا بھی گذارو لیکن نجات کا فکر کرو۔ یہ علوم سارے کے سارے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں یہ سارے عُلوم، عُلومِ معاش ہیں۔ اور دینی عُلوم، عُلومِ نجات ہیں۔ عُلومِ نجات، قرآن، حدیث فقہ، تفسیر۔ عُلومِ معاش یہ سائنس، یہ ڈاکٹری، یہ انجینئرنگ، یہ سب عُلوم معاش ہیں۔ یہ بھی حاصل کیجئے۔ لیکن جس طرح ان کو حاصل کیا جاتا ہے کہ میری زندگی اچھی ہو، یہ جو زندگی ہے عارضی، اسی طرح علومِ نجات کو حاصل کیجئے، قبر اور قیامت بھی اچھی ہو جائے۔

اس لئے آخری آیت میں فرمایا۔ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ اے انسانو!

ہم نے تمہیں اختیار دیا۔ اس زمین میں، یہ کرۂ ارضی میں نے پیدا کیا، تم تو ایک ڈھیلا بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ دنیا کے سارے انسان ایک تولہ مٹی پیدا کر سکتے ہیں؟ اللہ کی چیزوں کو چھوڑ دیں، خود کچھ بنائیں۔ دنیا کے سارے سائنسدان ایک تولہ مٹی نہیں بنا سکتے۔ قرآن فرماتا ہے۔ جس مکھی کو تم مارتے پھرتے ہو، ملیریا کے محکمے قائم کرتے ہو لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ط تم ایک مکھی تو بنا دو — مار سکتے ہو، پیدا نہیں کر سکتے، مار بھی تب سکتے ہو جب میں کسی کو مروانا چاہوں ورنہ تم تو مکھی بھی نہیں مار سکتے۔

ہارون الرشید کے چہرے پر ایک دفعہ مکھی بیٹھ گئی۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے تو مکھی کی عادت ہے۔ وہ بار بار آتی اور اس کی ناک پر بیٹھتی۔ مکھی بڑی سمجھدار ہے۔ ناک پر ہی بیٹھتی ہے۔ کہ جس ناک کو تو بچاتا ہے اور ناک کے ساتھ تکبر کرتا ہے۔ تیری اس ناک پر میں بیٹھتی ہوں — ہمارا محاورہ بھی ہے نا "جی فلاں تو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا" دیکھا؟ ناک پر — کان پر نہیں کہتے — تو ناک پر ہارون الرشید کے مکھی بیٹھ جاتی تھی تو انہوں نے کہا۔ کہ دیکھو یار یہ بڑی بے وقوف ہے۔ اس کے پیدا کرنے میں کیا ہے، ایک مکھی خواہ مخواہ مجھے تنگ کرتی ہے۔ انہوں نے کہا خالد برمکی نے کہ "اے ہارون الرشید! اللہ نے مکھی اس لئے پیدا کی کہ تیرے جیسے مغرور کا غرور توڑتی رہے"

تو مکھی بھی تم نہیں بنا سکتے۔ تو فرمایا۔ میں نے تم کو دنیا میں زندگی دی۔ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ میں نے تمہیں اختیار دیا اس زمین میں۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ط اور ہم نے تمہارے لئے اس زندگی کے اس دنیا میں ضروری سامان بنا دئیے۔ بے شک ان سے فائدہ اٹھاؤ۔

لیکن کبھی یہ بھی سوچا ہے۔ کہ اس کے بعد ایک اور زندگی آنے والی ہے جہاں میرے ساتھ کوئی بھی نہیں جائے گا۔ نہ لیٹر جائے گا نہ میٹر جائے گا۔ نہ بینک کی کتاب جائے گی نہ موٹر سائیکل جائے گا نہ سکوٹر جائے گا۔ کوئی بھی نہیں جائے گا ۔صرف میں ہوں گا۔ وہاں کے لئے میرے پاس کیا ہے ؟

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ٥ بہت کم ہیں تم میں سے میرا شکر ادا کرتے ہیں تم میرا شکر ادا کرو گے۔ شکر ادا کرنے کی قوت تم میں پیدا ہو گی ۔ تو پھر تم عمل کی طرف آؤ گے ۔اور جب تم عمل کرنے لگ جاؤ گے۔ تمہاری قبر بھی اچھی ہو جائے گی ۔قیامت بھی اچھی ہو جائے گی۔ اور دنیاوی زندگی میں تمہارے لئے معاش کے سامان ہم نے بنا ہی دئے ہیں۔

اللہ مجھے بھی آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے ۔ اللہ ہم سب سے راضی ہو۔ اللہ ہماری کمزوریوں کو معاف فرمائے ۔ آمین ۔

چوتھا درس قرآن مجید

منعقدہ ذی قعدہ ۸۶ھ - فروری ۶۷ء

یہ درس مقدس سورۃ الانفال کی پہلی چار آیات پر مشتمل ہے جس میں مندرجہ ذیل علمی، دینی، روحانی فوائد ہیں۔

۱- امت محمدیہ زمین کی وارث ہے۔

۲- مجاہد کی نیت اعلاء کلمۃ اللہ ہے نہ کہ حصول مال و زر۔

۳- اسلحہ ساز کارخانہ اور مسجد میں مناسبت۔

۴- مومن کی علامت اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم اور توقیر ہے۔

۵- تحریف معنوی دین کے لئے خطرناک ہے۔

۶- میر عثمان علی خان کی بعض دینی خدمات۔

۷- دین طلب کا نام ہے۔

۸- قرآنی علوم و معارف بہت زیادہ ہیں اس پر ایک واقعہ۔

۹- عربی زبان کی اہمیت اور دینی مقام (واللہ الموفق)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ۚۖ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝ۚ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

میرے محترم بھائیو اور بزرگو! الحمدللہ آج پھر ہم چند بھائی اللہ کی بات سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے

میرے بھائیو آپ جانتے ہیں کہ آج کل دنیا میں ہر ایک مسلمان تقریباً اس فکر میں ہے اس سوچ وبچار میں ہے کہ مسلمانوں کی پہلی جو حالت تھی وہ پھر کیوں نہیں لوٹ کر آتی؟ وہ عروج جو مسلمانوں کو قرنِ اوّل میں حاصل تھا، وہ اب کیوں نہیں حاصل ہوتا؟ میرے بھائیو! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پہلے ہی ارشاد فرما دیا تھا آج سے چودہ سو سال پہلے لَنْ يَّصْلِحَ آخِرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا مَا صَلَحَ اَوَّلَهَا ط (اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) آپ فرماتے ہیں کہ میری اُمت کے پچھلے دور کی اصلاح وہی دستورِ حیات کرے گا جس دستورِ حیات نے میری امت کے پہلے دور کی اصلاح کی۔ تو پہلے دور کی اصلاح کس چیز سے ہوئی تھی؟ قرآن مجید سے۔ آج میرے بزرگو جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ ایسی محفلوں کا اہتمام آپ تقریباً دو تین سال سے فرما رہے ہیں، اگر اس طرح مختلف جگہوں پہ درسِ قرآن کی محافل قائم کی جائیں جن میں اللہ تعالیٰ کی بات خلوص کے ساتھ کہی جائے، خلوص کے ساتھ سُنی جائے تو اُمید ہے کہ ہم میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایسی ایک انقلابی طاقت پیدا ہو جائے گی کہ ہم قرآن مجید پہ عمل کرنے لگ جائیں گے اور جب ہم نے قرآن پر عمل کیا تو پھر اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ہماری گُم شُدہ متاعِ جو ایمانی قوت اور اس کا عروج تھا وہ اللہ تعالیٰ ہمیں پھر نصیب فرما دیں گے۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی ایسی محفلیں قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ قرآن سمجھنے کی اللہ تعالیٰ توفیق ارزانی فرمائے۔

آج جو سورت شروع کی گئی ہے اس کا نام ہے سُورتُ الانفال۔ یہ مدنیہ سورت ہے

مدینہ منورہ میں ہجرت سے بعد نازل ہوئی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ پہلی سورت، سورت الاعراف ختم ہو چکی ہے اس میں اللہ تعالیٰ عزّ اسمہٗ نے ارشاد فرمایا تھا اِتَّبِعُ مَا یُوْحٰی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ" ھٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○ قرآن مجید بصائر ہیں، قرآن مجید ہدایت ہے، قرآن مجید رحمت ہے، لیکن لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ● یقین والی قوم کے لئے اور میرے بھائیو یقین ہی تو سب سے بڑی چیز ہے۔ کسی بات کے متعلق اگر ہم میں یقین پیدا ہو جائے تو ہم اُس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اس کی طرف قدم اٹھاتے ہیں۔

تو اس سورت الانفال میں ربّ العالمین نے اس ہدایت اور رحمت کی ایک مثال بیان فرمائی۔ جنگ بدر مسلمانوں کی وہ پہلی جنگ ہے جس کو قرآن مجید نے یَوْمُ الْفُرْقَانِ کے ساتھ تعبیر فرمایا ایک امتیازی جنگ، ایک امتیازی لڑائی حق اور باطل کے درمیان امتیازی معرکہ جس نے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام دینِ حق ہے اور دینِ صداقت ہے۔ جنگ بدر کے بعد مسلمانوں کو بڑی کافی فتوحات حاصل ہوئیں ۳۱۳ کی مختصر تعداد نے اپنے سے کئی گنا تعداد پر تسلّط حاصل کیا، غلبہ حاصل کیا، فتح نصیب ہوئی اور بڑا کافی مالِ غنیمت بھی ملا۔ ستر مشرکین مارے گئے جن میں چوٹی کے کافر اور مشرکین تھے۔ اُس وقت یہ بہت بڑی کامیابی اور فتح تھی بے سروسامانی کی حالت میں۔ چونکہ یہ پہلا واقعہ تھا اسلام میں فتوحاتِ مادیہ کا، اس لئے مسلمانوں میں اس چیز کے متعلق یہ بات پیدا ہوئی کہ آیا ہمارے لئے یہ مالِ غنیمت درست ہے یا نادرست۔ ہم لے سکتے ہیں یا نہیں لے سکتے کیونکہ

پہلی امتوں میں جب کبھی کسی نبیؑ نے کافروں کے ساتھ جہاد کیا تو جو مالِ غنیمت حاصل ہوا میدان میں، اُس کو وہیں چھوڑ دیتے تھے۔ آسمان سے ایک آگ آکر اُس مالِ غنیمت کو اڑا لے جاتی تھی، جلا دیتی تھی، اُٹھا کر لے جاتی تھی، لیکن نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیساکہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ کو، حضورؐ کی امت کو بہت سی خصوصیات کے ساتھ نوازا ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ ط آپؐ فرماتے ہیں میرے لئے اور میری امت کے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا، ہم اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ط ہم نے زبور میں بھی یہ بات لکھ دی ہے کہ میری اس زمین کے وارث عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (میرے صالح بندے) ہوں گے۔ زبور اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوا۔ چونکہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے اس لئے جہاں تک میں سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے زبور میں اس بات کا اعادہ فرمایا، اِس بات کو ذکر فرمایا کہ اے دُنیا والو! تم سُن لو! اَنَّ الْاَرْضَ زمین کے صحیح مالک (وارث کا معنیٰ صحیح مالک) زمین کا صحیح وارث، صحیح مالک جس کے لئے میری زمین کو اپنے تسلّط میں رکھنا اور اُس سے فائدہ اُٹھانا میری طرف سے اُس کو اختیار دیا جائے گا۔ وہ عِبَادِيَ الصالحُون ہوں گے۔ تو اُن عِبَادِيَ الصَّالِحُون کی نشان دہی اسلام میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والوں کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت کو اس لئے حلال فرما دیا کہ یہ عبادی الصالحون

کا مصداق ہیں، پہلی اُمتیں زمین کے وارث نہ تھے بلکہ زمین کے وارث مسلمان ہیں اندریں ایک اور نکتہ بھی عرض کرؤں چھوٹا سا۔ میرے بزرگو! وارث اُسی کو کہتے ہیں جو کسی کے چلے جانے کے بعد اُس کی چیز کا مالک ہو۔ تو چونکہ مسلمان سب سے آخری امت ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں ہمارا دستورِ حیات قرآنِ مجید سب سے آخری کتاب ہے، تو ہم جب سب سے آخری ہیں اور سب سے کامل دین ہمارا ہے تو اس اعتبار سے جو جو باتیں پہلوں کے لئے درست نہ تھیں اور جو جو چیز مال انہوں نے اچھی چھوڑی ہیں، اُن کے وارث مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قرار دے دیا۔ اس لئے مالِ غنیمت مسلمانوں کے لئے حلال کیا گیا ہے۔

عربی زبان میں انفال جمع ہے نفل کی، نفل کہتے ہیں اس چیز کو جو اصلی مقصود اور فرض چیز سے زیادہ ہو۔ مالِ غنیمت بھی میرے بھائیو! مجاہد کی اصل نیت سے زیادہ چیز ہے۔ مجاہد کی نیت جہاد کرتے وقت کیا ہوتی ہے؟ کہ میں اس لئے لڑتا ہوں لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ط (قرآن میں آتا ہے) تاکہ اللہ کا کلمہ اللہ کا نام بلند ہو جائے۔ مجاہد کی جہاد سے یہی غرض و غایت ہے یہی فرق ہے جہاد میں اور جنگ میں۔ جنگ صرف اپنے جذباتِ غضبیہ کا اظہار ہوتا ہے، اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو اُبھارنے کا نام ہے جنگ، اپنی مقصد بر آری کا نام ہے جنگ اور جہاد میں اپنا مقصد نہیں ہوتا، اللہ کی کائنات کو فائدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اس کا نام ہے جہاد۔ جنگ میں اپنی ذاتی خواہشات کی بلندی۔ جیسا کہ دیکھ لیں آج دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ امریکہ ویت نامیوں پہ کتنی مدت سے آگ برسا

رہا ہے۔ اور دنیا میں جہاں پر جھگڑے ہوتے ہیں جنگ جسے کہتے ہیں، جنگ کا مفہوم ہے اپنی خواہشات کا غلبہ اور جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی خواہشات کو تو پس پشت ڈال دیا جائے، اللہ کی مخلوقات میں امن اور عافیت پیدا کی جائے یہ ہے مقصد جہاد کا۔ اس لئے مجاہدین فی سبیل اللہ کے متعلق قرآن نے فرمایا کہ وہ اس لئے لڑتے ہیں لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا۔ کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو ان کی غرض و غایت اللہ کے دین کو بلند کرنے کی ہوتی ہے۔ غرض تو یہ ہے، لیکن جب میدان جنگ میں کچھ مال مل جائے، کچھ دولت مل جائے، کچھ سامانِ جنگ مل جائے، کپڑے مل جائیں، کچھ اور چیزیں مل جائیں تو وہ زیادہ انعام ہے مجاہد کے لئے۔ مجاہد کی سب سے بڑی غرض کیا ہے؟ جہاد فی سبیل اللہ سے سب سے بڑا مقصد کیا ہے؟ اللہ کے کلمے کو بلند کرنا۔ لیکن اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے ساتھ ساتھ دنیاوی جو فائدہ مجاہد کو ملے گا اسے کہتے ہیں نفل جیسے ہم فرض نماز پڑھتے ہیں۔ فرض نماز ہم پر فرض ہے لیکن ساتھ ساتھ نفلی نمازیں بھی ہم پڑھ لیتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ نفل نماز جو ہے یہ ہمارے زیادہ شوق کو اس طرف راغب کرتی ہے اور فرض پڑھنے کے بعد ہم میں ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے ایک طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے لگاؤ کو اور زیادہ استوار کریں۔ تو نفلی عبادات درحقیقت فرضی عبادات کا ایک گونہ نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوافل ابواب الخیر ہیں۔ نفل نیکی کے راستے ہیں۔ تو مالِ غنیمت بھی زیادہ چیز ہے اس مقصد سے جس مقصد کے لئے مجاہد فی سبیل اللہ میدان میں آکر لڑا۔

اس لئے غنیمت کو بھی نفل کہتے ہیں اور نفل کی جمع ہے انفال۔ سورت الاعراف کے آخر میں رب العالمین نے فرمایا تھا کہ قرآن مجید ہدایت ہے، رحمت ہے، رہنمائی کرتا ہے یقین والی قوم کے لئے دیں شانِ نزول عرض کر رہا ہوں سورت انفال کا، کہ اس کا شانِ نزول کیا ہے، یہ سورت کیسے نازل ہوئی) میں اپنے پہلے کسی درس میں عرض کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کے پاس الحمد للہ قرآن مجید کے نزول کے امکانات، قرآن مجید کے نزول کے زمان یہ ساری کی ساری باتیں محفوظ ہیں بلکہ ہم یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ لیلی کونسی سورت ہے اور نہاری کونسی ہے۔ گرمی میں قرآن کا کونسا حصہ نازل ہوا، سردی میں قرآن کا کونسا حصہ نازل ہوا اور یہ اللہ تعالیٰ نے شرف قرآن کو بخشا کیونکہ قرآن ہی اس دنیا میں باقی رہنا تھا اور جس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھنا تھا اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا فرما دیئے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ط تو سورت انفال کا یہ شانِ نزول ہے کہ سورت انفال میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مالِ غنیمت کے حلال کرنے اور مالِ غنیمت کے حلال ہونے کا حکم دیا کہ تمہارے لئے مالِ غنیمت حلال ہے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ مالِ غنیمت میں، چونکہ مسلمان تو لڑتا ہی اسی لئے ہے کہ اللہ کا دین بلند ہو اس لئے لڑنے والے کے دماغ میں اگر لڑتے وقت یہ بات آجائے کہ چونکہ میں لڑا ہوں اس لئے مالِ غنیمت کا میں مالک ہوں تو یہ چیز جو ہے اخلاص کے خلاف ہے۔ اگر جہاد میں سو آدمی شریک ہیں اور دس لڑے، نوے بھی اُن کے ساتھ معاون تھے تو ان ۹۰ کو بھی اُس مالِ غنیمت میں سے حصہ ملنا چاہیئے اور اس حصے کو تقسیم کرنے والے کون ہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اس کا حکم دینے والے کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ۔ مجاہد یہ نہ خیال کرے کہ جہاد کرنے کے بعد شاید میں نے کچھ کمال کیا ہے، نہ نہ، یہ تو اللہ کا عطیہ تھی اس کی جان اور اللہ کا عطیہ اللہ ہی کے نام پر لگ جائے اس پر تو مجاہد کو خوش ہونا چاہیئے کہ جو میری زندگی تھی جس نے ویسے بھی ختم ہونا تھا آج وہ اللہ کے نام پر ختم ہو گئی۔ یہی جذبہ تھا جس کو مسلمانوں میں پیدا کیا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ صحابہ کرام کی شاندار زندگیاں ہمارے سامنے ہیں۔ تو انفال کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ مال غنیمت تمہارا نہیں ہے بلکہ یہ مال غنیمت اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے عطیئے کو جس طرح اللہ تعالیٰ کے رسول تقسیم کرنا چاہیں گے اسی طرح تقسیم ہو گا۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کس طرح تقسیم کریں گے؟ جس انسان نے جہاد میں حصہ لیا، میدان جنگ میں پہنچا، وہ انفال کا حصے دار ہے۔ خواہ وہ لڑے یا نہ لڑے۔ اپنے آپ کو اس نے جہاد میں پیش کر دیا، خواہ وہ کسی بھی محاذ پر ہو، اس لئے میرے بزرگو! ہمارے فقہائے اسلامیہ نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ ایک گروپ، ایک گروہ رضاکاروں کا، مجاہدوں کا، مجاہدین کی مدد کے لئے گھر سے روانہ ہوا، مخلصانہ نیت کے ساتھ وہ گھر سے نکلا، بارڈر پر یا سرحد پر یا میدان جنگ میں اپنے ان بھائیوں کی مدد کے لیئے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے، نیت یہ تھی کہ میں جا کر وہاں لڑوں گا، اگر اللہ کی سبیل میں مارا گیا تب بھی مجھے خوشی ہو گی اور اگر اللہ تعالیٰ کا یوں ہی حکم ہوا کہ میں کامران واپس آیا تب بھی مجھے کوئی اس میں اعتراض نہیں، مجھے خوشی ہے، مخلصانہ طور پر وہ جہاد کے لئے

گروہ نکلا یا ایک فرد نکلا لیکن آگے پہنچے، دیکھا کہ جنگ ختم ہو چکی تھی، میدان صاف ہو چکا تھا اور مالِ غنیمت جو تھے وہ مسلمان حاصل کر رہے تھے، جمع کر رہے تھے تو فقہائے اسلامیہ نے لکھا ہے قرآنِ مجید کی آیات کی روشنی میں کہ یہ جو گروہ گھر سے نکلا تھا، جنگ ختم ہونے کے بعد جو پہنچا ہے، اس کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ ملے گا کیونکہ اس نے بھی اپنی نیت میں خلوص پیدا کیا اور اسی سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا۔

میں نے یہاں ایک دفعہ تقریر کی تھی ایک مسجد کے افتتاح کے موقعہ پر تو میں نے عرض کیا تھا کہ جہاد کو ہماری نماز کے ساتھ بہت بڑی مناسبت ہے مسجد کو، آرڈیننس فیکٹری کے ساتھ کس قدر لگاؤ اور ربط ہے، اس پر میں نے کچھ باتیں عرض کی تھیں اسی ضمن میں یہ مسئلہ زیادہ طور پر آج عرض کر رہا ہوں کہ اسی سے ہمارے فقہائے اسلامیہ نے یہ مسئلہ نکالا کہ اگر ایک انسان جو نماز باجماعت کا پابند ہے، اس کی عادت ہے کہ وہ ہمیشہ نماز باجماعت پڑھتا ہے — اور میرے بزرگو! نماز ہے ہی باجماعت مردوں کے لئے، گھر میں تو عورتیں نماز پڑھتی ہیں، مردوں کو حکم فرمایا، وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ط تم اُن لوگوں کے ساتھ میرے سامنے سربسجود ہو جاؤ جو رکوع کرنے والے ہیں، تم بھی رکوع اُنہی کے ساتھ کرو۔ تمہاری علیحدہ کیا نماز ہے۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی نماز باجماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے ہم اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں بھی چھوٹ چاہتے ہیں۔ اب پانچ وقت کی تو نماز باجماعت ہے اس میں اور کیا چھوٹ ہو پانچ وقت کی نماز کے متعلق فرمایا کہ مسجد میں جا کر نماز باجماعت

ادا کرو۔ جب اذان ہوتی ہے، موذن بلاتا ہے تم جا کر شہادت دو۔ موذن کیا کہتا ہے؟ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ط حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ میں گواہی دیتا ہوں نبی کریم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں چلو تم نماز پڑھو چلو تم کامیاب ہو جاؤ۔ لیکن ایک آدمی کہتا ہے کہ بھائی اس شہادت میں تو میں بھی شریک ہوں لیکن میں فرا گھر ہی حیلہ کر لیتا ہوں۔ حیلہ کیا بلا ہوتی ہے؟ جا کر اللہ کی عبادت مسجد میں کی جائے بلا عذر شرعی کے۔ نماز باجماعت نہ پڑھنا بہت بڑا جرم ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا: لَا یَتَخَلَّفُ عَنْھَا اِلَّا مُنَافِقٌ۔ نماز باجماعت سے وہی پیچھے رہتا ہے جس کے دل میں ایمان کامل نہ ہو نفاق کا کچھ شائبہ موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز باجماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز باجماعت کی تاکید میں ارشاد فرماتے ہیں اور اسی کے ضمن میں ہمارے علمائے اسلام نے قرآن وسنت کی روشنی میں یہ مسئلہ نکالا کہ جو آدمی نماز باجماعت کا پابند ہو اور وہ ایک دن جماعت کے لئے گیا لیکن اتفاقاً کسی وجہ سے اس کی کسی دیر کی وجہ سے یا کوئی اور رکاوٹ تھی جب پہنچا، دیکھا کہ نماز باجماعت ہو چکی تھی، تو علماء لکھتے ہیں حدیث کی روشنی میں کہ اس انسان کو بھی نماز باجماعت کا ثواب ملے گا۔ کیونکہ یہ گیا تو ہے، اس کی نیت تو تھی کہ میں نماز باجماعت کو پاؤں گا، گھڑی خراب تھی یا کوئی اور رکاوٹ پیدا ہو گئی، نماز پہلے ہو چکی تھی اس کو نماز باجماعت کا ثواب ملے گا۔

تو انفال کے سلسلے میں قرآن مجید نے یہ فرمایا کہ تمہارے جہاد سے اور

اتنی بڑی کڑی محنت سے جو مال تمہیں مل گیا وہ مال صرف تمہارا نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے، اللہ کا عطیہ ہے اور اس کی تقسیم جیسا یہ کریں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ تمہیں ماننی پڑے گی خواہ کسی نے تلوار اٹھائی ہے یا نہیں اٹھائی، مورچے میں بیٹھا ہے یا نہیں بیٹھا، گولہ پھینکا ہے یا نہیں پھینکا بلکہ جتنے مجاہد میدان میں تھے سب اس مالِ غنیمت میں برابر کے شریک ہیں۔ یہ انفال کا مفہوم ہے اور جنگِ بدر کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو یہ مسئلہ سمجھایا انفال کا کہ تم اس بات کو مت سمجھو کہ ہم چونکہ لڑے ہیں اور جو لڑے نہیں، میدان میں وہ موجود تھے شاید ان کا حصہ نہیں ہے۔ نہیں۔ ان کا بھی حصہ ہے (یہ میں نے شانِ نزول اس کا آپ کے سامنے عرض کیا۔ اب اسی کے ضمن میں ترجمے کے ساتھ ساتھ چند باتیں اور آتی جائیں گی انشاء اللہ۔ اللہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے)

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ۔ یہ آپ سے پوچھتے ہیں انفال کا حکم کیا ہے تو پوچھنے کی نوبت اسی لئے آئی کہ چونکہ یہ جنگِ بدر کا واقعہ ہے جنگِ بدر پہلی وہ جنگ ہے جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، مالِ غنیمت حاصل ہوا اور اس میں کچھ بوڑھے بھی تھے، کچھ جوان بھی تھے تو سب نے مل کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس انفال کو کیا کیا جائے؟ آیا مالِ غنیمت کو میدان میں چھوڑ دیں تاکہ پہلی امتوں کی طرح آگ آ کر اس کو لے جائے۔ یہ بھی ایک قول لکھا ہے علمائے تفسیر نے یا اللہ کے نبیؐ ادھی لوگ لیں، وہی نوجوان لیں جو میدان میں جا کر لڑے ہیں یا ان بوڑھوں کو بھی دیا

جائے جو کسی اور محاذ یا ڈیوٹی پہ تھے؟ کس طرح مالِ غنیمت تقسیم ہو؟ آیا ۳۱۳ میں پورا تقسیم ہو یا کسی کو ملے کسی کو نہ ملے۔

جواب فرمایا قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ سن لو اے مسلمانو تم بہت خیال کرو کہ ہماری کمائی ہے۔ آج ہم کہتے ہیں کہ جی یہ میری اپنی کمائی ہے۔ کسی سے کہہ دو کہ بھائی زکوٰۃ دو، عُشر دو، اللہ کے نام پہ پیسے بھی دو۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی دماغی قوت سے کمایا ہے، میں نے اپنے بازو کے زور سے کمایا ہے۔ میرے بزرگو! میری آپ کی کیا محنت ہے؟ یہ سب محنتیں عطیہ ہیں خداوند قدوس کی رحمتوں کا۔ جو ہمارے بھائی ہل چلا کر غلّہ پیدا کرتے ہیں، خدانخواستہ اگر اللہ ان کو لنگڑا کر دے؟ اللہ ان کو اندھا کر دے؟ اللہ ان کو شل کر دے تو ہل کس طرح چلائیں گے؟ جو ہمارے بھائی اپنی دماغی قوتوں سے کماتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ دماغوں کو سلب کر لے؟ اللہ تعالیٰ پاگل کر دے تو کس سے کمائیں گے؟ جو اپنی آنکھوں کے ہنر سے کماتے ہیں، اللہ اندھا کر دے تو کس طرح سے کمائیں گے؟ جو اپنی زبان کی تیزی سے کماتے ہیں خدانخواستہ گونگے ہو جائیں (اللہ تعالیٰ سب بیماروں کو شفا دے اور اللہ ایسی بیماریوں سے بچائے) میں بات عرض کرتا ہوں کہ ہماری ساری محنتوں کا سرچشمہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات۔ تو ہماری ساری کمائی کس نے دی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے دی۔ یہ سارا مال کس کا عطیہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ قرآن نے یہاں ایک بہت بڑا مسئلہ حل کیا کہ تم مت یہ سمجھو کہ ہم میدان میں پہنچے، ہم نے اپنی جانیں پیش کر دیں اگر ہم شہید ہو جاتے تو کیا بنتا؟ ہم لڑے، اس لئے جو مالِ غنیمت ملے گا

وہ شاید ہمارا ہی ہے۔ فرمایا نہیں۔ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ آپ ان سے فرمادیجئے یہ مال غنیمت جو کچھ تمہیں جہاد کے میدان میں مال ملا ہے یہ سب کا سب مال کس کا ہے؟ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ یہ سامنے کا سارا مال اللہ کا ہے، اللہ اس کا مالک ہے۔ تمہیں بھی اللہ نے یہ قوت عطا کی اس لئے تمہارے دماغ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہونی چاہیئے، کسی بھی فعل کے وقت، کسی بھی محنت کے وقت، ساری محنتوں کا سرچشمہ اور اس کا عطا کرنے والا کون ہے؟ رب العالمین ہے۔

اب اللہ تعالیٰ انفال کو لے کر کیا کریں گے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی بینک کھولا ہے کہ اس میں جمع کریں گے؟ اللہ تعالیٰ کچھ اور سٹور کریں گے؟ نہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ وہ تمہی پر تقسیم کریں گے لیکن تقسیم کون کریں گے؟ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ انفال اللہ کے لئے ہیں، مال غنیمت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مالک ہے۔ جس طرح وہ تقسیم کریں گے اس طرح مال غنیمت تمہارے سامنے تقسیم ہوگا۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ یُعْطِیْ بانٹنے والا تو میں ہوں لیکن دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ بانٹنے والے امام الانبیاء ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور عطا کرنے والے رب العالمین ہیں۔ تو قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ آپ فرما دیجئے یہ مال غنیمت کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا، اللہ اس کا مالک ہے۔ وَالرَّسُوْلِ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مالک ہیں یہ رسول کریم جس طرح تقسیم کریں گے تمہیں

اس تقسیم پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ تم اُس تقسیم کو قبول کر لو۔
یہ چونکہ جنگ بدر کا واقعہ ہے۔ مسلمان اس وقت کس کیفیت میں تھے؟
آپ بھی جانتے ہیں لکھے پڑھے دوست کہ یہ وہ وقت ہے کہ ابھی مسلمانوں
کو مکہ مکرمہ سے نکالا گیا، اپنے گھروں سے نکالا گیا، بیوی بچوں سے جدا کیا گیا
اور وہ سال دو ہوتے ہیں مدینہ منورہ پہنچتے ہیں بس جنگ بدر شروع ہو جاتی
ہے۔ تو اس وقت مسلمانوں کی نظروں میں اس چیز کو بتایا گیا کہ اے مسلمانو!
تم ساری دنیا پر تسلّط کے مالک ہو، ایک وقت آئے گا کہ تم ساری دنیا کے مالک
بنو گے اور تم یہاں آئے ہی اس لئے ہو کہ تم ساری دنیا کو تبلیغ کرو، ساری دنیا کو
اعلان کرو۔ اِس سورت انفال میں ساری دنیا کی اصلاح کے لئے مسلمانوں
کو سمجھایا گیا کہ اقوام عالم کو دعوت دو۔ ایک وقت آئے گا کہ تمام اقوام
عالم تمہارے تسلّط میں آئیں گی اور تم اپنے آپ کو فقیر یا الیسا مت سمجھو کہ
تمہارے پاس کچھ نہیں۔ تمہارے پاس سب سے بڑی دولت، دولت
ایمان ہے اور اِس دولت ایمان کی برکت سے تم ساری دنیا پر چھا جاؤ گے
فَاتَّقُوا اللّٰہَ ۔ پس تم اللہ سے ڈرو۔ تقویٰ پھر آ گیا۔ مسلمان کا سب سے
بڑا ہتھیار، مسلمان کا سب سے بڑا اعتماد کیا ہے؟ فَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ پس تم اللہ
سے ڈرو، اللہ کے ساتھ اپنا ربط قائم رکھو، اللہ کے باغی مت بنو۔
وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ اور صلح کرو آپس میں، اصلاح کرو آپس میں
یعنی یہ مت کہو کہ چونکہ میں جہاد میں شریک تھا میں نے توپ چلائی، میں
نے بندوق چلائی، میں نے نیزہ مارا لہٰذا مال غنیمت میرا اسی حصہ ہے، تم تو وہاں

پیچھے بیٹھے تھے۔ نہیں نہیں ۔ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ ص آپس کی اصلاح کرو
آپس میں صلح کرو۔ تم جتنے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ط پڑھنے والے ہو تم میدان
جہاد میں شریک تھے اس لئے تم سارے کے سارے انفال کے مستحق ہو ۔
وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ٥ اور بات مانو تم اللہ کی
اور بات مانو تم اس کے رسول کی ، اگر تم یقین والے ہو ، اِنْ کا معنیٰ اِذْ بھی آتا ہے
جب کہ تم یقین والے ہو تمہیں تو یقین حاصل ہو چکا ہے ، تم دولت یقین سے
مشرف ہو ، تمہارا ایمان تو مصدق ایمان ہے ، تمہارے ایمان کی تو تمہارے
اعمال نے تصدیق کر دی ۔ تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے گھروں کو
چھوڑا ، اپنے وطن کو چھوڑا ، اپنے بیوی بچوں کو چھوڑا ، اپنی آسائشوں کو چھوڑا
اور مدینہ منورہ تم پہنچے ۔ یہ بات دلیل ہے کہ تم کو یقین ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی تعلیمات پر ۔ اس لئے اِنْ کا معنیٰ اِذْ بھی آ سکتا ہے ۔ اور ہے ۔
بعض علمائے تفسیر نے لکھا ہے ۔ اور اِنْ بھی ہے ۔ اگر تم واقعی ایماندار ہو تو
پھر تمہیں اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی اطاعت کرنی چاہئے ، اللہ کے رسول
کی اطاعت کرنی چاہئے ، اور تمہارے سامنے جب اللہ کا نام آ جائے تو پھر تمہارا
اپنا عقل و دماغ کوئی بھی وہاں پہ کامرانی یا پیشوائی کے لئے قدم نہ اٹھائے ۔ چنانچہ
مومن کی تعریف بیان فرمائی کہ مومن کیسے ہو ؟

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ
بڑی سخت آیت ہے اور بڑی پیاری آیت ہے ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ اِنَّمَا
کا کلمہ عربی میں حصر کے لئے آتا ہے ۔ بند کرنے کے لئے ۔ یعنی مومن کی تعریف

یہی ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنے والے کے
دل میں اگر ایمان راسخ ہو چکا ہے تو اس کی نشانیاں کیا ہیں؟ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ
بیشک، یقین سمجھو، مومن صرف وہی لوگ ہیں۔ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ
قُلُوْبُھُمْ جونہی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو، جب اللہ کا نام لیا جائے ذُکِرَ اللّٰہُ
اللہ کا نام لیا جائے۔ تو پھر؟ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ تو ان کے دل ڈر جائیں، دل دہل
جائیں، اللہ تعالیٰ کی بات کے سامنے اُن کے دل میں یہ شائبہ ہی نہ پیدا ہو کہ ہم بھی
اپنی کچھ رائے رکھتے ہیں۔ مومن کی پہلی علامت کیا بتلائی سورتِ انفال ہیں؟ اِنَّمَا
الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ مومن وہ ہے جس
نے کلمہ پڑھا، اسلامی عقیدوں کا اقرار کیا، کچھ تھوڑی بہت عبادت بھی کرتا
ہے، لیکن اس کے ناپنے کا معیار کیا ہے؟ میٹر کیا ہے؟ ہماری انگریزی میں
اس کا میٹر (METER) کیا ہے؟ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ اس
کی پہلی نشانی یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر اس کے سامنے آئے وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ
اس کا دل ڈر جائے کہ اللہ کی بات؟ دیکھو بھائی! ہمارے اکثر دوست ملازم ہیں
جب ہمارے سامنے ہمارے کسی افسرِ اعلیٰ کی کوئی چٹھی آجاتی ہے تو ہم اس چٹھی
کو ویسے ضائع نہیں ہونے دیتے سوچتے ہیں، غور کرتے ہیں، جتنے اوپر کے افسر کی
ہو اتنا ہی غور سے سوچتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جی! تو حکم آیا ہے بڑے
صاحب کا حکم ہے۔ "بڑے صاحب" کے حکم کو تو ہم سوچتے ہیں لیکن جو سب
کا مالک ہے احکم الحاکمین، سب بادشاہوں کا بادشاہ، مالک الملک ہے، فرمایا
کہ اس کا نام آتے ہی، مومن کی علامت ہے وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ اس کا دل ڈر جائے

دل گھبراجائے کہ یا اللہ! مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو جائے - یا اللہ! مجھ سے کوئی تیری نافرمانی نہ ہو جائے۔ یہ پہلی علامت ہے مسلمان کی کہ جب اللہ کا نام آئے تو فوراً دل ڈر جائے، دل میں خشیت پیدا ہو جائے۔ صرف اللہ کے نام سے - اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ دیکھ لیجئے جب اللہ کا ذکر کیا جائے، اللہ کا نام لیا جائے کہ اللہ یوں فرماتے ہیں اللہ کا یہ ارشاد ہے۔ تو کیا ہو؟ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ دل ڈر جائے، دل میں خشیت پیدا ہو جائے۔ اس لئے میرے بزرگو! قرآن میں دیکھ لیجئے۔ فرمایا لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ (سورت بقرہ میں آتا ہے) اے مسلمانو! تم اللہ کے نام کو نشانہ نہ بناؤ اپنی قسموں کا۔ یعنی بات بات پر اللہ کے نام کی قسمیں مت کھاؤ۔ اللہ کے نام کو (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) ایسا ہلکا مت سمجھو کہ چھوٹی سی بات پر خدا کی قسم کھالی۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ مت بناؤ۔ اللہ کی عظمت کا اعتراف کرو۔ اللہ ذوالجلال والاکرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وہ عظمت دو جس عظمت کا وہ مستحق ہے۔ اس لئے فقہاء نے یہاں پر یہ مسئلہ بھی لکھا ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع الصغیر میں ایک حدیث نقل کی کہ جب دو آدمی آپس میں جھگڑیں جیسے کہ ہمارے ہاں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ تو جو آدمی اللہ تعالیٰ کی قسم پر اعتبار نہیں کرتا تو وہ بڑا گنہگار ہے یعنی جب دو آدمی جھگڑتے ہیں آپس میں، مدعی کے پاس شہادت نہ ہو اور مدعا علیہ کے وہ قسم دینا چاہے تو یہ ہے کہ وہ قسم کھائے کہ میں نے تیرا قرض نہیں دینا یا جو تو دعویٰ کر رہا ہے اس دعوے میں تو غلط ہے اور میں سچا ہوں۔ اس کو کہتے ہیں عربی میں اَلْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِی وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ فقہاء نے ایک قاعدہ بیان کر دیا ہمارا آج ...

جھگڑے طے کرنے کا۔ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ مدعی کے ذمے ہے کہ وہ گواہ پیش کرے۔ کسی اپنے دعوے میں۔ اگر گواہ وہ پیش کردے اور گواہوں کی جرح تعدیل کے بعد قاضی فیصلہ کردے۔ لیکن اگر وہ گواہ نہیں پیش کرسکتا، اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو پھر کیا ہو؟ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ جو آدمی منکر ہے۔ مدعا علیہ ہے وہ قسم کھا جائے میں نے اس کا قرضہ نہیں دینا یا جو یہ دعوے کرتا ہے اس میں یہ جھوٹا ہے۔ تو قسم کی صورت میں ہمارے ہاں تو رواج یہ ہے آج کل عام دیہاتوں میں شہروں میں کہتے ہیں جی قرآن کی قسم تو یہ فوراً اٹھا لے گا، کلمہ تو جلدی سے پڑھ لے گا اسے کہو کہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھائے کہ میں بیوی کو طلاق دیتا ہوں اگر میں اس معاملے میں جھوٹا ہوں تو عموماً ہمارے بھائی قسم تو کھا جاتے ہیں لیکن بیوی کو طلاق کرتے وقت ذرا سوچتے رہتے ہیں کہ بھائی یہ تو معاملہ خراب ہو جائے گا۔ مسلمان کے چلو پھر کسی کونے میں کچھ تھوڑا سا دین تو ہے کہ بیوی کو طلاق نہیں ہونی چاہیئے۔ جھوٹی قسم کی چلو خیر ہے کوئی بات نہیں۔ اس مسئلے پر امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جو قسم کھانے والا تھا چلو اس پر تو اس کا اعتبار نہ ہوا اس نے کہا کہ تو اللہ کے نام پر قسم تو کھا جائے گا میں تجھے طلاق دینی چاہتا ہوں۔ تو اس کے نزدیک اگر اللہ کے نام کا اعتماد نہیں تو وہ مجرم اور خطا کار ہے لیکن جو اسے قسم دینے والا ہے اس کے متعلق بھی جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ حدیث نقل کرتے ہیں اپنی کتاب جامع الصغیر میں کہ یہ بھی منافق ہے۔ اس لئے کہ اس نے بھی خدا کے نام پر اعتبار نہیں کیا۔ چلو وہ قسم کھانے والا تو جھوٹا تھا

اللہ کے نام کو جھوٹا استعمال کرنے والا ہے تو وہ گنہگار ہے لیکن قسم دینے والے کو تو خدا کے نام پر اعتماد ہونا چاہئے تھا اسے چاہئے تھا کہ جل جاتی تو اللہ کے نام کی قسم کھا جا مجھے اطمینان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت کے متعلق میں بات عرض کر رہا ہوں۔ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ اللہ کے نام کا ذکر پیدا ہو جائے آج مجھ میں آپ میں، میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ جتنی آج کل یہ گناہ کی فراوانی ہے یہ گناہ کے جو طوفان ہیں، یہ گناہ کا طوفان روکنے کے لئے صرف ایک بات ہے۔ اللہ کا ذکر۔ اللہ کا ذکر دلوں میں راسخ ہو جائے، پھر کبھی گناہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو گا بھی تو فوراً توبہ کی توفیق ہو جائے گی۔ یہ جو ہم گناہوں میں غوطے کھا رہے ہیں (اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی ان غوطوں سے بچائے، اور جو ہمارے بچے بچیاں ملوث ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہدایت نصیب فرمائے اور سب کا خاتمہ بالایمان ہو) اس کا واحد علاج اللہ کا ذکر ہے اور کوئی بھی علاج نہیں ہے۔ پڑھنا پڑھانا کیا ہے؟ کتابیں کیا ہیں؟ کتابوں میں کیا ہے؟ کتابیں تو آپ کی رہنمائی کر دیں گی، ٹھیک ہے۔ لیکن مجھے یہ بتایا جائے کتابیں پڑھ کر کتنے نیک ہوئے ہیں؟ رسالے پڑھ کر کتنے نیک ہوئے ہیں؟ بلکہ تلقین و وعظ کے ساتھ کتنے نیک ہوئے ہیں؟ بڑا اہم مسئلہ ہے۔ اسی کا وعظ بھی مؤثر ہو گا، اسی کی تلقین بھی مؤثر ہو گی جو خود عمل کا نمایندہ ہو گا۔ یہ جو ہمارے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ یا دوسرے اہل اللہ گذرے ہیں، اب بھی اللہ والے موجود ہیں، جو کہ عمل کا خود مجسم نمونہ تھے، ان کی زبان سے جو بات نکلتی تھی اس میں اثر ہوتا تھا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے (اقبال)

اور ع از دل خیزد۔ بر دل ریزد۔ دل سے بات اُٹھے گی تو دوسرے دل پہ لگے گی۔ اگر دل سے نہیں اٹھی تو وہ تو پھر تصنّع ہے۔ تو ذکرِ الٰہی میرے بزرگو! صرف ذکرِ الٰہی سارے گناہوں کا علاج، ساری بیماریوں کا علاج، ساری پریشانیوں کا علاج، ہماری ساری غلطیوں کا علاج کیا ہے؟ ذکرِ الٰہی۔ آج اگر ہم اللہ کا ذکر کریں اس حیثیت کے ساتھ کہ اللہ کی عظمت ہمارے سامنے ہو تو میرے بزرگو! پھر گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ میرا دوکاندار بھائی یہ سوچے جب ترازو ہاتھ میں لے کہ میں اس اللہ کا دیا ہوا تول رہا ہوں جس اللہ نے مجھے دوکاندار بنایا، جس نے مجھے مال دیا، دولت دی، میرے ہاتھ میں ترازو دیا اور اگر اس کے سامنے قرآن کی پھر یہ آیت بھی ہو وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ۝ تو بھائی پھر تم ہی بتاؤ وہ کم تول سکتا ہے؟ وہ کم ناپ سکتا ہے؟ کسی صاحب قلم کے ہاتھ میں قلم ہو اور وہ یہ سوچے کہ یہ میری قلم میرے لئے گواہ ہو گی ن وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝ یہ قلم تو بہت اونچی چیز ہے، اس قلم نے خدا کے سامنے سرنگوں ہو کر لکھنا شروع کیا ہے۔ یعنی میں دیکھتا ہوں یہ جب سرنگوں ہو کر لکھتی ہے تو مجھے بھی خدا کے سامنے سرنگوں ہونا چاہئے اور مجھے اس وقت کو یاد کرنا چاہئے کہ یہ میری قلم میرے متعلق شہادت دے گی۔ مجھے خدا کا خوف رہنا چاہئے۔ تو بھائی پھر قلم سے غلط بات نکل سکتی ہے؟ دنیا میں جتنے ہمارے کام ہیں، ہمارے چلنے کے، پھرنے کے، بیٹھنے کے، اٹھنے

ان سب کاموں کے لئے سب سے بڑا ہادی، سب سے بڑا رہنما اللہ کا ذکر ہے
اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ جب اللہ کا ذکر آجائے وَجِلَتْ
قُلُوْبُھُمْ۔ دل دہل جائیں، دل ڈر جائیں۔ یہ مومن کی پہلی نشانی ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پہلی امتوں میں تین شخص گذرے
ہیں۔ کسی نبی کے حواری تھے۔ ان کا ذکر امام الانبیاء نے فرمایا ہے بخاری شریف
میں یہ موجود ہے۔ آج یہ بھی مسئلہ ہے نا کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ بھائی
پہلے تو یہ سوچا جائے کہ ہماری دعائیں قبول کیسے ہوں۔ واقعی ہم دعائیں کرتے ہیں
اللہ سے، مانگتے ہیں، ہمیں طریقہ آتا ہے اللہ سے مانگنے کا؟ کہاں مانگنے کا طریقہ
آتا ہے؟ اگر ہمارے پاس اللہ سے مانگنے کا طریقہ ہو تو پھر ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ
ہماری دعائیں قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ تو خود فرماتے ہیں قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ
اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھ سے مانگو میں تمہاری پکار کو سنوں گا۔ تمہاری دعاؤں کو
قبول کروں گا۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی قبولیت کے سلسلے میں
ایک واقعہ ارشاد فرمایا۔ بخاری میں موجود ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
اس واقعہ کے خود مصدق ہیں۔ امام الانبیاء فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں میں
سے کسی امت کے تین افراد سفر کے لئے گئے (میں خوف الٰہی پر بات عرض
کر رہا ہوں) وہ پہاڑی راستہ تھا جب پہاڑی راستے پر چلے وہ، بارش
آئی، سخت بارش نے آگھیرا، تو وہ پناہ لینے کے لئے پہاڑی راستے پر ایک غار
میں جا کر وہ پناہ گزین ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک بہت بڑی چٹان
آئی اور اس غار کے منہ پر آ کر چمٹ گئی اور یہ تینوں کے تینوں اندر بند ہو گئے

بارش تھی۔ اب اُن کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ ہم کس طرح نکلیں گے۔ اب تینوں نے کہا کہ بھائی اب تو سے ہی کوئی نہیں سوائے اللہ کے۔ رویسے بھی اللہ کے سوا کون ہے؟ یہ تو ہم کسی کسی وقت نشے میں آجاتے ہیں تو کہتے ہیں اَنَا وَلَا غَیْرِیْ۔ میں ہی ہوں، اور کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے اَنَا کہاں ہے؟ اَنَا وَنَا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ تو اللہ ہی ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اللہ تو واحد لاشریک ہے۔ بندہ کیا ہے؟ بندے میں کچھ بھی نہیں ہے جو چاہے وہ کرے فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے، اللہ کی مرضی کے سوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ انسان کیا ہے، انسان کے ارادے کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ چاہیں تو ارادوں کی تکمیل کریں۔ مگر مصیبت کے وقت جو اللہ کو یاد کرے وہ انسان بھی خوش نصیب ہے کہ مصیبت کے وقت بھی اللہ کو یاد کرلے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ تمہاری پریشانیوں کے وقت تمہاری پکاروں کو سننے والا اور تمہاری تکلیفوں کو دور کرنے والا اللہ کے بغیر کوئی اور ہے؟)

تو اُن تینوں نے کہا کہ چلو بھائی اب اللہ ہی سے دعا مانگنی ہے اس مصیبت کے وقت کون ہماری امداد کو پہنچ سکتا ہے؟ تینوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کی۔ مگر دعا کس طرح مانگی؟ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعارف کرایا (تعارف تو پہلے بھی تھا) یعنی یہ بتایا کہ اللہ! میں نے کبھی کبھی تیرا حکم مانا بھی ہے۔ میں باغی اور سرکش نہیں ہوں (پورا سرکش نہیں ہوں) میں نے یا اللہ کبھی کبھی تیری بات مانی بھی ہے۔ اُن میں سے ایک انسان نے اپنے ماں باپ کی خدمت کا

قصتہ بیان کیا (خلاصہ عرض کر رہا ہوں) کہ اے اللہ! میں تیرے حکم کے تحت اپنے ماں باپ کی خدمت کرتا تھا اور میں جب بکریاں چرا کر آتا تھا رات کو، جب تک بکریوں کا دودھ اپنے ماں باپ کو نہ پلا لیتا تھا، اپنے بچوں کو نہیں پلاتا تھا۔ اسی طرح ایک دفعہ یہ قصتہ ہوا میرے آنے سے پہلے میرے ماں باپ سو چکے تھے اور میں ساری رات یا اللہ اُن کے سرہانے پیالہ دودھ کا بھرا ہوا لے کر کھڑا رہا کہ جس وقت میرے والدین جاگیں گے، میں پلاؤں گا یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے، تیرے حکم کے امتثال میں اپنے ماں باپ کو خوش کرنے کے لئے یہ ساری رات کا جو جاگنا تھا اس کو برداشت کیا، اپنے بچوں کو بھوکا سُلایا اللہ! میں اس پریشانی میں پھنسا ہوں۔ اگر میری یہ عبادت تیرے حضور میں قابلِ قبول ہو چکی ہے، اللہ! اس پتھر کو ذرا سرکا دے تاکہ ہم باہر نکل سکیں۔
امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ پتھر سرک گیا۔ کچھ تھوڑی سی روشنی آگئی تھوڑا سا راستہ بن گیا۔

اب یہاں یہ بھی کیسے ہو سکتا ہے؟ بھائی! پتھر لانے والا کون تھا؟ پتھر کی جو چٹان تھی وہ غار کے منہ پر میں نے لگائی؟ آپ نے لگائی؟ کس نے لگائی؟ چٹان کو بھیجنے والا بھی اللہ تعالیٰ، ہٹانے والا بھی اللہ تعالیٰ۔ اس میں کون سا استبعاد ہے؟

دوسرے سے کہا تم بھی دعا کرو۔ اس نے بھی دعا کی اللہ تعالیٰ کے حضور ایک مزدور کا واقعہ تھا۔ کہ یا اللہ! میرے پاس ایک مزدور تھا جب وہ مجھ سے مزدوری لینے لگا تو میرے اس کے درمیان کچھ بحث ہو گئی۔ وہ چلا گیا۔

کچھ زمانے کے بعد وہ واپس آیا تو میں نے اُس سے کہا کہ یہ غلے کے انبار بھی تیرے، یہ ریوڑ بکریوں کا بھی تیرا، یہ بھوسے کے جو بنے ہوئے تھے خزانے یہ بھی تیرے، تُو لے جا۔ اُس نے مجھے کہا کہ تُو میرے ساتھ مذاق کرتا ہے۔ میں نے کہا۔ نہیں۔ تیری مزدوری کو میں اپنے کھیت میں بوتا رہا ہوں۔ اُن دانوں سے یہ سب کمائی حاصل ہوئی ہے۔ یہ تیرا مال ہے، تُو لے جا۔ اے اللہ! میں نے ایک مزدور بے کس کی مدد کی اس سلئے کہ وہ مزدور تھا اور اللہ! میں نے اسے ایک بندہ سمجھ کر، تیرا بندہ سمجھ کر میں نے اس کے حق کو ضائع نہیں کیا۔ اللہ! تو مجھ پر مہربانی فرما اور اس پریشانی کو دور کر دے۔ امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہ پتھر اور سرک گیا

اب اِن دونوں چیزوں میں خدا کا خوف ضرور ہے (اِذَا ذُکِرَ اللہُ یہ بات عرض کر رہا ہوں) جب اللہ کا نام آئے تو کیسے ڈرا جائے؟

تیسرا کہتا ہے کہ اچھا بھائی میری بات بھی سنو۔ تیسرے نے خدا کے حضور دعا کی کہ اے ربُّ العالمین! تُو جانتا ہے میں اپنے خاندان کی ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا۔ میں نے اپنا مال اور دولت لٹایا۔ آخر جب وہ میرے قابو میں آ گئی میں جو چاہتا کر سکتا تھا لیکن جب میں نے اپنے بُرے ارادوں کو ظاہر کیا تو اس بچی نے یہ کہا اِتَّقِ اللہَ کہ خدا سے ڈر۔ اے اللہ! اس کا یہ اِتَّقِ اللہَ کہنا تھا کہ میں ہٹ گیا اور میں نے اپنے سارے فعلوں سے توبہ کی۔ میری جتنی دولت خرچ ہو چکی تھی اس پر بھی میں نادم ہوا۔ اے اللہ! میں نے تیرے خوف کی وجہ سے قابو پا لینے کے بعد اُس فعل شنیع سے

اعراض کیا۔ اگر تیرے حضور میں میرا یہ عمل قبول ہے یا اللہ! تو تو اس پتھر کو ذرا سرکا دے۔ امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہ وہ پتھر پورا ہٹ گیا اور وہ تینوں کے تینوں اُس غار سے سلامتی کے ساتھ نکل گئے۔

تو یہ ہے اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ جب اللہ کا ذکر آ جائے تو مسلمان کا دل ڈر جائے۔ اللہ بہت عظیم ہے، اللہ سے عظیم کوئی طاقت نہیں ہے یہ پہلی علامت ہے مومن کی۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ بے شک مومن کامل، بے شک صحیح مومن، بے شک اللہ پر پورا یقین رکھنے والے کون ہیں؟ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ جونہی اللہ کا ذکر آ جائے، اللہ کا ذکر کیا جائے وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ان کے دل ڈر جائیں، دل میں خشیت پیدا ہو جائے۔ یہ پہلی اُن کی علامت ہے۔ اور اب جب دل ڈر گیا تو پھر کیا ہو گا؟

وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا (دوسری بات) جب دل ڈر گئے، دل میں خشیت پیدا ہوئی، دل میں خوف پیدا ہوا۔ دوسری نشانی کیا ہے؟ وَاِذَا تُلِیَتْ اور جب پڑھی جائیں۔ عَلَیْھِمْ۔ اُن پر۔ اٰیٰتُہٗ۔ اللہ کی باتیں۔ اللہ کی آیتیں زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا اُن کے پڑھنے سے اُن کے سننے سے یہ آیتیں اُن کا ایمان اور بڑھا دیں ایمان کے ثمرات بڑھیں، ایمان کے عمل بڑھنے شروع ہو جائیں۔ یہ دوسری علامت ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کی بات سُنیں، اللہ تعالیٰ کی بات پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ کی بات کو سُن کر دل میں انقباض نہ پیدا ہو، دل میں کسی قسم کی وحشت نہ پیدا ہو ــــ

کیونکہ یہ تو اُسی اللہ کی بات ہے جس کا نام سن کر دل ڈر گیا تھا۔ اُسی اللہ کی جب بات پڑھی جاتی ہے۔ قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کی جاتی ہے زَادَتۡهُمۡ اِیۡمَانًا تو یہ تلاوت آیات اُن کے ایمانوں کو اور بڑھا دے، ایمان اور بڑھتا چلا جائے۔ لفظ کے اعتبار سے بھی معنیٰ کے اعتبار سے بھی عمل کے اعتبار سے بھی۔ اور میرے بزرگو! قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے۔ دنیا میں معجز کلام صرف اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید ہے۔ دنیا میں کلام معجز کہ اس جیسا کلام کوئی نہ لا سکے۔ وہ صرف قرآن مجید ہے۔ قرآن نے جو چیلنج آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے کیا تھا مکہ والوں کو مدینہ والوں کو جیسا کہ سورت بقرہ میں اور دوسری سورتوں میں موجود ہے

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝

یہ اعلان اور یہ چیلنج آج بھی موجود ہے۔ چودہ سو سال ہو گئے نہ یہودی کتاب اللہ کا بدل لا سکے نہ نصرانی کتاب اللہ کا بدل لا سکے نہ عرب کے مشرک اُس زمانے میں لا سکے نہ آج دنیا کے مشرک اور بے دین اللہ کی کتاب کے مقابلے میں کوئی کتاب لا سکے۔ البتہ ایک اور بات ہے وہ میں آپ سے عرض کر دوں۔ آپ کو بھی اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے کہ اس کا بدل تو نہیں لا سکے لیکن بعض لوگوں نے تحریف لفظی اور تحریف معنوی شروع کر دی ہے۔ میرے بزرگو! قرآن مجید جیسے اللہ نے نازل کیا اسی طرح قرآن کو سمجھنا اسی طرح قرآن مجید کو پڑھنا اسی طرح قرآن مجید کے معارف پر غور و فکر کرنا، یہ تو ہے صحیح معنوں میں قرآن مجید کے ساتھ لگاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کچھ فرمائیں اور ہم کچھ سوچیں، اللہ تعالیٰ کچھ کہتے

ہوں اور ہم اُس کے متعلق کچھ اور تدبیریں بناتے ہوں، اِسے کہتے ہیں تحریف۔
تحریف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے تحریفِ لفظی، ایک ہے تحریفِ معنوی۔
تحریفِ لفظی یہ ہوتی ہے کہ لفظ ہٹا کر دوسرا لفظ لے آئیں۔ میرا خیال ہے آپ
دوستوں کو یاد ہوگا میں نے خود اخباروں میں پڑھا تھا۔ یہودیوں کی اسرائیل گورنمنٹ
نے قرآن مجید بڑی کافی تعداد میں چھاپ کر افریقہ کے مسلمانوں میں اور دوسرے
لوگوں میں تقسیم کئے تھے اور اس قرآن مجید میں لفظی تحریف بھی تھی۔ لفظوں کو بدلا دیا تھا
لیکن مصر کی حکومت نے پھر اُس کے مقابلے میں صحیح قرآن مجید طبع کر کے ان میں تقسیم
کئے یہودیوں کی وہ جو کوشش تھی اُس کو ناکام کر دیا گیا یہ ہے تحریفِ لفظی۔
میرے بزرگو! ہمارے ہاں کچھ ایسی چیزیں ہیں جو تحریفِ معنوی کی طرف ایک
قدم ہو سکتی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اُن لوگوں کی نیت کیسی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُن
کی نیت اچھی ہو لیکن میری اور آپ کی نیتوں کا تو اعتبار نہیں۔ ہماری نیت وہی اچھی
ہو سکتی ہے جو قرآن اور سنّت کے تحت ہو۔ وہ نیت ہماری اچھی نہیں ہو سکتی جو
قرآن اور سنّت کے خلاف ہو۔ کچھ تاجروں نے (پاکستان کے تاجروں نے اور اس سے
پہلے بھارت کے تاجروں نے جب ہندوستان متحد تھا) پہلے بھی چھپا تھا اور اب
بھی چھپ رہا ہے، قرآن مجید کو صرف اُردو زبان میں طبع کیا تھا— صرف اُردو
زبان میں— اب بھی چھپ رہا ہے— (یعنی) متن کو اڑا دیا۔ اور پکتھال کا وہ ترجمہ
جو حیدر آباد دکن میں کبھی چھپا تھا عثمانیہ ادارہ کی طرف سے۔ دارالمعارف
عثمانیہ کی طرف سے جو کبھی چھپا تھا— حیدر آباد کا نام آ گیا— اللہ تعالیٰ میر
عثمان علی خاں بہادر کو جنت نصیب فرمائے، اللہ ان کی کمزوریوں کو معاف فرما دے

پرسوں ۲۴ فروری ۱۹۶۵ء کو اُن کا وصال ہو گیا۔ حقیقت ہے مجھے اُن کے وصال کی خبر پڑھ کر بڑا دکھ ہوا۔ ان کے وجود سے کئی علمی ادارے قائم تھے۔ ہزاروں انسان اُن کے دروازے سے کھانا کھاتے تھے، کتنی علمی مجلسیں قائم تھیں۔ ایک روشن چراغ تھا مسلمانوں کا، وہ بھی گُل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے۔ وہ شاعر بھی تھے۔ اُن کا مجھے ایک شعر یاد ہے۔ ایک دفعہ تقسیم سے پہلے انہوں نے ایک نظم لکھی تھی۔ ایک اخبار میں مَیں نے پڑھی تھی۔ اُس کا آخری شعر تھا وہ آپ بھی سُن لیجئے۔ یہ سب درسِ قرآن ہے ؎

سلاطینِ سَلَف سارے ہوئے نذرِ اجل عثمان

مسلمانی حکومت میں ہے اِک تیرا نشان باقی

تو وہ بھی مٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو پھر عروج نصیب فرمائے۔

تو اُس زمانے میں حیدرآباد سے شائع ہوا تھا پکتھال کا ترجمہ۔ آپ میں سے بعض دوستوں کے پاس ہوگا۔ ایک طرف انگریزی ہے اور ایک طرف عربی ہے لیکن اب امریکہ والے جو ترجمے شائع کر رہے ہیں پکتھال کے جو نو مسلم تھا اُس کے ترجموں میں عربی کو اڑا دیا گیا ہے اب صرف انگریزی ترجمہ آتا ہے۔

میرے بھائیو! اسی طرح ہمارے لاہور کے بعض تاجروں نے قرآن مجید کے عربی متن کو بالکل اڑا دیا ہے صرف اُردو میں ترجمہ کر دیا ہے اور نام رکھ دیا "قرآن شریف" اور وہ بازاروں مارکیٹوں میں بکتا ہے، اب تو بسوں کے اڈوں پہ بھی "قرآن" ملتا ہے۔ "لو جی دوہاں جہاناں دا سردار آ گیا اے" (دیکھئے دونوں جہانوں کا سردار آ گیا ہے) مسلمان نے قرآن کی کتنی تحریف شروع

کردی ہے۔ یعنی بسوں کے اڈوں پر بھی قرآن بیچتے ہیں۔ اگر آپ کو کبھی ایسا اتفاق ہو تو نہایت اچھے طریقے کے ساتھ ان کو منع کر دیا جائے، سمجھایا جائے کہ بھائی قرآن مجید کو در در مت پھراؤ، قرآن مجید بڑی عظیم کتاب ہے۔ اڈوں پر اسے نہ بیچو۔ جسے لینا ہے وہ دوکان پر آئے گا۔ طلب کچھ تو پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ دین کے لیئے طلب چاہتے ہیں۔

قرآن مجید میں آتا ہے چھوٹی سی بات ہے۔ حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والتسلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدۂ ماجدہ جب انہوں نے محسوس کیا کہ میں با امید ہوں اللہ کے حکم سے اور میرے ہاں کوئی بچہ، بچی پیدا ہونے والا ہے تو قرآن میں آتا ہے فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ج قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا o فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا o۔ حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے مریم تو نہ ڈر، میں تیرے بیٹے کے لئے پانی نکال رہا ہوں، پانی کا چشمہ تیرے پاؤں کے نیچے سے نکل رہا ہے اور آگے فرمایا وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا o فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ج۔ اے مریم! جس کھجور کے تنے کے ساتھ تو تکیہ لگا کر بیٹھی ہوئی ہے جس کے اوپر نہ پتے ہیں، نہ پھل ہے کچھ بھی نہیں ہے۔ ایک بالکل چھوٹی سی لکڑی سی ہے، اس تنے کو تو ذرا سا ہلا دے۔ هُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ اسے اپنی طرف ذرا جھٹکا دے کیا ہوگا؟ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا o تجھ پر تازہ کھجوریں گرا دے گا یہ تنا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا ــــــ

کُلِی وَاشْرَبِیْ پھر کھجوریں کھا، پانی پی، کسی قسم کا ڈر نہ کر، اللہ تعالیٰ تجھ پر بڑا فضل و کرم فرمانے والے ہیں۔ تو حضرت مریمؑ نے اُس کھجور کے تنے کو ذرا ہلایا۔ ہلانے کے بعد کھجوریں نازل ہوگئیں، اُتر گئیں۔ کھجوریں آپؑ نے کھائیں اور جتنا وقت مقدر تھا، اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا، اتنا وقت وہ رہیں۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ لے مریم! یہ کھجوریں بھی تجھ پر نازل کر رہا ہوں۔ نہیں۔ فرمایا کچھ تو بھی ذرا حرکت کر، اس تنے کو ذرا ہلا دے، حرکت تو کر، طلب تجھ میں پیدا ہو۔ اب ہم مسلمان کے گھر میں قرآن پہنچا دیتے ہیں۔ پڑھتا ہے مسلمان؟ اخباروں میں درس قرآن آجاتا ہے، پڑھتا ہے؟ ریڈیو پر درس قرآن آجاتا ہے، سنتا ہے؟ اللہ تعالیٰ طلب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کیا میں اگر نماز نہ پڑھوں، آپ اگر نماز نہ پڑھیں، تو کیا اللہ تعالیٰ کی خدائی میں کمی ہو جائے گی؟ اللہ تعالیٰ طلب پیدا کرتے ہیں کہ میرا بندہ مجھے اپنا خدا سمجھتا ہے کہ نہیں؟ پھر گھر میں نماز پڑھ لے تو کیا گھر میں خدا مسجود نہیں ہے؟ فرمایا مسجد میں نماز پڑھ کر، طلب پیدا کریں دیکھوں کہ تجھے میرے دین کی طلب ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ میرے بزرگو یہاں نہیں ہے؟ فرمایا حج کرنا ہے تو بیت اللہ کو چلا آ، خانے کعبے کا طواف کر، وہ خدا یہاں بھی ہے جو وہاں ہے پہلے طلب پیدا کرنا چاہتا ہے کہ تیرے پاس مال ہو گیا ہے، میں دیکھتا ہوں تو سینما تو لگا سکتا ہے، ملیں لگا سکتا ہے، اپنی کوٹھیاں بنا سکتا ہے، کیا میرے دئیے ہوئے مال کو میرے نام پر بھی خرچ کر سکتا ہے یا نہیں؟ میں تیری طلب کو دیکھنا چاہتا ہوں ۔۔۔ جو بھائی حج کو جا چکے ہیں اللہ ان کے حجوں کو قبول فرمائے

اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ یہ طلب پیدا کی جائے۔ جیسے قرآن مجید کی ضرورت ہے، وہ دوکان پر جاکر لے۔ اب آپ کو طلب تھی آپ تشریف لے آئے، مجھے طلب تھی میں بھی آ گیا، مجھے یہ طلب تھی کہ جاکر دینی مجلس میں بیٹھ آؤں ممکن ہے اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ آپ کو طلب تھی چلو قرآن سن لیں۔ یہ طلب ہے انشاء اللہ اس طلب پر رب العالمین مجھے اور آپ کو اجر عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ طلب ہی پر دیتے ہیں اور طلب ہی ایک مستقل عبادت ہے۔ تو میں عرض یہ کر رہا تھا اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ۔ اللہ کی باتوں پر میں بات عرض کر رہا تھا تو آج جن ہمارے بھائیوں نے عربی کو اڑا دیا، صرف اردو کا ہی متن رکھا ہے سچ کہو اردو میں اگر قرآن پڑھا جائے تو کسی کا دل ڈرے گا؟ کسی کے دل میں خوف خدا پیدا ہو گا؟ کسی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے؟ کسی کو محبت پیدا ہو گی؟ اگر آج یہ کہہ دیا جائے کہ دنیا کے مختلف ملکوں سے قاری آئے ہیں ایک قاری آسامی زبان میں پڑھے گا، ایک قاری جو ہے وہ سنسکرت میں پڑھے گا، ایک قاری انگریزی میں قرآن پڑھے گا، ایک قاری فارسی میں پڑھے گا، ایک قاری روسی زبان میں پڑھے گا، ایک قاری چینی زبان میں پڑھے گا اور پاکستان کا قاری صاحب اردو میں پڑھے گا، تم جاؤ گے وہ قرأت سننے کے لئے؟ ہرگز نہیں جاؤ گے۔ اور اگر سن بھی لو تو تم پرواہ نہیں کرو گے۔ لیکن آج جو پچھلے دنوں قاری حضرات تشریف لائے، دیکھا؟ مسلمانوں کا مجمع علیہ، مسلمانوں کی اصل اساس کونسی چیز ہے؟ قرآن مجید۔

اللہ کا نام، اللہ کا ذکر، اللہ کے گھر اور اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یہ چار لہ بنیادیں ہیں مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کی ۔ مسلمان ان چاروں پر اکٹھے ہوں گے یاد رکھئے اللہ کے نام پر اکٹھے ہوں گے ۔ آپ اکٹھے ہوئے کہ نہیں ؟ اللہ کے کلام پر اکٹھے ہوں گے ۔ اللہ کے گھر میں اکٹھے ہوں گے ۔ مسجدوں میں ۔ اور اللہ کے نبی محمد رسول اللہ کے نام پر اکٹھے ہوں گے (صلی اللہ علیہ وسلم) ۔ ویسے کبھی نہیں اکٹھے ہو سکتے ۔ قرآن نے اکٹھا کیا ہے کہ نہیں کیا ؟ آج ہمارے تھائی لینڈ کے قاری صاحب نے بھی قرآن عربی میں پڑھا، ہمارے روس کے قاریوں نے بھی قرآن عربی میں پڑھا، ہمارے ترک بھائی نے بھی قرآن عربی میں پڑھا اور یہ بتا دیا کہ اسلام چودہ سو سال بعد بھی زندہ ہے اور یہ کتاب مبین آج بھی زندہ ہے، اللہ قیامت تک اسے زندہ رکھے گا ۔

تو اگر یہ چیز چل پڑے، یاد رکھئے یہ اردو کا "قرآن" لینا بھی حرام، اردو کا "قرآن" پڑھنا بھی حرام ۔ "اردو کا قرآن" سننا بھی حرام ۔ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ قرآن کیا کہتا ہے ؟ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا ہم نے جو قرآن اتارا وہ تو عربی ہے محمد رسول اللہ فرماتے ہیں قرآن عربی ہے ۔ ہم کہتے ہیں نہیں جی اردو میں بھی ایک ہے ۔ یہ بھی ایک قرآن ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ ترجمہ اردو میں سمجھ لیجئے، تفسیر اردو میں سمجھ لیجئے لیکن میرے بزرگو میں درخواست کروں گا کہ اس بدعت کو مٹانے کی کوشش کیجئے جن گھروں میں ہے وہ بھی نکالا جائے اور آئندہ کبھی اس کو خریدنے کا ارادہ نہ کریں اور اسے قرآن سمجھنا بھی گناہ ہے اور اس سے بہت بڑی ایک تحریف پیدا ہو سکتی ہے ۔ آج میرے بزرگوں سے

اپنی کتاب کو گم کر دیا، عیسائیوں نے اپنی کتاب کو گم کر دیا۔ الہامی کتابیں کہاں ہیں؟ یہی وجہ تھی کہ ان کو دوسری زبان میں منتقل کیا گیا۔ جو ایڈیشن آتے گئے وہ چھپتے گئے، جو آتے گئے وہ چھپتے گئے اور ہمارا قرآن تو بھائی یہ الہامی ہے۔ الہامی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کا محافظ تو خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا تعلق کسب کے ساتھ نہیں ہے، اس کا تعلق نورِ باطن کے ساتھ ہے۔

میں جاتے جاتے ایک اور بات عرض کر دوں "تاریخ القرآن" میں یہ واقعہ لکھا ہوا ہے۔ آج سے تقریباً آٹھ نو سو سال پہلے بغداد میں ایک آدمی نے اپنے بچے کو جو تین چار سال کا بچہ ہوگا اس کو پیش کیا ایک قاری صاحب کی مجلس میں مسجد میں لے گیا کہ میرے بچے کو بھی آپ پڑھایا کریں۔ پہلے تو قرآن پڑھایا کرتے تھے، پہلے قرآن پڑھ لے پھر روزگار کچھ کر لے اور ہمارے پہلے دنیاداروں میں یہ صفت تھی کہ وہ پہلے قرآن پڑھتے تھے پھر کچھ اور پڑھا کرتے تھے۔ بڑے بڑے ہمارے دنیادار۔ رؤسا قرآن کے بھی حافظ تھے اور دنیا میں بڑے بلند مقام کے مالک تھے لیکن آج ہم نے قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا۔ میرے بزرگو! یاد رکھئے قرآن کے بغیر مسلمان کی زندگی نہیں ہے ؎

گر تو میخواہی مسلماں زیستن

نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

قرآن کے بغیر مسلمان کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ تو روح ہی ختم ہو گئی قرآن تو مسلمان کا روح ہے۔ روح نہ رہ گیا تو مسلمان کیسے رہ سکتا ہے؟

تو لے گئے بچے کو جامع مسجد میں امام صاحب کے پاس قاری صاحب

کے پاس کہ اس میرے بچے کو بھی آپ قرآن پڑھائیں، بسم اللہ کرائیں ۔ دو تین سال کا بچہ، توتلی باتیں کرنے والا۔ اس نے جا کر بٹھایا۔ قاری صاحب نے کہا "اچھا۔ میں پہلے ان طلباء کا جو حافظ ہیں، ان کی منزلیں سن لوں پھر اس بچے کو بسم اللہ کرا دیتے ہیں"۔ وہ جب ایک بچہ آیا قاری صاحب کے پاس، حفظ کا طالب علم، قرآن پڑھنے والا، قاری صاحب قرآن سن رہے ہیں وہ جہاں سے غلطی کرتا ہے بچہ بھی بتا دیتا ہے "جو نیا داخل ہونے کے لئے بچہ آیا ہے وہ بھی بتا دیتا ہے۔ قاری صاحب نے توجہ نہ کی اس کی زبان جو ایسی تھی۔ آخر جب تین چار مرتبہ بچے نے اس کو ٹوکا تو قاری صاحب نے اس طالب علم کا قرآن سننا تو بند کر دیا، بچے سے پوچھنا شروع کر دیا۔ فلاں پارہ پڑھو، فلاں جگہ سے پڑھو، وَالْمُحْصَنٰتُ پڑھو، وَاِذَا سَمِعُوْا پڑھو، فلاں جگہ سے پڑھو، فلاں جگہ سے پڑھو۔ بچے نے پڑھنا شروع کر دیا۔ قاری صاحب نے کہا "اے بڑے میاں! تیرا بیٹا تو پیدائشی قرآن کا حافظ ہے۔ یہ ہماری تاریخ ہے۔ کون پڑھتا ہے اپنی تاریخوں کو۔

میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن کا علم، علم کسبی نہیں ہے، علم وہبی ہے۔ اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں۔ تو بخشتے بھی اس کو ہیں کچھ محنت تو کرے کہتے ہیں جی میں اردو میں خدا کو سمجھتا ہوں۔ میں انگریزی میں خدا کو سمجھتا ہوں لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہم قرآن کو بھی اسی آئینے میں دیکھنا چاہتے ہیں جو بے دینیت اور لا دینیت کا آئینہ ہے اللہ کے لئے ان باتوں سے اجتناب کیجئے۔ اللہ مجھے بھی ان باتوں سے بچائے۔ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ بچائے۔

ان باتوں کی طرف نہ جائیے۔ ان آیتوں کے پڑھنے سے تو ایمان بڑھے گا نہیں بلکہ گھٹنے لگے گا۔ اگر ہم نے انگریزی میں قرآن پڑھ لیا تو اس کا کیا فائدہ؟ کچھ بھی نہیں ہم خدا کی باتوں کو سمجھنا چاہتے ہیں تو خدا کی اپنی کلام میں کیوں نہیں سمجھتے؟

امام الانبیاء فرماتے ہیں اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ ط عربی زبان کو پیار کرو، محبت رکھو عربی زبان کے ساتھ تین وجہ سے (۱) اَنَا عَرَبِیٌّ۔ پہلی بات میں خود عربی ہوں۔ محمد رسول اللہ عربی ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے محبوب آقا کی زبان کیا ہے؟ عربی ہے۔ امام الانبیاء کی زبان کیا ہے؟ بولی عربی۔ (۲) وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِیٌّ اور قرآن عربی زبان میں نازل ہوا۔ (۳) وَ لِسَانُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ عَرَبِیٌّ اور جنتیوں کی زبان بھی عربی ہوگی۔۔۔ وہاں آجائے گی انشاءاللہ جیسے یہاں آجاتی ہے، وہاں بھی آجاتی ہے۔ یہاں بلوانے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ وہاں بھی اللہ تعالیٰ اسی زبان پر کلمات چڑھا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو جنت نصیب کرے اور جہنم سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ تو اگر قرآن پڑھنا چاہتا ہے تو یوں پڑھے۔

پھر کہنے قرآن مجید نے مومن کی۔۔ کامل مومن کی جو دوسری نشانی بیان فرمائی پہلی نشانی کیا تھی؟ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ جب اللہ کا ذکر ہو دل ڈر جائیں، دل میں خوف پیدا ہو خدا کے ذکر کے ساتھ۔۔۔ اللہ کا نام سامنے آجائے دل لرز جائے۔ اور جب خود ذکر کرے تو خود بھی لرز جائے جب خود ذکر کرے ذاکر (اللہ مجھے اور آپ کو ذاکر بنائے) جو خود ذکر کرتے ہیں پھر ان سے پوچھئے ذکر کی لذتیں، جو لوگ ذکر میں محو ہو جاتے ہیں، ذکرِ نفسی کرتے ہیں، پھر ذکرِ صدری کرتے ہیں

ذکر قلبی کرتے ہیں یا جو ذکر والوں کی اور قسمیں ہیں وہ جب کرتے ہیں تو اُن سے لذتوں کے متعلق کیا پوچھئے۔ ساری ساری راتیں ذکر میں گزار دیتے ہیں۔ بھائی یہ تو عشق ہے جسے اللہ تعالیٰ نصیب کر دے، یہ تو ایک لذت ہے۔ تو اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ - کوئی دوسرا خدا کا نام لے تب بھی دل ڈر جائے، اور خود خدا کا نام لے تب بھی دل ڈر جائے۔ مؤکد جب آ گیا اس لئے یہاں پر اسے فعل مجہول کے صیغے کے ساتھ فرمایا۔ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ مِنْ اَیِّ جَانِبٍ، جب اللہ کا ذکر ہو جائے کسی بھی جانب سے، اللہ کا ذکر یہ خود کرے، تب بھی دل دہل جائے، اللہ کا ذکر کوئی اور کرے، تب بھی دل ڈر جائے۔ اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھے تب بھی دل خدا کی خشیت سے مرعوب ہو جائے۔ اللہ کا نام کسی جگہ دیکھے، کلام میں دیکھے نظم میں دیکھے، نثر میں دیکھے، نقش میں دیکھے، کہیں بھی دیکھے، فضاؤں میں دیکھے خدا کے نام کو، جیسے کہ ہمارے ہاں مراقبہ نوری ہوتا ہے، ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ دل ڈر جائیں کہ یہ تو بڑی عظیم طاقت کا نام ہے، بڑے عظیم خدا کا نام ہے۔

اور پھر دوسری نشانی ۹ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں، میری باتیں پڑھی جائیں تو میری باتوں کو سن کر پہلو تہی نہ کریں، میری باتوں کو سن کر نفرت نہ پیدا ہو۔ کیا ہے جی آج نماز کا حکم آگیا ہے، کل زکوٰۃ کا حکم آ جائے گا۔ قرآن سنیں گے تو عمل بھی کرنا پڑے گا، اس سے اعراض نہ ہو بلکہ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ان کا ایمان بڑھے قرآن کی آیتیں سننے سے، الفاظ سننے سے بڑھے، معنوں پر غور کرنے سے بڑھے، عمل سے

بڑھتے، یہ ساری زندگی کے شعبے ہیں بلکہ میں تو عرض کرتا ہوں کہ قرآن کو دیکھنے سے بھی ایمان بڑھتا ہے مومن کا۔

ہمارے ہاں درس قرآن ہوتا ہے الحمد للہ جامعہ مدنیہ کیمبل پور میں، تو ایک ہمارے بوڑھے میاں ہیں، بیچارے بڑے نیک آدمی ہیں، اچھے آدمی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ وہ بچپن میں قرآن شریف نہیں پڑھ سکے، تلاوت کے ساتھ بھی، ناظرہ بھی نہیں پڑھا مگر درس قرآن کے ساتھ اُن کو اللہ تعالیٰ نے بڑا اچھا لگاؤ پیدا کر دیا۔ وہ باقاعدگی کے ساتھ پورا درس قرآن روزانہ سنتے ہیں اور درس کے بعد جو لوگ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں (اللہ کا فضل وکرم ہے، جامعہ مدنیہ کافی دیر تک آباد رہتی ہے، اشراق پڑھ کر لوگ وہاں سے جاتے ہیں) تو جو لوگ پھر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کے بعد جب وہ قرآن مجید کو بند کرتے ہیں تو وہ پھر بڑے میاں اٹھتے ہیں، قرآن مجید کو اٹھاتے ہیں اور پہلے اپنے سینے کے ساتھ لگاتے ہیں، پھر چومتے ہیں، پھر آنکھوں کے ساتھ لگاتے ہیں، پھر الماری میں رکھتے ہیں، تو میں سوچتا ہوں کہ اس کی تسلی اس سے ہو جاتی ہے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظمت کا ثواب اتنا دے جو ہمیں نہیں ملتا۔ کیونکہ وہ اتنی دیر تک اسی لئے بیٹھتا ہے کہ جب یہ پڑھ کر فارغ ہو جائیں گے تو یہ میرے رب کا کلام ہے۔ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔ ایمان بڑھا کہ نہیں بڑھا؟ پڑھنا نہیں جانتا، تلاوت نہیں آتی، لیکن قرآن مجید کو بند کرنا، پھر اس کو اٹھانا، پھر اس کو سینے کے ساتھ لگانا، پھر اس کو چومنا، پھر چھاتی کے ساتھ لگانا، پھر الماری میں رکھنا۔ اس لئے

وہ تقریباً دو گھنٹے بیٹھا رہتا ہے یعنی دو گھنٹے کی محنت کیوں کرتا ہے؟
اسے قرآن مجید کے ساتھ عشق ہے۔ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ
اِیْمَانًا جب ان پر میری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھتا ہے۔
اللہ تعالیٰ میرے ایمان کو بھی بڑھائے، آپ کے ایمان کو بھی بڑھائے۔
اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے ؛

پانچواں درس قرآن مجید

منعقدہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ - مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۶۷ء

یہ درس مقدس سورہ انفال کی پہلی چار آیتوں کا درس ہے اس میں مندرجہ ذیل علمی، دینی اور روحانی مسائل کا ذکر ہے۔

(۱) درود شریف کے دنیاوی و اخروی فوائد
(۲) صحابہ کرام کا عشقِ قرآن اور محبت جہاد
(۳) ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات
(۴) ذکر اللہ کا اثر حیوانات پر
(۵) ذکر قلبی اور لطیفہ قلبی کی اہمیت و برکات
(۶) ابن سینا کا حسن خاتمہ
(۷) صحبت سب سے بڑا مبلغ اور موثر ہے
(۸) خدمت والدین کا اجر و مقام
(۹) دعا بندے اور رب العلمین کے درمیان تعلق ہے

واللہ الموفق

سورۃ الانفال

میرے دوستو اور بزرگو! آج بھی سورت انفال کی پہلی چار آیتوں پر درس ہوگا جن کی تلاوت گذشتہ درس میں بھی کی گئی تھی اور آج بھی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔

سورت انفال کی پہلی آیت میں رب العالمین نے ارشاد فرمایا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ اللہ تعالیٰ کی پیروی کرو اور اللہ کے رسول کی پیروی کرو اگر تم ایماندار ہو۔ اب ایمان دار کسے کہتے ہیں؟ اُن کی علامتیں بیان فرمائیں اور یہ اُن علامتوں میں سے سب سے اونچی اور جامع علامت قرآن مجید نے اس دوسری آیت میں اور تیسری میں بیان فرما کر چوتھی میں پھر اس کا نتیجہ نکالا۔

ارشاد فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ بے شک ایمان والے تو وہی لوگ ہیں۔ اِنَّمَا حصر کا کلمہ ہے یعنی دعوے کے طور پر تو سبھی کہہ دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ قرآن مجید کی سورت بقرہ میں اور دوسری سورتوں میں صاف آچکا ہے کہ

منافق بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آکر یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم ایمان لائے۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ لیکن درحقیقت وہ مومن نہیں تھے۔ قرآن ہی نے فرمایا وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ اب مومن کون ہیں صحیح طور پر۔ اِنَّمَا حصر کا کلمہ ہے جیسے کہ میں پچھلے درس میں عرض کر چکا ہوں کہ صحیح مومن، پکے ایمان والے جن کے دلوں میں ایمان راسخ ہو چکا ہے، ان کی نشانیاں کیا ہیں؟

پہلی نشانی قرآن مجید نے یہ ارشاد فرمائی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ بے شک ایمان والے وہی لوگ ہیں، یقین والے وہی لوگ ہیں۔ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کی پہلی نشانی یہ ہے کہ جونہی اللہ کا نام لیا جائے، وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کے دل ڈر جائیں جب اللہ کا نام لیا جائے، اللہ کا ذکر کیا جائے تب بھی دل میں خشیت پیدا ہو۔ یا اللہ کا نام لیا جائے یعنی اللہ کی طرف سے کوئی حکم آنے والا ہو تو یہ نام سن کر ہی وہ لرز جائے کہ ہم میں اس حکم کی مخالفت کی طاقت نہیں ہے۔

ڈرنے کا مفہوم یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے کہ اللہ یوں فرماتے ہیں تو یہ سن کر اللہ جو کچھ فرما رہا ہے اس کا مجھے انکار نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ کا نام سنتے ہی ان کے دل میں خشیت پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا نام سنتے ہی ان کے دل میں عظمتِ الٰہی پیدا ہو جائے اور وہ عمل کے لئے تیار ہو جائیں۔ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ۔ جونہی اللہ کا ذکر کیا جائے۔ ذکر سے مراد یہ بھی ہے جو صوفیائے کرام کراتے ہیں، اللہ کا ذکر، یہ بھی ہے اور ویسے بھی ہے کہ جونہی اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کے دلوں میں خوف اور خشیت پیدا

ہو جائے۔ یہ ہے مومن کی نشانی کہ اس کا دل لرز جائے رب العالمین کی ہیبت اور سطوت اور عظمت کو سن کر، اللہ تعالیٰ کے نام کو سن کر۔

جب دل اس بات کو قبول کر لے گا میرے بزرگو، جب دل یہ تربیت حاصل کر لے گا کہ اللہ تعالیٰ کا نام سنتے ہی اس پر خشیت اور ہیبت طاری ہو جائے تو پھر ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں سنتے ہوئے دل میں قوت ایمانی بڑھے گی نہ کہ گھٹے گی۔ اس لئے دوسری علامت بیان فرمائی وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا اور جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جائیں، جب ان پر اللہ تعالیٰ کی باتیں پڑھی جائیں، تو اللہ تعالیٰ کی باتوں میں میرے بزرگو! کیا ہوتا ہے؟ یا امر ہے یا نہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا، یا دنیا میں جتنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لائے وہ دو ہی باتیں لے کر آئے، کچھ کاموں کا حکم دیا اور کچھ کاموں سے روکا۔ تو یہ جو قصے مثالیں اور باقی جو چیزیں قرآن مجید میں یا پہلے الہاموں میں آئی ہیں یہ ساری کی ساری ان کے لئے بطور تائید کے ہیں، بطور شہادت کے ہیں جو مقصود ہے یعنی جو کچھ بتانا ہے وہ امر ہے یا نہی ہے۔ حکم فرمایا کہ میری باتوں کو مانو اور میری نافرمانی نہ کرو۔ اب جن لوگوں نے باتوں کو مانا ان کے قصے بھی بیان فرما دیئے تاریخی شہادتیں پیش فرما دیں جن لوگوں نے اللہ کی باتوں کو نہیں مانا وہ کس طرح پٹے ان کو بھی بیان فرما دیا پھر اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے امثال بیان فرما دیں۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ جب اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں اور دلوں میں خوف پیدا ہونے کے بعد یہ کیفیت

ہی ڈر ہے کہ جو کچھ اب آگے بات آنے والی ہے میں اس کی مخالفت کر سکوں گا یا اس میں کسی قسم کی تنقید یں تنقیحیں نکال سکوں گا بلکہ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی باتیں پڑھی جاتی ہیں جن میں امر ہوتا ہے، نہی ہوتی ہے، کسی بات کا حکم ہوتا ہے، کسی بات سے روکا جاتا ہے۔ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔ یہ آیتیں ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں جو یقین دل میں موجود تھا وہ یقین اور بڑھ جاتا ہے اور یقین بڑھتے بڑھتے وہ عمل کی طرف فوراً قدم اٹھا لیتے ہیں۔ یعنی وہ یہ نہیں سوچتے کہ اب اللہ کی بات میرے سامنے پڑھی گئی ہے مجھے خود بھی کچھ سوچنا چاہئے ریسرچ کرنی چاہئے کہ یہ بات کیسی ہے (اللہ مجھے اور آپ کو ایسی عادتوں سے بچائے) آج کل ہم میں جو یہ بیماریاں ہیں میرے بزرگو جب اللہ کی بات آگئی اس پر اب ہم نے کیا کہنا ہے؟ قرآن مجید سارا آپ پڑھ لیں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے تشریعی احکام بیان فرمائے ہیں، کسی بات کا حکم دیا ہے، کسی بات سے روکا ہے تو ساتھ ہی فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ جہاں حکم دیا کسی بات کا یا کسی بات سے روکا تو وہاں ساتھ ساتھ یہ جملہ زیادہ ارشاد فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ اے میرے بندو! تمہارے علم سے میرا علم زیادہ، تمہاری حکمت اور دانش سے میری حکمت اور دانش زیادہ اس لئے میرے حکم کے مقابلے میں نہ میرے حکم کو اپنے علم سے ناپو نہ اپنی دانش سے میرے حکم کو ناپو بلکہ تمہارا کام کیا ہے؟ جو کچھ میں کہتا ہوں اس کی پیروی کرو۔

تو مومن کی نشانی کیا فرمائی؟ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ جب اس پر اللہ کی باتیں پڑھی جاتی ہیں جن میں حکم ہوتا ہے، امر ہوتا ہے یا نہی ہوتا ہے زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا

اُن کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے جن آیتوں کی تلاوت یا آیتوں کا استماع جب قرآن کو وہ سن لیتے ہیں تو ان کے قدم فوراً عمل کی طرف اٹھ پڑتے ہیں پھر وہ خواہش کرتے ہیں کہ جو میرے رب نے فرمایا مجھے اس پر عمل کرنا چاہیئے صحابۂ کرام کی زندگیاں میرے بزرگو ہمارے سامنے ہیں۔ دیکھ لیجئے اکثر آپ میں سے لکھے پڑھے دوست ہیں کہ صحابۂ کرام نے جو باتیں امام الانبیاء سے سُنیں فوراً ان پر عمل کیا۔ یہ نہیں پوچھا کہ اللہ کے نبی! یہ بات ایسے کیوں نہیں؟ اور یہ بات ایسے کیوں ہے؟ بلکہ وہ تو حریص ہیں اللہ تعالیٰ کے دین پر زیادہ سے زیادہ قدم اٹھانے کے لئے۔ حدیثوں میں آتا ہے ترمذی کی حدیث ہے کہ حضرت ابی بن کعب جو مفسر القرآن تھے دربار نبوت میں عرض کیا میرا جی چاہتا ہے میں جناب پر درود زیادہ پڑھا کروں فرمایا جس قدر تو چاہے عرض کیا حضور دن کا چوتھائی حصہ فرمایا اگر زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے عرض کیا آدھا دن، فرمایا اگر زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے عرض کیا دن کا دو تہائی حصہ فرمایا اس سے زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے صحابی نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس موقع کو غنیمت سمجھ کر عرض کیا حضرت سارا دن آپ پر درود پڑھتا رہوں گا۔ فرمایا پھر کیا چاہتا ہے اِذًا تُکْفٰی ھَمَّکَ وَیُکَفَّرُ لَکَ ذَنْبُکَ یعنی جب تو سارا دن درود شریف جیسی عبادت میں بسر کرے گا تو تیری ضروریات کے لئے اللہ تعالیٰ خود اسباب مہیا فرما دیں گے یہ دنیاوی برکات درود شریف کی ہیں اور تیرے گناہ مٹا دیئے جائیں گے کہ تو قیامت کے دن سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہوگا یہ قیامت کا فائدہ ہوا۔

دیکھئے اب ہم رخصت مانگتے ہیں، چھوٹیں مانگتے ہیں اور صحابہ کی یہ شان ہے

دیکھو ایمان بڑھا یا کہ گھٹا یا؟ جب یہ سنا کہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ جب یہ بات سُنی تو صحابہ کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ جب ہمارا رب امام الانبیاء پر رحمتیں نازل کرتا ہے، ہمیں بھی حکم دیتا ہے۔ تو ہم کیوں نہ امام الانبیاء پر اللہ تعالیٰ کے ہاں درود پڑھیں۔ تو صحابی میں یہ شوق پیدا ہوا کہ اس کے لئے کوئی تعداد اور مقدار یہ مقرر کی جائے بلکہ آپ اگر اجازت دیں تو میں سارا دن درود شریف پڑھتا رہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ہر رات قرآن مجید کا پورا ختم کرتے تھے آپ نے فرمایا مہینہ میں صرف ایک ختم کیا کر آپ عرض کرتے ہیں اللہ کے نبی میں اس سے زیادہ کر سکتا ہوں فرمایا سات دن سے زیادہ میں ختم نہ کیا کر تو صحابی نے قرآن مجید زیادہ پڑھنے کی درخواست کی یا کم کرنے کی درخواست کی؟ عرض کیا "اللہ کے نبی! میں زیادہ چاہتا ہوں" صحابہ کی زندگیاں میرے بزرگو! ہمارے سامنے ہیں یہ قرآن مجید کے اولیں مخاطب تھے اور ان کے بارے میں قرآن مجید نے ہمیں صاف فرمایا فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا اگر دنیا والے ایسا ایمان لائیں جیسا ایمان ہے صحابہ کرام کا پھر تو وہ ہدایت پر ہیں۔ پھر دوسری جگہ فرمایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہ کرام ہیں وہ تمہارے لئے مشعل راہ ہیں تمہارے لئے راہنما ہیں۔ صحابہ کرام کا ایمان بڑھا قرآن سن کر یا ایمان گھٹا؟ صحابہ نے میرے بزرگو وہ باتیں امام الانبیاء کی خدمت میں پیش کیں جن کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے۔

ایک صحابی ہیں ہمارے ذوالبجادین اُن کا لقب ہے۔ ذوالبجادین — دو بجادوں والے۔ بجاد کہتے ہیں کمبل کے ٹکڑے کو — ذوالبجادین، وہ صحابی جس نے

دو کمبل کے ٹکڑے پہنے تھے جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، اس وقت تک یہ مسلمان نہیں تھے
باپ ان کا فوت ہو چکا تھا، یتیم تھے، چچے نے یتیمی کی حالت میں تربیت کی اور بڑا
مال وغیرہ ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، امام الانبیاء واپس تشریف
لے گئے مدینہ منورہ تو اپنے چچے سے کہا کہ اب میں تو اسلام قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا،
میں تو ضرور اسلام قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ اسلام قبول کر لیا (بظاہر) ابھی تک امام الانبیاء
کے پاس نہیں پہنچے۔ چچے نے انتقامی طور پر جتنا مال تھا وہ سب لے لیا سیرت اور
تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ آپ کے بدن کے کپڑے بھی اتار لئے۔ تو ذوالبجادین بالکل ننگے
اپنی ماں کے پاس پہنچے۔ بیوہ ماں کے پاس۔ ماں نے بھی ڈانٹا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ عرض
کیا کہ "اماں جی! میں تو اسلام قبول کر چکا ہوں۔ اب میرے لئے سوائے اس کے کوئی
چارہ کار نہیں ہے کہ محمد رسول اللہ کے پاس پہنچوں مجھے کوئی روک نہیں سکتا"
ماں نے ترس کھا کر ایک کمبل دے دیا کہ اچھا ہمارے پاس تیرے لئے صرف ایک کمبل
ہے اگر تو یہی کرنا چاہتا ہے تو صرف ایک کمبل میں تجھے دیتی ہوں کہ تو اپنا بدن ڈھانپ
سکے۔ تو ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمبل کے دو ٹکڑے کر لئے۔ ایک کا تہبند
سا بنا لیا اور ایک اوپر اپنے بدن پر ڈال لیا اور پیدل چل پڑے مدینہ منورہ ــ یہ
کیا تھا؟ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔ آج مسلمان سرمائے
کو اساس سمجھتا ہے دین کی؟ میرے بزرگو! دین پھیلانے کا سب سے بڑا ذریعہ
اللہ کا ذکر ہے۔ جب میری حالت عملی ٹھیک ہو جائے آپ کی حالت عملی ٹھیک ہو جائے تو ہماری نگاہوں سے ہماری
زبانوں سے، ہمارے خطوط سے، ہمارے رسالوں سے، ہماری بول چال سے بھی
غیر مسلم اسلام قبول کر سکتے ہیں لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ہماری اپنی حالت کمزور ہے

بات بڑی اچھی لکھی ہے۔ لکھا ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے حکم ہے شریعت اسلامیہ کا کہ جب تم کسی پرندے کو ذبح کرو، کسی چارپائے کو ذبح کرو تو مسلمان کو حکم ہے کہ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو تکبیر کہہ کر اس کو ذبح کرو۔ تو اس میں ایک تو ہمارا فقہی استدلال ہے کہ بسم اللہ کہنے سے وہ چارپایہ، وہ جانور، وہ پرندہ حلال ہو جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے اس میں ایک حکمت لکھی ہے کہ جب کسی حیوان کو یا کسی پرندے کو لٹا کر جب ذبح کرنے لگتے ہیں اور وہ زبان سے ذبح کرنے والا اس کو پکڑنے والے کہتے ہیں بسم اللہ اللہ اکبر۔ تو اللہ کا نام سن کر وہ جانور، وہ چارپایہ وہ پرندہ اتنا خوش اور اتنا مست ہو جاتا ہے کہ اس مسرت میں وہ اپنی جان کی بازی لگا دینے میں بھی دریغ نہیں کرتا تکبیر کے سننے سے ذِكرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ سے اس کی طبیعت میں ایسی ایک مسرت پیدا ہو جاتی ہے کہ جو میرا خالق ہے جو میرا مالک ہے اس نے مجھے پیدا کیا، میں اسی کے نام پر تو ذبح ہو رہا ہوں، اس میں فکر کی کونسی بات ہے؟ اس لئے حکم دیا کہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لو تا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق جو ہے، بھائی اللہ تعالیٰ کو تو سب پہچانتے ہیں نا۔ انسان ہی صرف نہیں پہچانتے بلکہ قرآن مجید کی شہادت ہے اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ دنیا میں ہر چیز اللہ کی حمد و ثنا کرتی ہے اِنْ مِّنْ شَیْءٍ دنیا میں ہر چیز۔ شے کا لفظ ہر وہ چیز جو موجود ہے شمس و قمر، یہ شجر و حجر یہ چھوٹی بڑی چیزیں، یہ پتے، یہ پودے، ہر ایک چیز یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔ ہر چیز رب العالمین کی تسبیح پڑھتی ہے، اللہ کی حمد و ثنا کہتی ہے وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ لیکن تم

موں کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ ان کی زندگیاں الگ، اُن کے وجود الگ، تمہارا طور طریقہ الگ اُن کا طور طریقہ الگ، باقی ہر چیز اللہ کی حمد و ثنا کہتی ہے۔ تو وہ چارپایہ جس کو ہم ذبح کرتے ہیں وہ بھی تو اللہ کو مانتا ہے، اللہ کو جانتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میں اللہ کی مخلوق ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی گردن کو گرا دیتا ہے۔ خدا کا نام سنتے ہی اس میں ایک مسرّت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ پھر ذبح ہونے سے بھی نہیں ڈرتا۔

تو میرے بزرگو! اسی لئے قرآن مجید نے مومن کی پہلی نشانی کیا فرمائی؟ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا۔ جب ایک آدمی کا اللہ کے ساتھ ایسا ربط قائم ہو گیا کہ اللہ کا نام سنتے ہی وہ پھڑپھڑا اٹھا، اللہ کا نام سنتے ہی وہ ڈر گیا، اللہ کا نام سنتے ہی اس نے لحاف کو رضائی کو لات ماری وضو کرنے کے لئے بیٹھ گیا صبح کی اذان ہوئی مؤذن نے کہا اللہ اکبر۔ اللہ کا نام سنتے ہی ڈر گیا۔ تو اب بتائیے اللہ کا نام سن کر جب ڈرے گا تو صبح مسجد کو نماز کے لئے نہیں آئے گا؟ یقیناً آئے گا۔ اور جب دل میں خوفِ الٰہی نہیں، خشیّت الٰہی نہیں، محبت ہی نہیں تو وہ کیا بچھے بستر سے اٹھ کر گھر میں نماز پڑھے گی ہماری بچی یا مسجد میں جا کر کوئی ہمارا بھائی نماز ادا کرے گا جب خوفِ خدا اور ڈر ہی دل میں موجود نہیں اللہ کے ساتھ نسبت اور ربط ہی موجود نہیں۔ دل محل ہے ایمان کا۔ اور دل محل ہے کفر اور نفاق کا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی کیا نشانی بیان فرمائی؟ مومنین کاملین کے متعلق؟ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ جونہی اللہ کا نام لیا جائے، ان کے دل

ڈر جاتے ہیں۔ منافق کے متعلق کیا فرمایا؟ فِی قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ان کے دلوں میں مرض ہے۔ دل جب مرضوں سے پاک ہو جائیں گے۔ اور دل مرضوں سے کب پاک ہوں گے؟ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط فرمایا تم میرا ذکر کثرت کے ساتھ کرو تمہارے دل پاک ہو جائیں گے اور تمہارے دلوں میں اطمینان اور یقین پیدا ہو جائے گا۔ اللہ مجھے بھی آپ کو بھی ایسا دل نصیب فرمائے جو اللہ تعالیٰ کے غیر کی محبتوں سے پاک ہو اور اس میں خشیت اور خوف خداوندی اور اللہ تعالیٰ کے جلال کا اس حد تک اثر ہو کہ جونہی ہم اللہ کا نام سنیں، اللہ کی طرف راغب ہو جائیں۔

دوسری نشانی کیا فرمائی تھی؟ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا جب ان پر میری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ آیتیں پڑھنے والے کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلے حضور نے پڑھیں آیتیں صحابہ پر۔ پھر نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

تیسری چیز وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اور اپنے سارے کاموں میں اپنے رب پر یقین رکھتے ہیں۔ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ دیکھئے پہلی آیتوں میں کیا فرمایا؟ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ دل ڈر جاتے ہیں ــــ میں ہر آیت کے متعلق کافی دیر تک تشریح کرنے کی کوشش اس لئے کرتا ہوں، ایک تو میں خود چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے بھی سمجھ عطا فرما دے پھر ہمارا اس طرح جمع ہونے کا مقصد تو میرے بزرگو یہی ہے کہ اللہ کی باتیں جتنی رہیں۔ خواہ رکوع ہو کہ ایک رکوع ہو، دو آیتیں ہوں کہ ایک آیت ہو کوشش

یہی کہتی ہے۔ اللہ مجھے بھی آپ کو بھی سمجھ نصیب فرمائے اور موت تک اللہ تعالیٰ قرآن کے ساتھ ہماری نسبت کو قائم رکھے کہ جتنا وقت دین کی باتیں سمجھنے کہنے میں گزرتا جائے وہی اللہ کے ہاں عبادت ہے۔ تو یہاں پر دیکھیے پہلے کیا فرمایا؟ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ جب اللہ کا ذکر ہوا تو ان کے دل ڈر گئے وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا جب ان پر میری آیتیں پڑھی گئیں تو اُن آیتوں نے اُن کے یقین کو اور بڑھا دیا۔ اب مسلمان کے سامنے دو زندگیاں آجاتی ہیں۔ ایک زندگی کا تعلق ہے بدن کے ساتھ، ایک زندگی کا تعلق ہے دِل کے ساتھ۔ دل میں ذکرِ الٰہی راسخ ہو چکا ہے، بدن کے تقاضے اور ہیں۔ بدن چاہتا ہے دنیاوی آسائشیں ہوں، موسم بہار ہو، دنیا کے مزے اور لذتیں ہوں۔ آپ غور فرمائیں ہمارے بدن کے جتنے میرے بزرگو اعضاء ہیں ہر ایک ایک نہ ایک خواہش رکھتا ہے ہاتھ خواہش رکھتا ہے کہ میں کچھ ٹٹولوں، جو لکھنے والے بھائی ہیں ہاتھ چاہتا ہے کہ میں کچھ لکھوں، پاؤں چاہتا ہے کہ میں کہیں چلوں اور قدم اٹھاؤں اس لئے کسی کو آپ کہہ دیں کہ بھائی ایک گھنٹہ تم یہاں ہی ٹھہرے رہو، وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ فِیْ مَا مُنِعَ عرب زبان کا محاورہ ہے (ممکن ہے حدیث بھی ہو) انسان حریص ہے اُس بات میں جس سے روکا جائے۔ کسی کو اگر کبھی گڑ کھانے کی عادت نہ ہو اور آپ کہہ دیں کہ اچھا بھائی! دوائی تو میں دیتا ہوں لیکن دو دن گڑ نہ کھانا۔ تو وہ خواہ مخواہ دو دن گڑ کا خیال کرے گا کہ یار اگر حکیم صاحب نہ روکتے تو میں گڑ کھا لیتا۔ انسان کو روکا جاتا ہے جس بات سے اُدھر اس کا قدم یقیناً اٹھتا ہے۔ انسان کی فطرت ہے اللہ تعالیٰ نے یہ اعضاء اس کو عطا کئے ہیں حرکت

عملی حالت کمزور ہے عملی حالت بہے ہی نہیں ہماری۔ ہم دوسروں کو کیا دعوتِ اسلام دیں گے۔

ذوالبجادین پیدل چلتے ہیں مکہ مکرمہ سے اس زمانے میں چودہ سو سال پہلے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ وہ راستہ کیسا ہوگا نہ موٹر، نہ ہوائی جہاز، نہ اونٹوں کے ایسے قافلے، نہ گھوڑے، کچھ بھی نہیں۔ نہ زمانہ چودہ سو سال پہلے۔ چلتے چلتے رات کو پہنچتے ہیں مسجدِ نبوی میں۔ کافی دنوں کی مسافت طے کی ہوگی۔ پاؤں پر آبلے پڑے ہوئے ہیں، بدن خشک ہو چکا ہے، سفر کے تھکے ماندے ہیں۔ امام الانبیاء رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صبح جب مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت مسجدوں کے یہ دروازے وغیرہ تو نہیں تھے، حضور کی مسجد تو عموماً کھلی رہتی تھی (صلی اللہ علیہ وسلم کی) دیکھا ذوالبجادین ایک ستون کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ تشریف لائے، پوچھا "کیسے آئے؟" عرض کی " اللہ کے نبی! آپؐ کے تو تصدق ہو کر حاضرِ خدمت ہوا ہوں؟ فقیر و مسافر ہوں، عاشقِ جمال اور طالبِ ہدایت ہوں مجھے مسلمان کیجئے۔ مسلمان تو ہو چکا ہوں۔ مگر میں اس اسلام کو چاہتا ہوں جس اسلام میں آپؐ کے ہاتھ میں میرا ہاتھ پہنچے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ذوالبجادین کو مسلمان کیا مسلمان ہو گئے، اصحابِ صُفّہ میں شامل ہو گئے۔ مگر تڑپ کیا تھی؟ میں عرض کر رہا ہوں کہ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ایمان کیسے بڑھتا جا رہا ہے یہ نہیں ہے کہ اب جی میں مسلمان ہو چکا ہوں مجھے کوئی ملازمت دلا دیجئے، کوئی باغ دلا دیجئے، کوئی کھیتی باڑی کا کام دلا دیجئے میں اب مسلمان ہو گیا ہوں، شادی کرا دیجئے۔ نہ۔ اصحابِ صُفّہ میں شامل ہو گئے۔ رات دن تعلیمات۔ اتنے میں غزوۂ تبوک کی نوبت آگئی۔ فتح مکہ کے بعد جو غزوات

ہوئے ہیں وہ تو غزوۂ تبوک ہی بڑا غزوہ ہے۔ ذوالبجادین کے متعلق بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ وہ بڑے غمناک رہتے تھے کسی نے پوچھا" بھائی کیوں زیادہ غمناک رہتے ہو؟ تو کہا کرتے تھے کہ" بھائی غمناک تو اس لئے ہو رہا ہوں کہ مجھے اس وقت ایمان کی دولت نصیب ہوئی جب غزوات ہی سارے ختم ہو چکے ہیں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ کسی غزوے میں شریک ہوتا تاکہ شہید ہو جاتا میرے اسلام لانے کا اپنا منشا، اور میری غرض یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد مجھے وہ دولت ملے جس دولت کے لئے بڑے بڑے صحابہ کرام متجسس ہیں اور درخواستیں کرتے ہیں" چنانچہ غزوۂ تبوک کی جب نوبت آئی (یہ آخری غزوہ ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ جس میں اس علاقے کے عیسائی اور یہودی اکٹھے ہو چکے تھے۔ اسلام کے خلاف تبوک کے مقام پر جو مدینہ منورہ سے تقریباً دو سو میل دور ہے اور حضور کو اطلاع ملی۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مقابلے کے لئے چندہ وغیرہ بھی جمع کیا) ذوالبجادین حاضر خدمت ہوئے۔

"اللہ کے نبی! میں بھی تو جاؤں گا" (سب صحابہ چلے گئے تھے) "حضور! میں بھی تو جاؤں گا" فرمایا" ہاں بے شک سب چلیں گے" عرض کرتا ہے: "اللہ کے نبی! لیکن ایک بات ہے حضور، میں تو یہ چاہتا ہوں آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے غزوۂ تبوک میں شہادت نصیب کرے"

آپ اندازہ لگائیں۔ میں کہہ رہا ہوں۔ آپ سن رہے ہیں۔ لیکن ہم کیا اس بات کو کرنے کے لئے تیار ہیں؟ یہ ایمان بڑھ رہا ہے اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا جب آیتیں پڑھی گئیں تو ایمان بڑھتا جا رہا ہے ۔۔ امام الانبیاء

فرماتے ہیں کہ "جا۔ کیکر کا ایک چھلکا لے آ"۔ وہ کیکر کا چھلکا لے کر آتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لکھتے ہیں اپنے دست مبارک سے کہ اے اللہ! ذوالبجادین کے خون کو میں کافروں پر حرام کرتا ہوں۔۔۔ چھلکا دیا کہ اپنے بازو کے ساتھ باندھ لے۔ باندھتا ہے۔ عرض کرتا ہے "اللہ کے نبی! میں کیا مانگ رہا ہوں اور جناب کیا عطا فرما رہے ہیں؟" فرمایا "تم کیا مانگتے ہو؟ شہادت ہی مانگتے ہو نا؟ تمہاری موت جس حال میں بھی ہوئی تمہیں شہادت ملے گی۔"

میرا خیال ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریقۂ وحی یہ بات معلوم ہو چکی ہو گی کہ تبوک میں جنگ نہیں ہو گی۔ چنانچہ جنگ نہیں ہوئی تھی اور پھر حضورؐ واپس تشریف لائے تھے لیکن کافروں کو مسلمانوں کی طاقت کا پتہ چل گیا تھا، تو ذوالبجادین بھی ساتھ شریک تھے۔ یہ سارے قصے میرے بزرگو اِنَّ فِیْ قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَاب۔ یہ ویسے ہی نہیں باتیں ہوتیں۔ یہ ہمارے لئے ان کے قصے تمام راہ ہدایت اور نور رہنمائی ہیں۔ تبوک پہنچتے ہیں۔ اب ذوالبجادین کے دل میں فکر ہے کہ مجھے حضورؐ نے جو لکھ کر دیا ہے، امام الانبیاء کی جو دعا ہے کہ یا اللہ! اس کے خون کو میں کافروں پر حرام کرتا ہوں۔ شہادت تو مجھے ملے گی نہیں لیکن حضورؐ ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ تیری موت اگر واقع ہو گئی تو تجھے شہادت کا ثواب ملے گا، تو کیا بنے گا؟ یہ فکر لگا ہوا ہے۔ ہم زندگی بچانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں وہ زندگی نثار کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ دونوں کے رستے الگ ہیں۔ ہماری ساری تگ و دو اس بدن کو، اس گوشت پوست کو آسودہ کرنے میں لگی رہتی ہے کہ اس دنیا میں ہمارے بدن کو آرام ملے اور اللہ والوں کی ساری محنت اس میں رہتی ہے

کہ میں کسی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاؤں۔ چنانچہ ذوالبجادین کو بخار ہوا تبوک کے میدان میں اور وہیں آپ کی موت واقع ہو گئی۔ یعنی حضورؐ نے جو فرمایا تھا کہ تیری موت واقع ہو جائے گی تو تجھے شہادت کا ثواب ملے گا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اللہ! اس کے بدن کو میں کافروں پر حرام کرتا ہوں تو شہادت کا ثواب بھی مل گیا، جنگ ہونے کے بغیر وہ شہید فی سبیل اللہ ہو گئے شہادت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ میدان میں مارا جائے یعنی وہ جو فقہی طور پر شہید ہے اس کا الگ مطلب ہے عند اللہ ہر وہ شخص شہید ہے جو شہادت کی تمنا بھی کرے وہ بھی شہید ہے۔ اگر ایک آدمی نے یہ تمنا بھی کی کہ یا اللہ میں میدانِ جنگ میں تیرے لئے شہید ہو جاؤں تو وہاں اس میدان میں شہید کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ کی مشیت ہو گی تو وہ شہید ہو گا، نہ مشیت ہو گی تو وہ شہید نہ ہو گا لیکن اس کے اندر جو جذبات ہیں وہ جذبات اس بات کے لئے کافی گواہ ہیں کہ یہ آدمی چاہتا تھا کہ میں میدانِ جنگ میں شہید ہو جاؤں اس لئے اس انسان کو بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں شہادت کا درجہ اور ثواب ملتا ہے۔ تو میں عرض اس پر کر رہا تھا کہ صحابہ کی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں دیکھ لیں کہ صحابہ کرام کیا چاہتے ہیں ؟ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا۔ ان پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان بڑھتے ہیں نہ کہ ایمان گھٹتے ہیں۔

میں نے کسی تصوف کی کتاب میں پڑھا ہے مجھے اب یاد نہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ کسی صوفی ہی کا قول ہو۔ کسی استدلال پر مبنی نہ ہو۔ بہرحال انہوں نے

کے لئے لیکن ان کی حرکتیں الگ الگ ہیں۔ پاؤں چاہتا ہے کہ میں چلوں، ہاتھ چاہتا ہے کہ میں ٹٹولوں یا لکھوں یا حرکت کروں، آنکھ چاہتی ہے میں دیکھوں، زبان چاہتی ہے میں بولوں، کان چاہتا ہے میں سنوں، دماغ چاہتا ہے میں سوچوں۔ تو دیکھئے سارے کے سارے اعضاء متحرک ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا جو وظیفۂ حیات ہے اس کو ہم ادا کریں۔ لیکن قرآن نے کیا فرمایا؟ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔ اب یہ آیتیں سننے کے بعد ان کا ایمان اور بڑھ گیا تو قدم بھی ادھر ہی اٹھیں گے جدھر ایمان چاہے گا، ہاتھ بھی ادھر ہی چلیں گے جدھر ایمان چاہے گا، کان بھی ادھر ہی لگیں گے جدھر ایمان چاہے گا، زبان بھی ادھر ہی چلے گی جدھر دل چاہے گا کیونکہ دل سلطان الاعضاء ہے۔ جب دل میں اللہ کا ذکر راسخ ہو گیا تو باقی سارے اعضاء یہ تو مشینری کے پرزے ہیں، یہ ادھر ہی چلیں گے جدھر انسان کا دل چلے گا۔ اسی لئے صوفیائے کرام، ہمارے قادری طریقے میں پہلے ذکر قلبی کرایا جاتا ہے۔ ذکر لسانی بھی ہوتا ہے، چشتیہ کرام جو ہیں وہ پہلے ذکر لسانی کراتے ہیں پھر اس کے بعد دوسرے مراقبات وغیرہ کراتے ہیں اور قادری طریقے میں ذکر قلبی پہلے کرا دیا جاتا ہے لطیفۂ قلبی، تاکہ دل انسان کے قابو میں آ جائے۔ سارے طریقے اپنی اپنی جگہ پر صحیح اور درست ہیں۔ ان صوفیائے کرام نے بڑی محنتیں کی ہیں میرے بزرگو ہم جیسے گنہگاروں کو ٹھیک بنانے کے لئے۔ تو سارے طریقے برحق ہیں، یہ جتنے اولیاء ہیں چشتی، نقشبندی، سہروردی، قادری۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں، طریق کار اپنا اپنا ہے لیکن سب کا منشا کیا ہے؟ کہ بندہ دنیاوی گندگیوں سے کٹ کر خدا تک مل جائے۔ اور اسی میں یہ لوگ

الحمدللہ کامیاب ہو گئے ہیں اپنے اپنے زمانے میں انہوں نے بڑے کام کئے ہیں۔ آج بھی ان کے جو خلفاء اور نائبین ہیں یہ بڑے کام کر رہے ہیں۔ اسلئے میرے بزرگو ہمارے لئے نجات اور کامیابی ہے جب تک دل خدا کے ساتھ نہ لگے گا، دل میں یقین نہ پیدا ہو گا نہ کوئی تعلیم فائدہ دے سکتی ہے نہ کوئی لٹریچر فائدہ دے سکتا ہے نہ کوئی تہذیب اور تربیت فائدہ دے سکتی ہے۔ بھائی اگر دل میں غیر اللہ بھرا ہوا ہے جیسا اللہ تعالیٰ سے غافل ہو تو ایسا تھا جیسے ع

تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں؟

جب دل عشق صنم سے آشنا ہے، جب دل میں اللہ کے سوا کسی اور کی محبت رچی ہوئی ہے، کہیں اولاد کی محبت ہے، کہیں عہدے کی محبت ہے، کہیں روپوں کی محبت ہے، یہ ساری محبتیں میرے بزرگو ہمیں بہت سی رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ان دنیاوی نعمتوں میں دنیا کی زندگی نہ گزاریں، آخر ہم دنیا کے رہنے والے ہیں، ہم سب دنیا کی زندگی میں پھنسے ہوئے ہیں، لیکن دل، یہ ایک برتن ہے، اللہ کے ذکر کے سوا اس میں کسی کو جگہ نہیں دینی چاہئے۔ یاد رکھیں۔ دل ایک مقام ہے اور یہ مقام اللہ ہی کا ہونا چاہئے، یہاں پر کوئی اور نہیں بسنا چاہیے۔

حضرت ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ ہفت سلاطین میں سے گزرے ہیں بہت بڑے اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں، ان کو ہفت سلاطین میں سے کہا جاتا ہے۔ سات گزرے ہیں ہمارے طریقہ کے جو اولیاء اللہ بھی تھے اور ان کو ولی بھی کہا جاتا ہے۔ اولیاء اللہ بھی تھے اور سلاطین، بادشاہ، دنیاوی اعتبار سے بھی بڑے ذی وجاہت لوگ تھے اگرچہ ہمارے اولیاء کا اکثر طریقہ فقر ہے کیونکہ فقر ہے طریقہ

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ موسیٰ علیہ السلام سلطان تھے حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے، حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ تھے نبی بھی تھے لیکن امام الانبیاء نے کس چیز کو اختیار کیا؟ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ عبدیت کو زیادہ پسند کیا حضور کی اپنی دعا تھی، میں پہلے بھی کسی درس میں عرض کر چکا ہوں اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّتَوَفَّنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ ط اور اسی سلئے فرمایا (حدیث قدسی ہے) فرمایا امام الانبیاء نے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے اس دل کے پاس جا کر ڈھونڈو جو دل ٹوٹا ہوا ہو۔ دل تبھی ٹوٹے گا کہ دنیاوی خواہشات نہ پوری ہوں گی۔ اور دل اللہ کی طرف راغب ہوگا نا بھائی دیئے تو نہیں ہو سکتا نا ! ۔ تو دل کیا ہے ؟ سلطان الاعضاء دل کی تربیت کے لئے میں عرض کر رہا تھا تھمۃ بھی اسی مجلس میں عرض کر رہا تھا کہ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ دنیاوی اعتبار سے بھی بہت وجیہہ تھے اور دینی اعتبار سے بھی بہت کامل اولیاء اللہ میں سے تھے۔ یہ بو علی سینا کے ہم زمان ہیں۔ ابن سینا جو طب کا امام گزرا ہے، "شفاء" کا مصنف۔ پہلے زمانے میں یہ بہت بڑا فلسفی تھا لیکن عبادت واقع ہوئی تو سینے پہ بھاری پڑی تھی۔ پہلے زمانے میں فلسفی تھا، واجب الوجود منکر الوجود کی باتیں ہوتی رہیں، اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دے دیں تو خاتمہ ایمان پہ ہی ہو جاتا ہے (اللہ ہم سب کے خاتموں کو ایمان پر کرے) ہماری ابتدائی زندگیاں کچھ لاابالی سی ہوتی ہیں لیکن جیسے بزرگ کہتے ہیں ہوگا، میں عرض کر رہا ہوں دل ایک چھوٹی سی بات۔ دنیا میں سارے کام کیجئے جو کام شرعاً جائز ہیں اور کبھی کبھی انسان غلطیاں بھی کر جاتا ہے لیکن ہفتے میں کم از کم پانچ منٹ کسی

اللہ کے نیک بندے کے پاس بیٹھا کریں، جہاں جو تمہارے قریب میسر ہو سکے
اس کے پاس ہفتے میں پانچ چھ منٹ۔ ہمارے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (اللہ
ان کی قبر کو اور تمام اولیاء اللہ کی قبروں کو پُر نور فرما دے) وہ فرمایا کرتے تھے
"لاہوریو! سارا دن کام کرو، بچوں کو جو مرضی ہے پڑھاؤ لیکن ہفتے میں ایک
دفعہ میرے درس میں بھیج دیا کرو، مجلسِ ذکر میں بھیج دیا کرو۔ تھوڑی دیر میرے
پاس تمہارا بچہ آ کر بیٹھ بھی جائے اگر، تو وہ ان شاء اللہ گمراہ ہو کر نہیں مرے گا"
بات ٹھیک ہے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی مجلسوں میں جانے سے میرے بزرگو
کایا پلٹ جاتی ہے۔

اگلے دن مجھے میرے ایک دوست نے قصہ بتایا پشاور کا، کہ اللہ تعالیٰ کے
ایک نیک بندے پشاور آئے۔ وہ ڈاکٹر ہے بہت بڑا، امریکہ وغیرہ سے ہو کر آیا
ہے، اب بھی پشاور میں دکان کرتا ہے، اُس کی اپنی ٹیکسی ہے (موٹر) کرایہ وغیرہ
پر بھی دیتا ہے اور خود بھی اس میں سفر کرتا ہے۔ ایک اللہ کے نیک بندے آئے
انہیں ملنے جاتا تھا، کوہاٹ سے دعوت کو اُن کے مرید آ گئے، اُس سے ٹیکسی بک کرا گئے کہ
صبح آپ کا ڈرائیور ہمیں لینے آئے گا، ہمارے حضرت صاحب جا رہے ہیں کوہاٹ
تو انہوں نے کہا بہت اچھا۔ صبح جب ہوئی تو وہ ڈرائیور تو واپس نہ آیا۔ اب
ڈاکٹر صاحب وعدہ کر چکے تھے کہ یہ تو بڑی بڑی بات ہے کہ میں نے ان کے ساتھ
وعدہ کیا اب مجھے جانا چاہیئے۔ ڈرائیور نہیں آیا تو ڈاکٹر صاحب نے خود کپڑے
وغیرہ بدلے تھا اپنے پاکستانی کپڑے پہن لئے، پاکستانی کپڑے بھی ہمارے ہیں نا جی
ہم سب اپنے ہی تو ہیں، ہیں یا ہم اپنے پاکستانی کپڑے پہن نہیں رہے۔ بس

وہ موٹر میں ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ بیان ہے کہ موٹر میں میں جاتا تھا۔ وہ حضرت صاحب اگلی سیٹ پر بیٹھے میرے ساتھ اور پیچھے ان کے جو دو تین مرید تھے وہ بیٹھے۔ انہوں نے راستے میں میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی، لیکن کوہاٹ پہنچنے تک میری کیفیت بدل گئی تھی۔ کوئی بات نہیں کی میرے ساتھ۔ میرے ساتھ کوئی ذکر نہیں کیا۔ کچھ بھی نہیں کیا۔ وہ اپنے کلام میں لگے تھے، کوہاٹ پہنچنے تک میری کیفیت بدل گئی۔ میں نے اپنے آپ کو ملامت کیا کہ اللہ کے بندے! تو کس گندگی میں پھنسا ہے؟ دولت اور یہ عیاشیاں اور روپوں کا اکٹھا کرنا، جھوٹ سچ اکٹھا کرنا۔ یہ کیا بنا تا رہتا ہے؟ چنانچہ جب میں واپس ہوا تو میں نے ان کے ساتھ معانقہ کیا۔ معانقہ کرتے ہی میرے دل میں ایک ایسی چمک پیدا ہوئی کہ واپسی پر میں ان کا بیعت ہو گیا۔ اب بھی وہ موجود ہیں، بہت بڑی داڑھی چھوڑی ہوئی ہے، اپنا کام کر رہے ہیں، روٹی اب بھی کماتے ہیں، پیسے اب بھی کماتے ہیں، ہمیں ڈر لگتا ہے، ہم سمجھتے ہیں پتہ نہیں اگر نماز پڑھ لی تو کیا ہو جائے گا۔ ہوتا کچھ بھی نہیں، جو نماز پڑھتے ہیں ان کو کیا ہوتا ہے؟ کچھ بھی نہیں ہوتا، اسی طرح وہ ٹھیک رہتے ہیں بلکہ پہلے سے بھی عقلیں بڑھ جاتی ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ۝ وہ اللہ کے قریب ہی آجاتے ہیں۔

ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے کے بہت بڑے ولی تھے، میں وہاں سے بات چلا رہا ہوں بو علی سینا فلسفی تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر انا بت عطا کر دی تو جاتے جاتے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسا نور بخشا کہ جب مرے تھے تو بخاری آپ کے سینے پر تھی — اور یہ ہوتا ہے، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ جن سے خالی نہیں گیا

بشرطیکہ مسلمان تھوڑا تھوڑا کبھی کبھی قدم اٹھا لیا کرے تو ابن سینا گئے حضرت ابو سعید
ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس، جا کر دیکھا کہ ان کے گھوڑوں کے جو زنجیر تھے وہ بھی چاندی
کے تھے، سونے کے تھے اور جو کلے (کھونٹے) تھے وہ بھی چاندی سونے کے تھے،
تو کہا "واہ جی تم عجیب ولی ہو، یہ کیا بنا رکھا ہے؟" تو انہوں نے فرمایا کہ "ابن سینا!
یہ جو کلے تم دیکھتے ہو، یہ زمین میں گاڑے ہوئے ہیں، میرے دل میں اللہ کے ذکر کے بغیر
کچھ نہیں ہے۔ یہ سب چلے جائیں تب بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے، رہیں تب بھی
مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ان کا آنا میرے لئے کوئی خوشی نہیں پیدا کر سکتا، ان کا
جانا میرے لئے غم نہیں پیدا کر سکتا" ہمارے اکابر رحمۃ اللہ علیہم کی یہی شان تھی۔
ہم سب بزرگوں کا احترام کرتے ہیں لیکن جن کو ہم نے دیکھا ہے میں تو انہی کی بات عرض
کرتا ہوں جن کے ساتھ ہمارا تعلق رہا ہے۔ ان کی زندگیاں آپ دیکھیں، ان کے دلوں میں
حقیقت ہے خدا کے ذکر کے بغیر کوئی چیز جگہ نہیں پاتی اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو
تمام چیزوں پہ غالب سمجھتے تھے اور زندگیاں ان کی پرنور ہوتی تھیں۔

تو فرمایا کہ تیسری چیز کیا ہے؟ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ
إِيمَانًا۔ جب ان پر میری آیتیں پڑھی جائیں گی تو ان کا ایمان بڑھے گا۔ تو پھر کیا
ہوگا؟ قدم ادھر ہی اٹھیں گے جدھر اللہ کا ذکر اٹھوائے گا۔ دل میں جب اللہ کا
ذکر ہے تو ظاہر ہے سلطان الاعضاء ہے۔ قدم ادھر ہی اٹھے گا جدھر دل جائے گا۔ دل کدھر
جائے گا؟ اللہ کی طرف۔ قدم ادھر ہی اٹھے گا جدھر دل جائے گا۔ آنکھ ادھر ہی اٹھے
گی جدھر دل جائے گا، کان ادھر ہی لگیں گے جدھر دل جائے گا۔ تو دل کو قابو کرنے
کے لئے اللہ کا ذکر ہے۔ اس لئے فرمایا۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ

اے دنیا والو! سن لو! اگر تم اطمینان چاہتے ہو تو تمہیں اطمینان نہیں مل سکتا اللہ کے ذکر کے بغیر۔

وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اور اپنے سارے کاموں میں بھروسہ کس پر کرتے ہیں؟ عَلٰى رَبِّهِمْ۔ دیکھئے یہاں عَلَى اللّٰهِ نہیں فرمایا۔ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلَى اللّٰهِ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ نہیں فرمایا ــــ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وہ سمجھتے ہیں کہ جس اللہ نے میرے دل میں اپنا گھر کر لیا وہی میرا رب ہے۔ رب کا معنی ہے پالنے والا۔ سورت فاتحہ کے درس میں اس لفظ کی کافی تفصیل عرض کر چکا ہوں۔ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وہ سارے کاموں میں بھروسہ کس پر کرتے ہیں؟ اللہ پر، اپنے رب پر۔ وہ کہتے ہیں میرا رب، میرا پالنے والا تو ہے میرا میرا کام کیا تھا؟ تیری عبادت کرنا، میرا دل جو تو نے مجھے عطا کیا، اس میں میں نے تیرے ذکر کو جگہ دی اور اس کے بعد میں نے ادھر ہی قدم اٹھایا جدھر میرے دل نے رہنمائی کی، اب میرے کام سارے کے سارے تیرے حوالے، تیری عطیہ محنت اور تیری عطیہ توفیق سے میں نے محنت بھی کی، مزدوری بھی کی، ملازمت بھی کی، دوکانداری بھی کی، عبادت بھی کی، سب کچھ کیا۔ لیکن نتیجہ؟ تیرے قبضے میں ہے۔ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ ایسے انسانوں کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹھکرا سکتی ان کو اپنے مقام سے نہیں ہلا سکتی۔ وہ اپنے ہر کام میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں دنیا خواہ کچھ سے کچھ ہو جائے۔

میں ایک قصہ عرض کروں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں میں ایک راہب گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے۔ تو لکھا ہے

علمائے حدیث نے، شارحین حدیث نے کہ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عیسائی ہوں گے کیونکہ رہبانیت عیسائیوں نے اختیار کر لی تھی۔ یہودی تو بڑے ظالم اور سفاک تھے۔ یہودی تو آج تک نبیوں کے دشمن ہیں۔ اب یہودیوں نے، ہندوؤں نے اور عیسائیوں نے کچھ گٹھ جوڑ کیا ہے مسلمانوں کے خلاف کہ ہمیں معاف کر دیا جائے ہم نے نہیں قتل کیا عیسیٰ علیہ السلام کو۔ خیر۔ یہودی مغضوب الرسول ہیں، یہودی ہر نبی کی توہین کرتے ہیں، اپنے نبی کی توہین کی، یہودیوں نے کسی نبی کے ساتھ لگاؤ اور گٹھ جوڑ نہیں رکھا۔ سب سے بڑی بے ادب قوم دنیا میں یہودی ہے یاد رکھئے اس بات کو۔ عیسائیوں میں نرم تہذیب آ گیا تھا، رہبانیت، ترک دنیا کا فلسفہ ان پر چھا گیا تھا۔ تو وہ بھی ایک راہب تھا جس نے اپنے گھر سے ذرا دور جا کر اپنا ایک چھونپڑا سا بنا لیا کچی مٹی کی خانقاہ بنالی۔ وہاں اللہ کی عبادت کرتا ہوگا اپنے طریقے پر۔ ایک دن ماں نے بلایا کہ "بیٹا! ادھر آؤ، کام ہے" تو صوفی صاحب تھے، سمجھے کہ میں اللہ کا ذکر کر رہا ہوں عبادت کر رہا ہوں انہوں نے کہا "میں اس وقت نہیں آسکتا، میں اللہ کے ذکر میں مصروف ہوں" ماں کا دل نرم ہوتا ہے۔ میں پہلے بھی ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں کہ ماؤں کے دلوں کی خوشی حاصل کی جائے۔ سب سے بڑی دعاگو، ماں۔ سب سے بڑی خیر خواہ، ماں۔ باپ بھی ہے لیکن ماں کی مامتا مشہور ہے باپ کی پاپتا کسی نے نہیں کہا۔ اردو کا کیا محاورہ ہے ماں کی مامتا۔ باپ کی پاپتا تو کوئی نہیں کہتا نا بھائی۔ تو ماں کے دل میں اولاد کی بڑی محبت ہوتی ہے کیونکہ وہ بڑے نازک بدن کی ایک مخلوق اپنے ہاں کتنی تکلیفیں برداشت کر کے ایک بچے کو جنم دیتی ہے ماں

خود موت پر پہنچتی ہے اور ایک بچے کو پیدا کرتی ہے۔ اپنی موت کو قبول کرتی ہے ایک انسان کی زندگی کے لئے۔ تو اس لئے ماں کے حقوق بھی بہت زیادہ ہیں۔ تو ماں نے بلایا تو راہب صاحب نے کہا "میں اس وقت نہیں آتا، میں اللہ کی عبادت کر رہا ہوں"۔ ہمارے ہاں بھی بعض کچے قسم کے صوفیوں میں ایک بیماری ہے (اللہ مجھے آپ کو ایسی بیماریوں سے بچائے) نماز پڑھ لیتے ہیں، اگر اباجی کی داڑھی نہ ہو تو اباجی کے ساتھ مذاق شروع کر دیتے ہیں، باپ پر تنقیدیں کرتے ہیں، ماں پر تنقیدیں کرتے ہیں، جہاں تک وعظ اور نصیحت کا تعلق ہے اس میں بھی ادب ہونا چاہئے۔ ابراہیم علیہ السلام کو دیکھ لیجئے۔ اللہ کے نبی ہیں، باپ سے کیا کہا؟

يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ۝ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ۝ دیکھئے يَا أَبَتِ، اباجی۔ کتنے پیارے، اباجی! ان کو کیوں پوجتے ہو جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ اباجی! میری بات کو مانو، خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔ اباجی! شیطان کی عبادت نہ کیجئے بے شک شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔ دیکھئے پہلے "اباجی" کہا۔ یہ نہیں کہا "او آذر" یہ نہیں کہا۔ تو یہ تو ہے ادب بتایا کہ نبی ہو کر بھی اپنے باپ کے ساتھ ادب یا نہ باسعف کی جائے۔۔۔ تو ہمارے یہاں بھی یہ قصہ رہتا ہے۔ ہم ذرا کچھ نفی و اثبات بہت پڑھ لیتے ہیں تو پھر اباجی پر تنقیدیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی تنقید سے دل سے بچائے۔ ان کے لئے دعائے خیر کی جائے، ان کے پاؤں کو چوم کر کہا جا سکے کہ

اباجی نماز پڑھیں۔ امی جی نماز پڑھیں۔ یہ تو طریقہ ہے۔ نہ کہ باپ کو ستا رہا ہے جھڑکیں اور انہیں سنائے جیسے کہ یہ حاکم ہے یا استاد ہے اور وہ شاگرد ہے۔ باپ کے ساتھ ادب سے بات کرے۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ان کے سامنے رحمت اور شفقت کے پروں کو بچھا دے۔ ماں کے گرد آلودہ پیروں میں میرے بزرگو ہماری تو والدہ ہی فوت ہو چکی ہیں، اللہ ان کو جنت نصیب فرمائے۔ آپ میں سے جس کی ماں ہے میں تو یہی درخواست کروں گا کہ ماؤں کے گرد آلود پاؤں کو چوما کرو۔ یہ سب عبادتوں سے بڑی عبادت ہے۔

امام الانبیاء کے پاس ایک صحابی آئے۔ عرض کی "اللہ کے نبی میں کس کے ساتھ زیادہ نیکی کروں؟ کس کے ساتھ زیادہ بھلائی کروں؟ کس سے زیادہ دعائیں لوں؟ فرمایا۔ ماں کے ساتھ۔ دیکھا ماں کے پاس جاؤ۔ عرض کرتا ہے: حضور میری ماں نہیں ہے۔ فرمایا" هَلْ لَكَ خَالَةٌ" (تمہاری خالہ زندہ ہے؟) عرض کیا" نَعَمْ۔ ہاں اللہ کے نبی میری خالہ ہے)۔ فرمایا" فَبِرَّهَا" فرمایا خالہ کے پاس جا تو وہ بھی تو ماں ہے۔

تو وہ جو تھے راہب انہوں نے ماں کی طرف توجہ نہ دی، عبادت میں مصروف رہے ماں کا دل دکھا ماں نے بددعا کر دی۔ عورتیں جب بددعائیں کریں، عورتوں کی بھی عجیب اپنی اصطلاح ہے۔ گالیاں دینے پر آئیں تو ایسی گالیاں دیتی ہیں جو کسی ڈکشنری میں نہ ہوں۔ اور دعائیں دینے پر آئیں تو اتنی لمبی دعائیں دیتی ہیں کہ جو دعائیں فرشتے بھی لکھتے لکھتے تھک جاتے ہیں۔ اور جب بددعاؤں پر آئیں تو ان کی بھی پھر کوئی

اتنہا نہیں میری زندگی بھی موجود ہو گئی۔ فرمایا یَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا اور اس کی تفسیر میں علماء فرماتے ہیں کہ ماؤں کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کو بددعائیں دینے وقت ذرا سوچ لیا کریں اگر کل یہ بات پڑ گئی جو کچھ میں کہہ رہی ہوں تو میرے دل پہ کیا گزرے گی۔

زمخشری بہت بڑے گزرے ہیں مفسر قرآن کے۔ بڑھاپے میں وہ بیچارے لنگڑے ہو گئے تھے۔ ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ ایک دن فرمانے لگے یہ میری ماں کی دعاؤں کا اثر ہے۔ شاگرد نے پوچھا۔ حضرت! یہ کیسے فرمایا میں بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا۔ بچے تھے۔ عالم بھی تو بچے ہی ہوتے ہیں نا۔ میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا تو میری ماں نے مجھے روکا کہ بیٹا یہ کام نہ کیا کرو۔ میں نے ماں کی بات نہ مانی تو ماں نے دکھ کر مجھے کہا کہ جن ٹانگوں کے ساتھ تو چڑیوں کے پیچھے پھرتا ہے۔ اللہ کرے تیری ٹانگیں ٹوٹ جائیں۔ تو اس وقت تو نہ ٹوٹیں۔ اب بوڑھا ہو گیا تو ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ماں کی بددعا بہر حال کارگر ہوتی ہے۔ یعنی ماں کی بددعا خالی نہیں جاتی نہ ماں کی دعا خالی جاتی ہے۔ یاد رکھئے۔ تو ماں کا دل دکھایا۔ یہ سب درس قرآن ہے۔ ماں کا دل دکھا تو ماں نے کہا او علیہ اللہ صدیقی صاحب! اللہ کرے تمہیں عورت سے پہلے کوئی ملامت لگ جائے۔ چنانچہ یہی بات ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد ایک لڑکی کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ لڑکی غیر شادی شدہ تھی۔ اس نے جا کر قوم سے کہہ دیا کہ یہ اس پادری صاحب کا بچہ ہے۔ حالانکہ پادری کا بچہ نہیں تھا۔ اب پادری کو ان لوگوں نے پکڑا اور اس کا جو تھا وہ گرجہ وہ جو وہ توڑ دیا خانقاہ توڑ دی۔ سب لوگ اکٹھے ہوئے فیصلہ کرنے کے لئے۔ پوچھتے ہیں۔ وہ کہتا ہے "اللہ کے بندو!

یعلا کی جھوٹ کہتی ہے، میں اس فعل کا مرتکب نہیں ہوں۔ اب وہ کہتے ہیں "تم غلط کہتے ہو۔ یہ کہتی ہے تم غلط کہتے ہو۔ وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ o پر میں بات عرض کر رہا ہوں ـــ سارا زمانہ مخالف ہو جائے، اللہ کا دامن نہ چھوٹے، اللہ تعالیٰ برأت پیدا فرما دیتے ہیں۔ جن لوگوں کا تعلق خداوند تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے وہ دنیا میں بھی نجات پا جاتے ہیں، قیامت بھی بہتر ہو جاتی ہے۔ تو وہ دعا کرتے ہیں کہ "اے رب العالمین، الزام لگ جاتا ہے کہ میں اس فعل سے بری ہوں میں گناہ گار ہوں۔ یا اللہ! اب یہ مجھے چھوڑتے نہیں، یہ تو مجھے مار ڈالیں گے اور مرنا تو جو کچھ ہے، اس ملامت میں مرنا نہیں چاہئے ـــ اللہ! میں نے جو ماں کی بے ادبی کی، ماں کے بلانے پر نہیں گیا، اللہ! میں معافی مانگتا ہوں۔ تو میرے گناہوں کو معاف فرما اور اللہ! مجھے اس ملامت سے بچا۔" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حدیثوں میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ وہ بچہ، جو چھوٹا بچہ ہے، وہ بول پڑا ـــ اس نے کہا میرا باپ یہ پادری نہیں، راہب نہیں بلکہ میرا باپ فلاں آدمی ہے جو بکریاں چرانے والا ہے۔" چھوٹا بچہ بول پڑا۔ اس گود میں بولا۔ بچے نے برأت ظاہر کر دی عَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ o جو لوگ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اُن کی اللہ تعالیٰ ہر میدان میں مشکلیں آسان فرماتا ہے۔ لیکن رب پر بھروسہ کرنے کی قوت کب پیدا ہوتی ہے؟ جب اللہ کا ذکر ہو۔ اللہ کے ذکر کے ساتھ بدن میں ایک ایسی قوت پیدا ہو جائے کہ جونہی اللہ تعالیٰ کی بات سُنے ایمان بڑھتا چلا جائے۔ تو جب وہ رب کا ہو گیا، مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو اللہ کا ہو جائے، بھائی اللہ تو اس کے ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ تو بڑے غیور ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ہو جائے پھر اللہ اس کے نگہبان نہ ہوں گے؟

انشاءاللہ اس کے محافظ ہوں گے اور نہ غمگین ہوں گے ؛

اس کے بعد فرمایا کہ جب رب پر بھروسہ کرتے ہیں تو یہ تو عقیدے کی بات ہے فکر کے ساتھ دل کا متوجہ ہو جانا، آیات قرآنیہ کو سن کر یا ان کا پڑھنا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھنا۔ اب اس کی علامتیں کیا ہیں؟ عملی میدان میں کیا علامت ہے؟ فرمایا اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ؁ وہ لوگ جو قائم کرتے ہیں نماز کو۔ پھر وہ بات نماز کی آگئی۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں یا تو آیات نماز کا بہت حکم ہے، اِقَامَتِ الصَّلٰوةِ کیونکہ خدا کے ساتھ جب محبت ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کو کہاں پائے گا؟ امام ابو عبیدہ فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جب انسان سجدے میں جاتا ہے تو رب کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ اپنے رب کا قرب کس میں ہے۔ سجدے میں۔ قرآن کی ایک آیت ہے میں پڑھتا نہیں کیونکہ اس کے پڑھنے سے سجدۂ تلاوت لازم ہو جاتا ہے۔ وہاں پر فرمایا کہ تو سجدہ کر اور رب کے قریب ہو جا۔ اور سجدہ کہاں ہے؟ نماز میں۔ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ۔

چوتھی علامت کیا ہے ان کی۔ وہ لوگ جو قائم کرتے ہیں نماز کو۔ نماز کو رواج دیتے ہیں، خود پڑھتے ہیں، بیوی بچے پڑھتے ہیں، لازم پڑھتے ہیں، کیا چھوٹے بڑے سب ہی پڑھتے ہیں، نماز کو رواج دیتے ہیں، نماز کو کھڑا کرتے ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ؁ اور ہر اس چیز سے جو ہم نے انہیں دی، ہمارے راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ آگے جہاد کا مسئلہ آرہا ہے اس لیے یہاں پہ انفاق فی سبیل اللہ کو بھی بیان فرمایا۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ؁ ہر اس چیز سے جو ہم نے ان کو دی ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس پر بھی سورۃ بقرہ میں بہت

کچھ عرض کر چکا ہوں بلکہ سورت فاتحہ کے درس میں بھی آ چکا ہے۔

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط نتیجہ نکالا ان باتوں کے پیروکار ان یقین کے عمل کرنے والے عقیدے اور عمل کی زندگی میں اپنے آپ کو منور کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ پہلے فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ حصر کا کلمہ فرمایا۔ نتیجہ نکالا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہ وہ لوگ ہیں جو یقیناً مومن ہیں پکے مومن ہیں۔ حق کا معنی ہے یقیناً۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط یہ یقینی طور پر ایماندار ہیں۔ ان کو یقین کر لینا چاہیے کہ یہ ایمان حاصل کر چکے ہیں اپنے خاتمے کی بہتری کی اللہ سے دعا مانگتے رہیں کیونکہ اسی کے بغیر ہر ایک انسان کا ایمان خطرے ہی میں رہتا ہے۔ جب تک خاتمہ بالایمان نہ ہو جائے اس وقت تک مسرت کامل حاصل نہیں ہو سکتی، یقین ہو سکتا ہے، خوشی ہو سکتی ہے لیکن پکا کیا جائے ایمان جائے؟ یہ پتہ تب چلتا ہے جب انسان مرنے لگے اور فرشتے آکر کہیں (یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ) پھر یقین کرنے کی بات ہے ٹھیک ہو گیا، آخری بات ٹھیک ہو گئی واللہ میرا آپکا خاتمہ ایمان پر فرمائے)

تو فرمایا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہ یقینی طور پر مومن ہیں، ان کو یقین کر لینا چاہیے کہ ہم ایمان دار ہیں اور اپنے خاتمے کی بہتری کے لئے اللہ سے دعائیں مانگتے رہیں۔ ایک ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا حق یہاں اپنے اصل کے معنی میں۔ یہ مومن ہیں حقیقت کے اعتبار سے۔

اب ان کا ایمان سلب نہیں ہوگا جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہوگیا۔ جب دل اللہ کے ساتھ متعلق ہوگیا، دل کی دنیا بدل گئی تو اب بیکیا ہیں۔ یہ مومن ہیں۔ حقاً کا معنی، ان سب مومن ہیں، ان کے اندر ایمان راسخ ہوچکا ہے حقیقت کے اعتبار سے اب یہ ایمان نکلے گا نہیں ان کے دل سے کیونکہ دل جب اللہ کے ذکر سے منور ہوجائے تو وہ پھر مومن بن جاتا ہے۔ آگے آجائے گا ان شاء اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عرب آتے ہیں قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط — اعراب (بدو) آکر یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی ہم ایمان لے آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ سے کہ "میرے حبیب! ان سے کہہ دیجئے لَمْ تُؤْمِنُوْا تم ابھی تک ایمان نہیں لائے، بلکہ تم کہہ دو قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا ہم اسلام لے آئے۔ ایمان کب بنے گا؟ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں راسخ نہیں ہوچکا۔ تو جب ایمان دل میں راسخ ہوجائے یعنی تو دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ دل کی دنیا بدل گئی تو اعمال بدل گئے اور جب اعمال بدل گئے تو اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط ٹھیک ہے۔ اپنی جگہ پر یہ بھی معنی درست ہے۔

آگے فرمایا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۚ ایسے لوگوں کے لئے جو ایمان کامل کی دولت سے نوازے گئے درجات۔ کئی درجے ہیں، بڑے درجے ہیں۔ جس طرح دنیاوی زندگی کے درجات ہیں قیامت کے بھی درجات ہیں۔ ان کے لئے کچھ درجے ہیں۔ جنت وہ ہے

اپنے رب کی طرف سے۔ جتنا ایمان کامل ہوگا اتنے درجات بڑھتے چلے جائیں گے وَمَغْفِرَةٌ - بعد ان کے لئے بخشش بھی ہے۔ درجات تو تب ملیں گے جب بخشش ہوگی۔ تو چونکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک انسان کتنی بھی بلندی پر پہنچ جائے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے سوا، کتنے بھی عروج پہ پہنچ جائے ان سے کسی نہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ارادۃً یا بلا ارادہ لغزش صادر ہو سکتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ بھی قانون ارشاد فرمایا اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۔ نیکیاں برائیوں کو دھو ڈالتی ہیں۔ گناہ غالب ہوں گناہ سرزد ہو سکتا ہے، لیکن گناہ دل میں جاگزیں نہ ہو کیونکہ گناہ کے بعد جب انسان توبہ کرتا ہے، انابت کرتا ہے، تو اس توبہ سے بھی درجات بلند ہو جاتے ہیں۔ توبہ ایک مستقل عبادت ہے۔ اس لئے میرے بزرگو! دعا کا حکم دیا ہے کہ تم دعا کرو۔ دعا کا کیا مقصد ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو وہی کرنا ہے جو وہ کرنا چاہتا ہے میں دعا کروں نہ کروں، آپ دعا کریں یا نہ کریں جو اللہ نے کرنا ہے وہ کرے گا اللہ تعالیٰ لیکن دعا کے ساتھ کیا ہوگا؟ بندے کا ربط اللہ کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے۔ دیکھئے نا جب میں دعا کرتا ہوں، آپ دعا کرتے ہیں تو ہم اپنی دعاؤں کے وقت جب اپنے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو ہمارا ربط اور تعلق اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے اور اس ربط کی وجہ سے یہ بھی ایک عبادت ہے۔ ہمیں اجر مل جاتا ہے اس لئے فرمایا کہ دعا نہ کرنے والے متکبر: قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ تمہارے رب کا یہ حکم ہے کہ تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ۔ میری

عبادت سے یعنی مجھ سے مانگنے سے غرور کرنے والے وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے، جو مجھے اپنا رب نہیں مانتے، اپنے آپ کو مستقل بالمزاج سمجھتے ہیں اپنے آپ کو مستقل سمجھتے ہیں سب کاموں میں، میری طرف اپنے ہاتھ نہیں پھیلاتے تو وہ متکبر ہیں اور متکبر کی سزا کیا ہے؟ جہنم ہے۔ یہاں اس لئے فرمایا کہ لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ ان کے لئے درجات ہیں اللہ کی طرف سے اور مَغْفِرَۃٌ کہیں ان سے غیر ارادی طور پر بھی بتقاضائے بشریت کچھ غلطیاں ہو جائیں مَغْفِرَۃٌ۔ ان کے لئے بخشش بھی ہے وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ o اور عزت کا رزق ہے۔ رزق کے تو ہم سب محتاج ہیں۔ میں نے ابھی تمہید میں عرض کیا کہ ہمارے ہاں دنیاوی کاموں کو ترجیح اس لئے دی جاتی ہے کہ ہم رزق کے مسئلے میں دنیاوی امور کے محتاج ہیں۔ چنانچہ اس دور میں تمہارے بزرگو! سارا مسئلہ ہی روٹی کا بنا ہوا ہے ہم سب پیٹ کے پیچھے پھر رہے ہیں نماز رہ جائے تو کوئی بات نہیں، زکوٰۃ نہ دیں تو کوئی بات نہیں، اللہ کے کتنے حکم ٹل جائیں تو کوئی بات نہیں۔ کچھ تھوڑی سی روٹی مل جائے۔ قرآن نے کہا کہ روٹی اللہ کے ذکر میں ہے۔ اگر تو نے میرا ذکر کیا تو نے عبادتوں کو قائم رکھا، تو نے اپنے مال میں سے انفاق فی سبیل اللہ کیا تو میں تیرے درجوں کو بھی بلند کروں گا، تیری غلطیوں کو بھی معاف کروں گا، وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ o اور میں تجھے بڑی عزت کا رزق دوں گا۔ بڑی شرافت کا رزق، جس رزق کے ساتھ تیری دنیا بھی بہتر ہو گی، جس رزق کے ساتھ تیری قیامت بھی بہتر ہو گی۔ تیرے تھوڑے سے رزق میں بھی میں برکت پیدا کر دوں گا۔ برکت دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے ناجی۔ جب نیکی کے ساتھ رزق حاصل

کیا جائے میرے بزرگ! تو اس نیکی کے رزق میں اصل برکت پیدا ہوتی ہے تھوڑی سی روٹی ہوتی ہے اور گھر کے بہت سے افراد کھا لیتے ہیں۔ آخر یہ اتنے اولیاء اللہ گذرے ہیں، یا اب بھی جو میرے بھائی اور میرے بزرگ اپنی تنخواہ ہی پہ گذارہ کرتے ہیں رشوت نہیں لیتے، ناجائز طریقے پہ پیسہ حاصل نہیں کرتے ہیں یقین کے ساتھ کہتا ہوں ان کے دل میں وہ سکون ہے جو دوسرے دوستوں اور بھائیوں کے دل میں سکون نہیں ہے۔ وہ اپنے رزق کو رزقِ کریم سمجھتے ہیں اور قیامت کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ آخر انہوں نے مرنا تو ہے۔ فرمایا کہ جو مومن دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کے پیروکار رہے ان کے مرتے مرتے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بھی معاف کر دیں گے اور ان کے لئے قیامت میں رزقِ کریم بڑی عزت کا رزق ہوگا۔ یعنی فرشتے جو چیزیں پیش کریں گے ان کے ساتھ احترام بھی ہوگا سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ہوگا۔ اور رزق کریم کے متعلق قرآن میں بڑی پیاری تفصیلات ہیں کہ جنتیوں کو بالکل کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی کوئی کلفت نہ ہوگی بلکہ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب سے وہ جو کچھ بھی مانگیں گے رب العالمین ان کو دیں گے مَا يَشَآءُوْنَ۔ کہنے کی نوبت بھی نہیں آئے گی بلکہ وہ جو کچھ چاہیں گے وہ ان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا تو یہ زندگی کس وقت حاصل ہوگی؟ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کیا جائے اللہ کے ساتھ ربط ہو، اللہ کا ذکر ہو۔

اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ اسی پر ارشاد فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے میرا ذکر کیا، ذکر کے بعد میری آیات کو سنا، آیتوں کو سن کر ان کا ایمان بڑھا، اس کی نشانی اللہ تعالیٰ

بیان فرماتے ہیں، یہ آگے مسئلہ بتایا ہے وہ ہے غزوۂ بدر کا یہ جتنی آیتیں آگے پڑھی جائیں گی ان شاء اللہ اگلے درس میں ان میں غزوۂ بدر کی کیفیات ہیں میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی سی تمہید عرض کر دوں تاکہ اگلے درس میں ہم یہ رکوع ختم کر دیں اور پھر دوسری سورت شروع ہو۔

میرے بزرگو! غزوۂ بدر ہوا ہے سنہ ۲ ہجری میں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ، ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا کہ مکے کے کافروں نے بدر کے میدان میں مسلمانوں پر حملہ کیا۔ یہاں میں تھوڑی سی بات عرض کر دوں تاریخ کے اعتبار سے۔ بعض مورخین نے اس میں کچھ ایسی باتیں بھی لکھی ہیں جو غیر محتاط ہیں۔ مثلاً بعض لوگوں نے یہ الزام لگایا ہے عیسائی مصنفوں کے جان بوجھ کر یا ان کی کتابوں کو دیکھ کر امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے میدان میں اس قافلے کو لوٹنے کی کوشش کی جو قافلہ شام سے آرہا تھا مکہ مکرمہ جا رہا تھا۔ اس قافلے کو لوٹنا چاہتے تھے کہ یہ بھوکے تھے، مسلمان ویسے بھی بھوکے ہیں، یہ لوٹ مار کرنے والے ہیں۔ حالاں کہ میرے بزرگو! یہ بات یوں نہیں۔ بلکہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تو ابوسفیان وغیرہ نے یہ سوچا کہ یہ مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی قوت کو مضبوط کر لیں گے اور ایک وقت آئے گا کہ یہ مکہ پر بھی فاتحانہ طور پر حملہ کر دیں گے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ان کو آرام سے نہ رہنے دیا جائے بلکہ ان کے خلاف ایک مہیب جنگ کر دی جائے۔ اس جنگ کی تیاری کے لئے جیسا کہ آپ دوست جانتے ہیں مکہ مکرمہ تو وَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ ہے وہاں تو کوئی چیز کھانے پینے کے لئے نہیں پیدا ہوتی

بڑی کافی آبادی کا شہر اس وقت بھی تھا۔ ابوسفیان نے اور دوسرے لوگوں نے شام سے ایک ہزار اونٹوں کے قافلے پر اپنی ضروریات زندگی کا سامان لایا۔ ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ آپ اندازہ لگائیں کتنا بڑا ہو گا؟ واقدی وغیرہ نے ایک ہزار اونٹ لکھے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی۔ بطریقۂ وحی جبریل نے اطلاع دی، اور ویسے بھی حضورؐ کے اپنے ذرائع تھے کہ اس طرح ابوسفیان ایک ہزار اونٹ کے قافلے لاد کر وہاں سے لا رہا ہے مکہ مکرمہ جائے گا اور پھر اپنا سٹور کر کے، مال محفوظ کر کے، آپؐ کے خلاف جنگ چھیڑے گا اور یہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائے گا۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ اس طرح شام سے ابوسفیان کا قافلہ آرہا ہے جس میں ایک ہزار اونٹ ہیں اس میں مال ہے، اور وہ مال اس لئے لے جا رہا ہے کہ اسے تمہارے خلاف استعمال کرے اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے اس ارادے کو ابھی سے توڑ دیا جائے۔ اب آپ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ مسلمان جو ابھی ایک سال ہوا اپنے گھروں سے آئے ہوں اور اُن کے پاس دو جھونپڑی ہو کہ پڑا ہو کھانے کو ہو نہ پینے کو ہو قرآن کریم نے صحابۂ کرام کی جو پہلی نشاندہی فرمائی لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وہ فقیر جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور فقیر کہتے ہیں اصطلاح میں اس شخص کو مَنْ لَا شَيْءَ لَهٗ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ مدینہ منورہ کے انصار نے بڑی قربانیاں دیں لیکن آپ سوچ سکتے ہیں کہ جو آدمی ایک سال ہوا ہو گھر سے نکلا ہو اس کے دل میں کتنی بیقراری ہو گی؟ کتنی بے چینی ہو گی؟ اور پھر یہ چیز سامنے ہو کہ ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ جس میں کئی آدمی بھی ہوں گے، انسان ہوں گے،

بہادر ہوں گے، ابوسفیان اس قافلے کی سر کردگی میں امیر ہوگا تو وہ لوگ جو ابھی مکہ مکرمہ سے آئے تھے وہ بھائی کیسے بلا کسی سامان کے لڑ سکتے تھے، صحابہ کرام کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے اس لئے بعض مسلمانوں نے یہی بات اس وقت پیش کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! اگر یہ جہاد نہ کیا جائے فی الحال یا یہ جو چھوٹا قافلہ آرہا ہے اس کو اگر قابو کر لیا جائے تو بس یہی بہتر ہے۔ ابوسفیان کو جب اطلاع ملی کہ مسلمان ہمارے تعاقب میں ہیں تو اس نے اپنے قافلے کو بھی بچا لیا اور دوسری طرف جا کر مکہ مکرمہ اعلان کیا (تفصیل پھر عرض کروں گا) اعلان کر دیا کہ اس طرح مسلمان ہمیں لوٹنے کے ارادے سے نکلے ہیں مدینہ منورہ سے لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم ان کا مقابلہ کریں۔ تو پھر وہاں سے گیارہ سو یا بارہ سو یا تیرہ سو یا زیادہ کی تعداد میں کافر مکہ مکرمہ سے، مدینہ منوّرہ کے مقام بدر پر پہنچے اور صحابہ کرام کی ۳۱۳ کی تعداد سے ان کا مقابلہ ہوا جس کو غزوۂ بدر کہا جاتا ہے۔

تو ان اگلی آیتوں میں آرہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس مسئلے پر بات چیت کی، تو وہ بات چیت میرے بزرگو طبعی طور پر تھی کیونکہ مسلمانوں کے پاس سامان نہیں، سامان جنگ نہیں، کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں، کپڑے نہیں، تین سو تیرہ ساری تعداد ہے مسلمانوں کی اور اتنے مہیب لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنا اس لئے انسان کا دل طبعی طور پر ہمت نہیں کرتا، ورنہ صحابہ کرام نے ہر میدان میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، پیروی کی۔ اور بدر کے میدان میں بھی پھر جب

حضور نے ان سے رائیں لیں تو صحابہ کرام میں سے انصار کے گروہ نے بھی حضور
کو یقین دلایا اور بڑی قوت کے ساتھ یقین دلایا اور مہاجرین نے بھی یقین دلایا
بڑی قوت کے ساتھ یقین دلایا اور پھر وہ ایسے کامیاب ہوئے کہ قرآن نے اس
کو یوم الفرقان کہا۔ جنگ بدر کا دن کیا تھا؟ یوم الفرقان۔ وہ دن جس دن
سے ایک امتیازی حیثیت حاصل کر لی تھی کہ اسلام تمام دینوں سے غالب
دین ہے اور اسلام میں ایک ایسی قوت موجود ہے جو دوسرے دینوں میں موجود
نہیں۔ ان شاء اللہ اس کی تفصیل میں آئندہ درس میں عرض کروں گا۔ اللہ تعالیٰ عمل
کی توفیق عطا فرماویں۔

چھٹا درس قرآن مجید
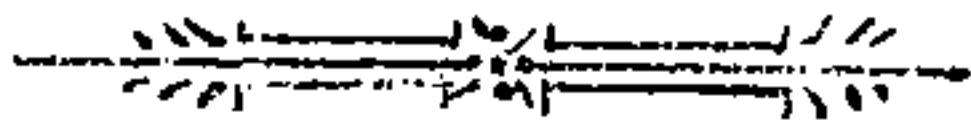
منعقدہ ۲۰ محرم ۱۳۸۷ھ مطابق ۳۰ اپریل ۱۹۶۷ء

اس درس میں مندرجہ ذیل علمی، دینی اور روحانی فوائد کا ذکر ہے۔

۱۔ مسلمانوں کا اعتماد دین پر ہونا چاہیئے۔
۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر بھی سچ کہنے والا سمجھتے تھے۔
۳۔ تبلیغ کا نتیجہ جہاد سے بہتر رہتا ہے۔
۴۔ ستمبر ۶۵ء کی جنگ سے کفر کا قلعہ ہل گیا۔
۵۔ اختیار کلی اور اقتدار کامل صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔
۶۔ قرآنی تحریف معنوی کی مثال۔
۷۔ سارے روحانی کمالات کا مرجع اپنے شیخ کو سمجھے۔
۸۔ بھوک کی اصلاح صرف ایک ارشاد نبوت سے ہو سکتی ہے۔

واللہ الموفق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے بھائیو، میرے بزرگو اور میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے آج پھر ہم پر احسان فرمایا کہ اللہ کی بات کو سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں، اللہ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے یہ سورت الانفال ہے اور اس کا تعلق اس غزوے کے ساتھ ہے جسے غزوہ بدر کہا گیا۔ یہ غزوہ مسلمانوں کا پہلا وہ معرکہ تھا [illegible] ہے جس میں مٹھی بھر مسلمانوں نے کفر کی پوری کایا پلٹ دی اور دنیا کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر انسان میں ایمان اور اللہ کی ذات پر اعتماد ہو تو بلا اسباب کے انسان کو وہ کامیابی عطا فرماتا ہے۔ سورت انفال میں آپ ملاحظہ فرمائیں (اگر ساری سورت پڑھنے کی توفیق ہو) تو اللہ تعالیٰ نے جا بجا مسلمانوں کو یہی تعلیم فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، مدد اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، اللہ پر اعتماد کیا جائے۔ اور امام الانبیاء

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو توصاف فرمایا۔ هُوَ الَّذِيٓ أَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۝ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں یہ بھی حکم فرمایا وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُونَهُمُ ۚ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ کہ تم اپنے دشمنوں کے لئے، جن کو تم جانتے ہو، یا جن کو تم نہیں جانتے، دنیاوی سازوسامان میں سے، سامانِ جنگ میں سے، اسلحہ میں سے جتنی بھی تمہاری قوت ہو، تم اس کو جمع کرلو، لیکن ساتھ ہی یہ فرمایا کہ: اعتماد صرف اس ذات پہ رہنا چاہیئے۔ اگر مجھ پر اعتماد کروگے تو پھر تمہیں کامیابیوں سے سرفراز کروں گا۔

اسی سورت مقدسہ میں میرے اللہ کو اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا یہ قول بھی نقل فرمایا، منافق مدینہ منورہ میں یہ کہتے تھے إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰٓؤُلَآءِ دِينُهُمْ ۗ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے (ممکن ہے یہ واؤ تفصیلیہ ہو) یعنی منافق وہی ہے جس کے دل میں روگ ہو ایمان کے خلاف۔ زبان سے تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہو لیکن دل سے خداوند تعالیٰ کے ارشادات پہ یقین کامل نہ رکھے، اُسے ہی منافق کہا جا سکتا ہے۔ تو مدینہ منورہ میں وہ لوگ جو زبانی تو کلمہ پڑھتے تھے لیکن دل سے اسلام کے مخالف تھے وہ یہ کہتے تھے

جیسے کہ سورۃ انفال میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ط
ان لوگوں کو دین نے بڑا مغرور کر دیا ہے جب کوئی بات ہو تو کہتے ہیں اللہ
کرے گا، اللہ نے چاہا تو ہو گا، بس یہ اللہ کو (نعوذ باللہ) نہیں چھوڑتے۔
غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۔ یہ لفظ غَرَّ۔ غَرَّ کا معنی غرور کے معنوں میں بھی
آتا ہے اور دھوکے کے معنے پر بھی آتا ہے۔ یہاں پر جہاں تک میرا حقیر سا مطالعہ
ہے) وہ غرور کے معنے میں ہے۔ وہ لوگ یہ طعنہ دیا کرتے تھے کہ یہ بے سروسامان
انسان جن کے پاس نہ کھانے کو ہے، نہ پہننے کو ہے ابھی سال بھر ہوئے تھے
وطن سے نکالا، ہمارے سامنے آگئے، اور اب یہ کہتے ہیں کہ ہم ساری دنیا میں
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلائیں گے، ہم اپنی جانوں
کو لٹائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا دین غالب رہے گا۔ اللہ کا نبی (صلی اللہ
علیہ وسلم) نہیں یہ سناتا ہے کہ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ط
وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ط۔ لیکن ظاہری حال یہ
ہے کہ پاس ہے ہی کچھ نہیں، غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ط ان کو ان کے دین نے
مغرور بنا دیا ہے۔

لیکن قرآن نے جواب دیا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ جو اللہ پر بھروسہ کرے
تو اللہ اس کی ضرور مدد فرماتے ہیں۔

تو اس سورت انفال میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے غزوۂ بدر کو تفصیل کے
ساتھ بیان فرماتے ہوئے آنے والے مسلمانوں کو یہ سبق دیا، یہ تلقین فرمائی،
یہ حکم دیا کہ تم اپنے ساز و سامان کے ساتھ اعتماد اللہ کی ذات پر رکھو، تدبیر ضرور کرو!

یہی فرق ہوتا ہے مومن میں اور غیر مومن میں۔ مومن کا اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے غیر مومن کا اعتماد اسباب پر ہے۔ اتنی سی بات ہے۔ مومن اسباب بھی پیدا کرتا ہے، اپنی ساری دینی دنیاوی طاقتوں کو اکٹھا کرتا ہے اور غیر مومن بھی اسباب پیدا کرتا ہے لیکن مومن کے سامنے جب کوئی طاقت آجائے تو وہ یہ کہتا ہے کہ میرا اعتماد اللہ کی ذات پر ہے مجھے نصرت اور فتح جو دینے والی ذات ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور غیر مسلم، غیر مومن، جس کو اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں، وہ اپنے اسباب پر بھروسہ کرتا ہے۔ یہاں آکر مسلمان اور غیر مسلمان کی راہیں متفرق ہو جاتی ہیں۔

تو سورۂ انفال کا تعلق غزوۂ بدر کے ساتھ ہے اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس تمام کوشش کو بھی بیان فرمایا ہے، اعتماد کو بھی بیان فرمایا ہے۔ ان کی حیثیت کو بھی بیان فرمایا ہے اور اپنی خصوصی نصرتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کیں، ان کو بھی بیان فرمایا ہے۔ میں ساتھ ساتھ ترجمہ کرتا جاؤں گا تاکہ اس تھوڑے سے وقت میں اللہ کرے کہ یہ پہلا رکوع پورا ہو جائے۔ ویسے تو قرآن کریم کے بیان کرنے کے لئے میرے بزرگو عمر نوح بھی کافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور پھر مجھ جیسا نااہل انسان تو زیادہ تشریح کر بھی نہیں کر سکتا۔

ارشاد فرمایا۔ وَاِذْ۔ اور وہ وقت یاد کرو یَعِدُكُمُ اللّٰهُ جب کہ وعدہ کر رہا تھا تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ۔ ان دو گروہوں میں سے ایک گروہ کا۔ اَنَّهَا لَكُمْ کہ یہ ایک گروہ تمہارے ہاتھ سے رہ

لگے گا۔

میں پچھلے درس میں تفصیل کے ساتھ عرض کر چکا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو مکّہ کے کافروں نے یا ابو سفیان وغیرہ جس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، ابوجہل نے اس نے یہ حکیم سوچی پر یہ فیصلہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست دی جائے اور ان کو مدینہ منورہ جا کر چھاپے زد یا جائے اگر یہ مدینہ منورہ پہنچے ہیں تو ابھی سے ان کے لئے کچھ ایسا ساز و سامان کر دیا جائے کہ ان کے حوصلے پست ہو جائیں چنانچہ ابو سفیان شام گئے اور وہاں سے ایک ہزار اونٹوں کی قطار پر سامان جنگ اور دوسری ضروریات زندگی لے کر آئے مکہ مکرمہ تو کیا جتنی ذی زرع ہے وہاں تو کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں پیدا ہوتا تو کھانے کا سامان اچھے لباس پہننے کا سامان اور سامان جنگ لے کر ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل جو قافلہ ہو گا میرے خیال کو وہ کتنی بڑی چیز ہو گی اس زمانے میں مسلمانوں کو اس کا علم ہوا کہ اس طرح ابو سفیان وہاں سے قافلہ لا رہے ہیں یہ قافلہ سیدھا مکہ مکرمہ جائے گا اس لئے مسلمانوں نے بہت کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت کوشش کی کہ مسلمان اس قافلے کو روکیں اور ایسی کوشش کریں کہ کافروں کے سامنے یہ سامان پہنچ ہی نہ سکے اور ان کے حوصلے ابھی سے پست ہو جائیں تاکہ وہ ہم پر آئندہ کے لئے حملے کی بات سوچ ہی نہ سکیں لیکن جیسا کہ پچھلے درس میں میں عرض کر چکا ہوں مکہ مکرمہ میں یہ اطلاع پہنچا دی گئی کہ مسلمان ہمارے قافلے کو لوٹنے کے لئے باہر نکلنے والے ہیں۔ مکہ مکرمہ سے کافی تعداد میں مشرک۔ اور کافر نہایت ہی

غیظ و غضب میں جس بات کو لے کر پہنچے بدر کے میدان میں کہ ہم مسلمانوں کا آج صفایا کر دیں گے اُن کو یہ پورا یقین تھا کہ آج ہماری فتح ہو گی اس لئے کہ مسلمانوں کے پاس تو کوئی ساز و سامان نہیں۔ البتہ بعض ایسے بھی تھے جن کو اس بات کا یقین تھا کہ آج ہماری شکست ہو گی فتح نہیں ہو گی۔ اور وہ یقین تھا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی بات پر۔

میں یہ بھی عرض کر دوں۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ غزوۂ بدر سے کچھ پہلے عمرے کے لئے گیا تاکہ اللہ کے گھر کا طواف کر کوں اور اپنے بال بچوں کی خبر گیری بھی کر لوں۔ تو جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو مجھے عتبہ نے دیکھ کر کہا کہ تم یہاں کیسے پھر رہے ہو؟ تم ابھی تک ہمارا پیچھا چھوڑتے نہیں ہو تم یہاں سے جا بھی چکے، ہمارے درمیان انتشار بھی تم نے پیدا کر دیا اور پھر تم ہم کو نہیں چھوڑتے؟ تو اس نے (یعنی اس صحابی رضی اللہ عنہ) نے اُس سے فرمایا کہ تو مجھ سے کیا کہہ رہا ہے؟ تو اپنی خیر منا، میں نے اپنے سچے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ تو حضور کے ہاتھوں مارا جائے گا اور تجھے قتل کر دیا جائے گا۔ بس یہ بات آئی گئی ہو گئی۔ وہ اپنے گھر چلا گیا، انہوں نے اپنا عمرہ کیا، واپس تشریف لے آئے جب غزوۂ بدر کے متعلق اعلان ہوا تو عتبہ کو آگے رکھنا تھا کیونکہ وہ بہت بڑا لیڈر تھا قوم کا، وہ دارالندوہ میں میٹنگ ہونے کے بعد اپنے گھر گیا، جا کے بیوی بچوں سے کہا کہ میرا سامان تیار کرو میں جا رہا ہوں بدر کے میدان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کے لئے۔ تو بیوی نے کہا تجھے یاد نہیں وہ؟ قال

لَکَ اَخُوْکَ الْیَثْرَبِیْ تجھے وہ بات بھول گئی جو تجھے مدینے والا بھائی کہتا تھا؛ ــــ تھے کافر، لیکن یقین تھا کہ محمد رسول اللہ کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ صحیح ہوتی ہے مانتے نہیں تھے لیکن یقین تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھی نصیب فرمائے کہ مسلمان بھی کم از کم اتنا یقین تو رکھیں کہ محمد رسول اللہ نے اپنی زبان سے جو فرمایا وہ بالکل صحیح ہے۔

حدیث شریف میں موجود ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَاللّٰہِ مَا خَرَجَ مِنِّیْ حَقٌّ: مجھے خدا کی قسم ہے کہ میری زبان سے وہی بات نکلتی ہے جو حق ہو۔ امام الانبیاء نے قسم کھا کر فرمایا کہ میری زبان سے وہی بات نکلتی ہے جو حق ہو۔ وَمَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یُرْضِیْ رَبَّنَا۔ اور خود قرآن میں آتا ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝

تو بیوی کہتی ہے خاوند کو کہ تجھے پتہ نہیں جو تیرا یثربی بھائی کہہ کر گیا ہے مدینے والا یثرب مدینے کا پہلا پرانا نام ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر منع فرما دیا کہ مدینے کو یثرب نہ کہو۔ اب تو وہ مدینۃ النبی ہو چکا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو بیوی کے کہنے پر وہ ڈھلک گیا اور آن کر کہنے لگا کہ آپ لوگ چلے جائیں میں کل پرسوں آجاؤں گا مگر تاڑنے والے تاڑتے تھے کہ یہ ہمیں تیز کرتا ہے اور خود اب پیچھے ہٹتا ہے۔ مجبور کیا ان لوگوں نے کہ چند قدم تو ہمارے ساتھ چلو۔ خلاصہ یہ کہ اسے بدر کے میدان میں لے گئے اور وہاں جا کر وہ واصل جہنم ہوا۔

تو اس کافر کی بیوی کو بھی یقین تھا کہ ہم بدر کے میدان میں مارے

جائیں گے، لیکن عمومی طور پر ان کے دلوں میں یہ بات تھی کہ ہماری تعداد بڑی زیادہ ہے، اس گھمنڈ میں وہ تھے کہ ہم یقیناً مسلمانوں کو شکست دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ساتھ وعدہ کیا کہ میں تمہیں ان دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر یقیناً فتح دوں گا۔ وہ دو گروہ کونسے تھے؟ ایک وہ قافلہ جو شام سے آرہا تھا ابو سفیان کی زیرِ سرکردگی جس میں ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ تھا جس میں سامانِ جنگ اور کھانے پینے کا سامان تھا۔ اور دوسرا وہ قافلہ تھا وہ فوج تھی وہ لشکر تھا جو مکہ سے نکلا تھا اپنے قافلے کی مدد کے لئے جس میں کہ ہزار سے زیادہ کافر مسلح اپنے ساز و سامان کے ساتھ موجود تھے۔ اب دو قافلے تھے، دو گروہ تھے مسلمانوں کے سامنے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا نکلنے سے پہلے ہی، ابھی مدینہ منورہ سے نکلے نہیں لیکن اللہ نے مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا کہ ان کی تیاریوں کو دیکھ کر کے اے مسلمانو! میں تو علیم بذات الصدور ہوں، تمہارے دل کی کیفیتوں کو میں جانتا ہوں اور میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہیں یقیناً ان دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر ضرور فتح عطا کروں گا۔ لیکن مسلمانوں کا خیال یہ تھا اپنے ظاہری ساز و سامان کو دیکھ کر کہ ہمیں صرف اس قافلے کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے جو قافلہ آرہا ہے شام سے سامانِ تجارت لے کر، ہم اس کو لوٹ لیں، ان کے حوصلے پست ہو جائیں، سامانِ جنگ ہمیں مل جائے، رسد کا سامان مل جائے اور ان کے دل میں ہمارا رعب بیٹھ جائے۔ اور یہ بات کوئی غلط نہیں، انسان کا فطری تقاضا ہے ہر بزرگ کہ وہ اپنے ظاہری

اسباب پر نظر کرے اور طبعی طور پر تو میرے بزرگو! میں اور آپ یہی کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے جو عطلے بہت ہی بلند ہوں گے مگر انبیاء علیہم السلام کے حوصلوں تک تو نہیں پہنچ سکتے۔ یہی وجہ ہے قرآن مجید نے سورت فتح میں نقل فرمایا اور دیگر پر بھی ارشاد فرمایا) کہ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم جب میدان جنگ میں نکلے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس ظاہری ساز و سامان کی چونکہ کمی ہوتی تھی اس لئے انبیاء پر ایمان لانے والے ہلائے گئے اور انہوں نے یہ کہہ دیا مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۔ اے اللہ کے نبی! فتح کب آئے گی؟ مدد کب ہوگی؟ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ؕ یاد رکھو! اللہ کی مدد قریب ہے۔ تو وہ صحابہ جو انبیاء کرام کے پہلے حواری کے نام سے پکارے جاتے ہیں، ان کے دلوں میں یقیناً یہ چیز پیدا ہونی چاہیے انسان طبعی طور پر تو سمجھتا ہے کہ اسباب جو میرے ہیں سازگار نہیں ہیں تو ہو سکتا ہے کہ مجھے وہ پتہ نہ ہو لیکن وہ رب العلمین جو ہر چیز پر قادر ہے فتح کو شکست میں تبدیل کر سکتا ہے، شکست کو فتح میں تبدیل کر سکتا ہے وہ کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وہی حکم دے رہا ہے کہ کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ میں تھوڑے سے گروہ کو بہت بڑے گروہ پر غالب کر دیتا ہوں، تھوڑی تعداد کو بڑی تعداد پر غالب کر دیتا ہوں۔

یہاں پر جو فرمایا کہ اے مسلمانو! میں نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ یہ جو دو گروہ ہیں، ایک وہ قافلہ جو شام سے آرہا ہے اور جا رہا ہے مکہ مکرمہ

سامان جنگ لے کر، یا تو اس کو تمہارے قابو میں کر دوں گا، تم کو فتح دی جائے گی اس پر، اور یا وہ بڑا لشکر جو آ رہا ہے کہ مکرمہ سے اس اپنے قافلے کی امداد کے لئے، اور اس کی نیت میں یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دے تھوڑی سی تعداد کو، یا میں وہ تمہارے حوالے کر دوں ۔ مسلمان طبعی طور پر کیا چاہتے تھے؟ وَتَوَدُّونَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ ۔

وَتَوَدُّونَ ۔ اور تم اس بات کو پسند کرتے تھے ۔ یہ پسند کرنا کوئی غیر شرعی چیز نہیں ہے ۔ اللہ کی نافرمانی نہیں ہے بلکہ طبعی طور پر انسان چاہتا ہے ۔ وَتَوَدُّونَ ۔ اور تم پسند کرتے تھے تم چاہتے تھے اے مسلمانو! اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ کہ بے شک وہ قافلہ، وہ گروہ، جس میں کہ طاقت نہیں ۔ شوکۃ عربی زبان میں کہتے ہیں کانٹے کو، یہاں پہ مراد وہ سامانِ جنگ نہیں، اگر ہے بھی تو تھوڑا سا ہے، سادہ ہی سامان ہو گا، وہ تو شام سے مالِ تجارت لے کر آ رہے ہیں ۔ مسلمان یہ چاہتے تھے کہ وہ قافلہ جس کے پاس سامانِ جنگ کی کمی ہے، جو مسلح نہیں ہے تَكُوْنُ لَكُمْ ۔ وہ ملے مسلمانوں کو، مسلمان اس کے ساتھ مقابلہ کریں، معمولی سی مڈبھیڑ ہو اور مسلمان کامرانی کے ساتھ مدینہ منورہ واپس چلے آئیں اور سلکے بس جب یہ کافر پہنچیں تو وہاں جا کر یہ اپنی کیفیات کو بیان کریں گے اس لئے کافروں کے دلوں میں ہمارا رعب بیٹھ جائے ۔ یہ مسلمانوں کا تقاضا تھا، ان کے دلوں میں یہ خیال تھا ۔ اور یہ خیال شریعت کے عین مطابق ہے ۔

لیکن اللہ کیا چاہتے تھے؟ وَیُرِیْدُ اللّٰہُ ۔۔۔ اور اللہ یہ چاہتا تھا
اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ ۔ کہ ثابت رکھے، ثابت کر دے اپنے حکم کو،
ثابت کر دے حق کو اپنے حکم کے ساتھ ۔۔۔ اللہ یہ چاہتے تھے کہ ایسا امتیازی
فیصلہ آج کے دن ہو جائے کہ پتہ چل جائے کہ جس دین کو لے کر آئے ہیں محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ دین اٹل ہے ۔۔۔ حق کا معنی نہ مٹنے والا
جیسا کہ فرمایا سورت فتح میں ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی
وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلاً
وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا ا قرآن میں مختلف جگہوں پہ آتا ہے۔ ارشاد
فرمایا کہ اے میرے حبیب! میں نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ۔ حق
سے مراد؟ وہ دین جو اٹل ہو۔ تو یہاں اللہ فرماتے ہیں کہ میں یہ چاہتا تھا
کہ چونکہ شروع شروع کی بات ہے اور مسلمانوں کا مجھ پر اعتماد ہے میرے
ہی اعتماد پر یہ مکے سے نکلے میرے ہی اعتماد پر انہوں نے اپنے سابقہ دین
کو چھوڑا اور دین حق کو قبول کیا تو آج ایک ایسا فیصلہ ہو جائے کہ ہمیشہ کے
لئے، رہتی دنیا تک کے لئے یہ یوم الفرقان بن جائے چنانچہ بدر کو یوم الفرقان
بھی قرآن نے فرمایا ۔۔۔ امتیازی شان والا دن۔

اللہ یہ چاہتا تھا اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ کہ ثابت کرے، ثابت رکھے حق
کو بِکَلِمٰتِہٖ اپنے حکم ساتھ، یعنی ظاہری ساز و سامان تو اس کے موافق
نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم جس کے خالی کُنْ فرمانے سے سب کچھ ہو
اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ط جو کُن کہہ دے

تو سب کچھ ہو جائے، وہ ارادہ کرے کسی بات کا کہ وہ ہو جائے تو کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مٹھی بھر مسلمانوں کو اس وقت کی بڑی جیرو تی اور طاغوتی طاقت پر قابض کر دے اور اس پر فاتح بنا دے؟ اس لئے فرمایا کہ اللہ یہ چاہتا ہے، اللہ یہ چاہتا تھا کہ ثابت رکھے حق کو اپنے حکم کے ساتھ۔

اور حق کو ثابت رکھنے کا نتیجہ پھر کیا نکلے گا؟ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ۝ اور کاٹ دے اللہ تعالیٰ کافروں کی جڑ کو، وہ جو صنادید قریش ہیں، وہ جو محمد رسول اللہ کے خلاف سکیمیں سوچتے ہیں، آج ان کا صفایا کر دیا جائے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کی جنگ سے پہلے ہی فرما دیا تھا یہاں فلاں آدمی گرے گا، یہاں فلاں گرے گا، یہاں فلاں گرے گا۔ حضورؐ نے ان کے گرنے کی جگہیں، ان کے مقتل بتا دئے تھے صحابہ کرام کو۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یقین اور ایمان اللہ کی ذات پر سب سے بڑا کامل ہوا کرتا ہے۔ اور نبی کی یہی علامت ہے کہ اس کا ایمان اسباب پر نہیں ہوتا بلکہ مسبب حقیقی پر ہوتا ہے۔

تو اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ آج کافروں کی جڑ کاٹ دوں اور تم یہ چاہتے تھے کہ ہمارے لئے وہ گروہ ہو، ہم اس قافلے کو حاصل کر لیں جس قافلے میں کافروں کی تعداد تھوڑی ہے اور سامان جنگ زیادہ ہے معمولی تھوڑی سی مٹھ بھیڑ ہو گی اور ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن اس سے کیا ہوتا؟ وقتی طور پہ تمہیں فتح نصیب ہو جاتی، ابدی فتح تمہیں تب ملتی جس وقت کہ تم ان صنادید قریش کو، ان رؤسائے قریش کو، ان مکے کے سرداروں کو جہنم

نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے سے نکالا اور بیت اللہ پر جابض تا بعض تھے
تم ان کو دنیا سے مٹا دو صفحہ ہستی سے مٹا دو، پھر دین نکھرتا چنانچہ اللہ تعالیٰ
کا فیصلہ ہو کر رہا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر کافروں کو میدان بدر میں فرمایا اور ستر
کو گرفتار کرلیا پھر جن میں سے مسلمان ہو گئے، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
پڑھا۔ کفر کی جڑ دونوں طریقوں سے کٹ گئی۔

یہاں اتنی بات سمجھ لیجئے۔ کفر کی جڑ کاٹنے کے دو طریقے ہوتے ہیں میرے
بزرگو۔ ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کافروں پر تلوار چلاؤ، اُن کو ختم کر دو۔ کفر کی جڑ
کٹ گئی۔ اور ایک یہ ہوتا ہے کہ کافروں پر اسلام کی تلوار چلا کر اُن کو
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا دو۔ یہ بھی کفر کی جڑ کٹتی ہے
افسوس ہے کہ مسلمان دوسری طرف نہیں جاتا۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور بھی
طاقت عطا فرمائے، مجاہدین عظیم بن جائیں لیکن میرے بزرگو! یہ بھی ایک جہاد
ہے۔ صحیح حدیث ہے، اٹھا کر دیکھ لیجئے مغازی اور سیرت کی کتابوں کو،
جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خیبر بھیجا
تو آپ نے فرمایا کہ اے علی! میری بات کو سن لے، اگر تیرے ہاتھ پر ایک بھی
کافر مسلمان ہو گیا تو یہ ہزاروں غنیمتوں سے بہتر ہے۔ اُس سے بھی کفر کی جڑ
کٹ جائے گی۔ جب ایک کافر کلمہ پڑھ لے گا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
تو جب اُس کی اولاد جو قیامت تک ہوگی وہ سب کلمہ گو ہوگی تو اُس سے بھی
کفر کی جڑ کٹ جائے گی۔ اس لئے ہمارے ہاں یہ مسئلہ ہے کہ قیامت کے دن
دونوں انسان جنت میں جائیں گے۔ ایک وہ انسان جس نے اپنی تلوار سے کافر کا

سفر قلم کیا، وہ بھی جنت میں جائے گا۔ مجاہد فی سبیل اللہ، اور وہ انسان جس نے اپنی زبان سے، اپنی محنت سے، اپنی دعاؤں سے، اپنے علم و فکر سے غیر مسلم کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھایا، وہ بھی جنت میں جائے گا لیکن زیادہ اعزاز و اکرام اُس انسان کو ملے گا جس نے کافر کو مسلمان بنایا اس لئے کہ قیامت کے دن وہ کافر پھر کافر نہ ہوا، وہ تو مسلمان بن گیا۔ یہ مسلمان کرنے والا بھی جنت میں جائے گا اور وہ شخص جو پہلے کافر تھا پھر دولتِ ایمان سے متصف ہوا، وہ بھی جنت میں جائے گا اور اس کی ہونے والی ساری اولاد جو پھر مسلمان پیدا ہوئی وہ بھی جنت میں جائے گی ۔۔۔ تو کفر کی جڑ دونوں طریقوں سے کٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ نصیب فرمائے میرے بزرگو! آج مسلمانوں نے تبلیغ بالکل چھوڑ دی حالانکہ ہمارا دین تو دینِ تبلیغ ہے۔ کفر کی جڑ اسی طرح کٹے گی تلوار سے بھی کٹے گی اور اس طرح بھی کٹے گی جس تلوار نے عمر کے کفر کی جڑ کاٹی اور عمر فاروق بنایا محمد رسول اللہ کا غلام بنایا، یہ بھی جڑ کاٹی گئی۔ اگر عمر فاروق مسلمان نہ ہوتے، نعوذ باللہ کافر ہی رہتے تو آپ جان سکتے ہیں کہ کتنی مشکلات کا سامنا پڑتا، یا جتنے دنیا کے دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے کلمہ طیبہ پڑھا، محمد رسول اللہ کا دین قبول کیا، مبلغین کی محنتوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے نوازے جنہوں نے کفر، شرک اور بدعات کی جڑیں کاٹ دیں اور دینِ حق کی طرف اُن کو مائل کیا۔

تو یہ دونوں صورتیں ہیں جڑ کفر کی کٹی، کچھ مارے گئے بدر کے میدان میں اور ستر گرفتار بھی ہو کر آ گئے جن میں حضرت عباس بھی تھے محمد رسول اللہ کے

حقیقی چچا اور بعد ازاں پھر وہ دولت ایمان سے مشرف ہو گئے۔ یہ دونوں صورتیں میرے بزرگو کفر کی جڑوں کو کاٹتی ہیں۔ تبلیغ بھی کفر کی جڑ کو کاٹتی ہے اور جہاد بھی کفر کی جڑ کو کاٹتا ہے اور جہاں تک میرا حقیر سا مطالعہ ہے دیکھ لیجئے امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو آخری نصیحت ہے حضور کا جو آخری پیغام ہے حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں پر ایک لاکھ سے زائد صحابہ موجود ہیں اور امام الانبیاء اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر تقریر ارشاد فرما رہے ہیں۔ اور وہ تقریر کیا تھی؟ الہام تھا حضور نے پہلے صحابہ سے اپنے فرض منصبی کے متعلق پوچھا کہ کیا میں نے تم تک اللہ کی بات پہنچائی یا نہیں پہنچائی۔ سب صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ کے نبی! بے شک آپ نے اللہ کی بات ہم تک پہنچا دی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ کھڑے کئے اور تین مرتبہ فرمایا اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔ اے میرے اللہ! تو گواہ رہ، اے میرے اللہ! تو گواہ رہ، اے میرے اللہ! تو گواہ رہ کہ میرے ذمے تو نے جو فرض منصبی کیا تھا نبوت اور رسالت کا اور پیغام بری کا، اے اللہ میں نے وہ ان لوگوں کو پہنچا دیا اور آج اس میدان عرفات میں لاکھ سے زیادہ انسان یا اللہ اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد حضور نے کیا فرمایا؟ آخری جو ارشاد ہے نبوت کا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

آج میرے بزرگو ہم میں یہ بڑا شور ہے جی دنیا میں مسلمان کم ہو رہے ہیں تبلیغی طور پر عیسائی بڑھ رہے ہیں، فلاں بڑھ رہے ہیں، فلاں بڑھ رہا ہے

ہیں یہ باطل فرقے بڑھ رہے ہیں ٹھیک ہے وہ بڑھ رہے ہیں، لیکن یہ بتائیے ہم نے کیا کیا؟ اگر ایک عیسائی ڈاکٹر اپنی پرچی کے پیچھے (میں نے پڑھا وں جامعہ رضویہ کیمبل پور کی جامع مسجد میں جمعہ میں بھی عرض کیا) اگر ایک عیسائی ڈاکٹر اپنی پرچی کے پیچھے جس پر وہ نسخہ تجویز کرتا ہے اس کے پیچھے انجیل کی دو آئتیں لکھ دیتا ہے تو ایک مسلمان ڈاکٹر اپنی پرچی کے پیچھے قرآن کی دو آیتیں کیوں نہیں لکھ سکتا؟ اگر ایک کافر اپنے کفر کو فرصت میں پھیلاتا ہے، وہ موقع تلاش کرتا ہے وہ کفر سے کو دور دور تک پہنچتا ہے تو کیا محمد رسول اللہ کا ایک پرستار اسلام کو دور دور تک نہیں پہنچا سکتا؟ لیکن کیا کیا جائے آج ہمارے یہ تبلیغی بھائی ہمیں بلاتے ہیں، ہم ان کو ایک منٹ تک نہیں دیتے۔ یہ بیچارے ہماری منتیں کرتے ہیں، ہمیں دعوتیں دیتے ہیں، ہمارے پاس آتے ہیں لیکن ہم ان کو اختیار نہیں دیتے کہ ان کی بات سنیں تو یہ کبھی کافر کی جڑ کٹی ہے تبلیغ سے کبھی۔ اور جو جڑ کٹے گی تبلیغ سے وہ پھر انشاء اللہ کبھی نہیں پھلے پھوٹے گی کیونکہ تبلیغ سے دل میں اللہ کا نور راسخ ہو جاتا ہے اور حبیب اللہ کا نور راسخ ہو جائے میرے بزرگو تو پھر اس سے ایمان پھلتا ہے، پھولتا ہے۔ پھر یہ کبھی نہیں ہوتا ایک دو کو چھوڑ دیجیے، کہ جس نے سچے دل کے ساتھ دین کو سمجھ کر قبول کیا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا ہو، کیا وہ پھر دین سے ہٹ جائے گا؟ یہ سچے دین کی علامت ہے، وہ پھر دین سے نہیں ہٹتے۔ اس لئے عرض یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں مسلمانوں کو فتح دوں اور ایسی فتح دوں کہ جس فتح کے جو کافروں کی جڑ کٹ جائے۔ تو جہاد کے ضمن میں یہ بھی لے یہ نقصان

عرض کر دیا میرے نزدیک گو کہ جڑ دونوں طریقوں سے کٹتی ہے۔ تلوار کے ساتھ بھی جڑ کٹتی ہے۔ اور تبلیغ کے ساتھ بھی جڑ کٹتی ہے۔ اور میرا تو خیال ہے آسان راستہ یہی ہے کہ تبلیغ کے ساتھ کفر کی جڑ کاٹ دی جائے اگر آج ہم میں جذبۂ تبلیغ پیدا ہو جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے ابھی عرض کیا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر آخر امت کو کیا پیغام دیا؟ یہ اقرار لیا کہ دیکھو میں نے تم تک اللہ کا دین پہنچایا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش صحابہ موجود تھے سب نے اقرار کیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ کے ذمے جو امانت تھی وہ آپ نے پہنچا دی۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ اب میری بات بھی سن لو۔ آلا۔ یاد رکھو اس بات کو فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ تم میں سے جو یہاں موجود ہے، یہ میری بات: میرا دین، میرا قرآن، میرا اسوہ، میری زندگی کے طور طریقے، میرا لایا ہوا نظامِ حیات اُس تک پہنچا دو جو یہاں موجود نہیں ہے، تاکہ کفر کی جڑ کٹ جائے۔ پہنچایا ہے یا نہیں پہنچایا صحابہؓ نے؟

یہ قسطنطنیہ میں قبر ہے ابو ایوب انصاریؓ کی۔ صحابی ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، میزبان ہیں سب سے پہلے حضورؐ جس کے گھر تشریف لے گئے، وہ کون ہیں؟ ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ لیکن تبلیغ کرنے کے لئے قسطنطنیہ پہنچے۔ ایوب بندرگاہ انہی کے نام پر ہے اور ایوب شہر بھی انہی کے نام پر ہے۔ آج تک آپؓ کا مزارِ مقدس پُر انوار ہے۔ صحابۂ کرام کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں بزرگ پھیلے ہوئے، شاید آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا۔ نئی تحقیق کے ماتحت کسی نے لکھا ہے۔ اور ہو سکتا ہے وہ ٹھیک ہو کیونکہ تاریخیں

میں لفظ جنۃ وغیرہ آتا ہے۔ تو لکھا ہے کہ بقیع میں، جنت البقیع میں بھی صحابہ کرام کی قبریں موجود ہیں۔ تو صحابہ کس لئے آئے تھے؟ افیون بیچنے کے لئے؟ چرس بیچنے کے لئے؟ کتنی ترقی ہم نے کی؟ دیکھا ہم نے؟ کہاں تک بڑھ گئے؟ افیونیں پکڑی جاتی ہیں، چرسیں پکڑی جاتی ہیں۔ دنیا کس خیال میں ہے اور ہم کس خیال میں ہیں۔ اللہ مسلمانوں کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔ یہ دین حق کو دنیا میں اجاگر کریں اپنے ملک کی بنیادوں کو کھوکھلا نہ کریں بلکہ اپنے ملک کی بنیادوں کو استوار اور مستحکم کریں۔ میرے بزرگو! یہ تبھی تو ہو سکتا ہے کہ اللہ کا دین ہمارے پاس ہو، اللہ کے دین کو ہم سمجھیں اور ہمارے اندر یہ ملکہ پیدا ہو جائے کہ ہم نے کفر کی جڑوں کو کاٹنا ہے۔ چنانچہ میں اسی پر عرض کر رہا تھا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ ارے یاد رکھو۔ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔ جو تم میں سے یہاں موجود ہے، میرا دین پہنچا دے اس تک جو یہاں موجود نہیں ہے۔ جو غیر موجود ہیں وہ کون ہیں؟ وہ ساری دنیا کے انسان تھے، چنانچہ وہ صحابہ پھیلے، بحر و بر میں پھیلے، پہاڑوں میں پھیلے، دریاؤں میں پھیلے، شہروں میں پھیلے، سلاطین کے درباروں میں گئے، گلیوں میں گئے، محلوں میں گئے، بازاروں میں گئے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی منادی کی اور دنیا میں اسلام کو پھیلایا، دنیا میں اسلام کو چمکایا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کے مزارات مدینہ منورہ میں بہت کم ہیں، جو میرے حاجی دوست گئے ہیں انہوں نے دیکھے ہوں گے (اللہ سب کے حجوں کو قبول فرمائے اور جو ابھی تک حج سے مشرف نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ اس کی سعادت نصیب فرمائے) مدینہ منورہ میں میرے بزرگو! صحابہ کرام کے

مزارات بہت کم ہیں۔ کیا انہوں نے قرب نبوت کو چھوڑ دیا؟ امام الانبیاء کے قرب کو چھوڑا؟ جو نبی فرماتے ہیں کہ جو مدینے میں رہے گا اُس کے لئے قیامت کے دن میں سب سے پہلے شفیع ہوں گا کہ وہ میرا پڑوسی ہے اور پڑوسی کا تو بہت فکر رکھتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ لیکن دیکھیں صحابہ کے مزار کہاں کہاں ہیں؟ یہ دنیا میں پھیلے ماور کیوں پھیلے؟ تاکہ کفر کی جڑ کٹ جائے۔ اور الحمد اللہ صحابہ نے کفر کی جڑ کاٹی رضی اللہ ان کی قبروں کو منور فرمائے) اس سورت انفال میں صحابہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے پیارے الفاظ سے یاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں بہت کچھ ارشاد فرمایا، واقعی وہ تعریف کے قابل تھے۔ بے سروسامانی میں، بلا کسی دنیاوی لالچ اور طمع کے محمد رسول اللہ کی اتباع اور پیروی کی۔

تو فرمایا کہ میں یہ چاہتا تھا بدر کے میدان میں کہ کافروں کی جڑ کٹ جائے چنانچہ میں نے یہی بات کی کہ تمہیں اور کافروں کو مقابل میں کر دیا۔ وہ جو قافلہ تھا وہ تو بچ کر نکل گیا اور وہ جو بڑی فوج تھی گیارہ سو یا بارہ سو یا تیرہ سو یا اس سے زیادہ کم و بیش، وہ تمہارے سامنے آ گئے، تم ان کے سامنے آ گئے۔ اگر پہلے سے تمہیں پتہ چلتا تو ہو سکتا ہے کہ بتقاضائے بشریت تم نہ وہاں جاتے لیکن میں نے ایسا سامان پیدا کر دیا کہ وہ تمہارے مقابلے میں آ جائیں اور دنیا کو پتہ چل جائے کہ اسلام زندہ ہے جیسا کہ ابھی پچھلے دنوں ستمبر ۱۹۶۵ء میں ہمارے بعض بے ہودہ قسم کے دوستوں نے، بداعتماد قسم کے دوستوں نے، جن کے ساتھ ہم نے بڑی پینگیں بڑھائی تھیں، انہوں نے پاکستان پر حملہ کرا دیا

۔ اچانک ۔ شالامار تک پہنچا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو ہم کو اس وقت بے خبر رکھا تھا اس میں ایک حکمت تھی۔ حکمت یہ تھی کہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ پاکستان کے مسلمان، اتنی گنہگاری کے باوجود، اتنے فسق و فجور کے باوجود محمد رسول اللہ کے نام لیوا ہیں، ان پر اگر بے خبری میں بھی حملہ کیا جائے تو ایک ایسی جابر طاقت کے وہ دانت کھٹے کر سکتے ہیں۔ اس میں یہ حکمت اور یہی مصلحت تھی۔ اس لئے رب العالمین نے دنیا کو بتا دیا کہ اگر مسلمان ۔ پاکستان کے مسلمان ۔ سچے مسلمان بن جائیں تو یہ ساری دنیا پر چھا سکتے ہیں۔ اللہ ہمیں صحیح مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو فرمایا لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

اللہ تعالیٰ نے تم کو اور کافروں کو آپس میں یوں ٹکرا دیا۔ کیوں؟ لِيُحِقَّ الْحَقَّ تاکہ حق کو ثابت کر دے، کہ حق وہ ہے جو بڑی سے بڑی باطل قوت سے بھی نہیں دبتا۔ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ اور پورے طور پر اللہ تعالیٰ باطل کو مٹا دے وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝ اگرچہ مجرم اور نافرمان اس میں ناراض ہی کیوں نہ ہوں۔ ایک تو یہ ترجمہ بھی ہے۔ ناراضگی کا یہ مفہوم ہو سکتا ہے کہ مکے والے یہ کہتے ہوں گے کہ دیکھو جی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ابھی عجیب ہیں ہمارا قافلہ گیا شام کو، مال لینے کے لئے، کھانے پینے کا سامان لینے کے لئے اور انہوں نے اس قافلے پر حملہ کر دیا ہے ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کَرِہَ کا معنی برا منانا ۔ اور ایک کَرِہَ کا معنی مشکل بھی آتا ہے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝ اگرچہ مجرم اور نافرمان اس بات کو مشکل سمجھتے ہوں کہ مٹھی بھر مسلمان، جو کے

پاس نہ کھانے کو ہے نہ پینے کو ہے۔ ابھی مکے سے نکالے گئے، سال نو تو تھا ہی ان کے پاس کیا ہے؟ یہ کس طرح ساری دنیا پر چھا سکتے ہیں؟ کفر کے غلبے کو شکست دے سکتے ہیں؟

اللہ فرماتے ہیں جس بات کو میں ثابت کر دوں اس کو کون ہے مٹنے والا؟ چنانچہ اسی ضمن میں بدر کی ساری حقیقت بیان کی جا رہی ہے۔ میرے بزرگو! علمائے اسلام نے سب سے پہلے جن حدیثوں کے مجموعے کو مرتب کیا ان میں سے کتاب السیر والمغازی بھی ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاہدانہ حالات، کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کے دستور اور نظام، کافروں کے ساتھ لڑنے کے طریقے اور اس کے جو شرعی احکام ہیں ان پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں میرے بزرگو! سب سے پہلے جو مجموعۂ حدیث مرتب ہوا وہ سیرت اور مغازی کے احکام زیادہ ہیں۔ آج بھی کوئی کتاب حدیث کی آپ اٹھا لیں، بخاری دیکھ لیں مسلم دیکھ لیں، ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ دیکھ لیں، جہاں پر کتاب الصلوٰۃ موجود ہے وہاں پر کتاب المغازی بھی ہے یعنی مغازی، غزا، جہاد، یہ اسلام کا سب سے بڑا بنیادی رکن ہے اس لئے قرآن مجید میں بڑی کافی آیتیں ہیں، سورتیں ہیں جن میں جہاد اور غزوات نبوی کو بیان کیا گیا ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) غزوۂ بدر کو یہاں بیان کیا گیا، غزوۂ احد کو آگے بیان کیا گیا، غزوۂ حنین کو بھی آگے بیان کیا گیا، غزوۂ احزاب کو بیان کیا گیا، سورۃ فتح میں فتح مکہ کو بیان کیا گیا یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زندگی کو جس کا تعلق جہاد کا مسئلہ مسلمانوں کے سامنے

پیش فرمایا کہ تم اگر دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہو تو تمہارے سامنے یہی راہ عمل ہے کہ تم مجاہدانہ جہاد کرو۔ جہاد تلوار کے ساتھ بھی کرو، جہاد مال کے ساتھ بھی کرو اور جہاد دل کے ساتھ بھی کرو۔ اللہ سے دعائیں بھی تو مانگو۔ اس کو یہاں بیان کیا گیا۔ دیکھو تم نے ایک جہاد بڑے زور کے ساتھ کیا۔ اپنے آپ کو بدر کے میدان میں تم نے پیش کر دیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر تم نے یقین کیا۔ بے سر و سامانی کے باوجود تم میدانِ بدر میں پہنچ گئے اب پھر تم نے کیا کیا؟ جب کہ میدان میں پہنچ کر سامنے کافروں کی صفیں موجود ان کی توپیں موجود، ان کے متکبرانہ نعرے موجود۔ لیکن مسلمانوں نے کیا کیا؟ اس کو قرآن یہاں بیان کرتا ہے کہ دعا وہ قبول ہوتی ہے جو میدانِ جنگ میں ہو۔ یعنی دعا کے طریقے ہیں۔ میں پہلے بھی کبھی کبھی عرض کر دیتا ہوں کہ آج ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں ہم کیسے دعائیں مانگتے ہیں؟ اکثریت تو ایسی ہے مسلمانوں کی (اللہ تعالیٰ سب کو سمجھ نصیب فرمائے) جب کہ پاس کچھ پیسے ہو گئے وہ تو اس بات کو ماننا ہی نہیں، کہتا ہے جی دعا کیا ہوتی ہے؟ اور پھر ذرا تکلیف پہنچے تو قرآن شریف میں آتا ہے۔ فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝ (سورت فجر، پارہ ۳۰، رکوع ۱۶)

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ اے انسان! تیری بھی عجیب کیفیت ہے وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ ط (سورۃ یونس پ۱۱ رکوع ۲) جب تکلیف پہنچی دعائیں کرتا ہے منتیں

ماننا ہے ختم کرتا ہے، پیروں کے پاس بزرگوں کے پاس، علماء کے پاس جاتا ہے۔ اور جوں ہی کہیں معمولی سا چپڑاسی یا چوکیدار بن گیا، پھر کہتا ہے جی! میں بڑا بیزی (BUSY) رہتا ہوں، ٹائم نہیں ملتا۔ ہاں جی! روٹی کے لئے ٹائم ملتا ہے؟ خدا کے سامنے جھکنے کے لئے ٹائم نہیں ملتا۔ خدا کا باغی بن جاتا ہے (اللہ تعالیٰ مسلمان کو سمجھ نصیب فرمائے) آج مسلمان بھی خدا کے ساتھ معاملہ کرتا ہے بیوپار کا، کچھ نہ ملے، تو قریب ہو گیا مل گیا تو خدا سے نفرت کرنے لگا (اللہ سمجھ نصیب فرمائے) یعنی اللہ تعالیٰ بالکل صحیح کہتے ہیں۔ فرمایا۔ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰکِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ (سورۃ شوریٰ پ ۲۵ ع ۳) اللہ فرماتے ہیں اگر میں چاہتا دنیا میں اپنے بندوں کو رزق وسیع دوں لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ یہ دنیا میں باغی بن جاتے وَلٰکِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ط۔ میں جتنا دینا چاہتا ہوں اندازے کے مطابق دیتا ہوں۔ ابھی تو اندازہ ہے اور اس میں ہمارا یہ حال ہے۔ وہ ذوق کا شعر ہے ؎

اس جبر میں تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانئے کیا ہو جو خدا اختیار دے

ابھی تو پاس ہے ہی کچھ نہیں اور ہمارا یہ حال ہے۔ وہ روسی بیچارا مر گیا نا؟ وہ جو گیا تھا اوپر میرا خیال ہے ۱۹۶۷ء میں وہ پہلی دفعہ گیا تھا تو اس نے ایک بیان دیا تھا آ کر کے کہ میں نے خلا میں خدا کو بڑا تلاش کیا مجھے کہیں نہیں ملا؟ اس وقت کہتا تھا ملا نہیں اور آج کہتا ہے۔ وہ ملتا ہے،

وقت مقرر ہے اس کا، وہ ملتا ہے ہر جگہ ملتا ہے۔ قرآن کو پڑھ کر دیکھو ——
سبحان اللہ۔ قرآن کو پڑھا کیجئے (اللہ مجھے اور آپ کو قرآن پڑھنے کی توفیق
عطا فرمائے اور اس پاک وجود کی قبر کو پُر نور فرمائے جس نے قرآن کے درسوں
کو جاری فرمایا رحمۃ اللہ علیہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو قرآن مجید نے صاف فرمایا
ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ
تَمُوْرُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ط
فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝ ۔ او تمہارے پاس کوئی گارنٹی ہے؟ تم
جب زمین میں رہتے ہو، تمہارے پاس کوئی ولفیس کارڈ ہے کہ تمہیں کوئی زمین
میں نہیں دھنسا سکتا؟ تمہاری کار کسی پودے کے ساتھ نہیں ٹکرا سکتا؟
کار میں بیٹھے بیٹھے تمہیں ہیں ہوا نہیں اڑا سکتا؟ تمہارے پاس کوئی گارنٹی ہے؟
یا تمہارے پاس کوئی ایسی گارنٹی ہے کہ تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور وہاں تمہیں
کوئی نہیں ہے چھیڑنے والا؟ — بتایا کہ آسمان میں بھی میری بادشاہی، زمین
میں بھی میری بادشاہی۔ فَسُبْحَانَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ
وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ساری چیزوں کی طاقت — ملکوت ہے ملک کا مبالغے کا صیغہ ہے — پوری طاقت، پوری قوت، کس کے قبضے میں ہے؟
اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے، وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ اور انجام کار تم اُسی کی
طرف لوٹ جاؤ گے — تو میرے بزرگو! خدا سے دعائیں مانگا کرو۔ دعائیں بندہ
اللہ کے قریب ہوتا ہے جب ایک انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا
ہے تو اللہ تعالیٰ کے وہ بہت قریب ہوتا ہے اس لئے دعا کا حکم دیا۔

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ مجھ سے مانگو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ انبیاء مانگتے آئے، صحابہ مانگتے آئے، اولیاء مانگتے آئے، عوام مانگتے ہیں مانگنا چاہیئے، یہ جو دنیا کی تھوڑی سی لذّت و فر ہے، میرے بزرگو! یہ تو کاغذ کے پھول ہیں، بلکہ پھول بھی کچھ ردّی قسم کے ہیں، بڑے بے ہُودہ قسم کے پھول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لو لگانے میں بڑا لطف آتا ہے، سرور آتا ہے، انسان کو ایک اعتماد حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ فرمایا کہ تم نے اُس وقت پھر قلبی جہاد بھی کیا، مالی جہاد بھی کیا، چندہ وغیرہ دیا، جانی جہاد بھی کیا، میدانِ بدر میں تم پہنچے۔ اور پھر تم نے قلبی جہاد بھی کیا۔ اور قلبی جہاد سب سے بڑا جہاد ہوتا ہے۔ فرمایا۔ اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ، جب تم مدد مانگ رہے تھے اپنے رب سے، جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے کہ اے رب العالمین! ہم نے تیرا حکم مان لیا، مکّے کو چھوڑا مدینے آگئے، اب مدینے کو چھوڑا، میدانِ بدر میں آگئے، سالارِ قافلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ ہیں، یا اللہ! ہم یہی تو مٹھی بھر مسلمان ہیں، ۳۱۳ یا کچھ کم و بیش ہیں، اللہ! تو ہماری مدد کر۔ اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، تم اپنے رب سے مدد طلب کر رہے تھے پھر کیا ہوا؟ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ، پس فوراً اللہ نے تمہاری دعا کو قبول کیا۔ فوراً۔۔۔ دیر نہیں لگی۔ امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) چند انسانوں کی دعائیں فوراً قبول ہوتی ہیں۔ ایک مجاہد کی دعا، جو میدانِ جنگ میں کی جائے، بیمار کی دعا، بیمار جو دعا کسی کے لئے کرے، ماں باپ کی دعا،

بارش کے وقت، یہ دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ تو فرمایا کہ حبیب تم نے مجھ سے بدر کے میدان میں دعا مانگی، مدد طلب کی، تو پھر میں نے کیا کیا؟ فاستجاب لکم۔ پس فوراً اللہ نے تمہاری دعا کو قبول کر لیا۔ سیرت کی کتابوں میں موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ساری رات اللہ سے دعائیں مانگتے رہے، بدر کا میدان تھا، رمضان المبارک کی چودہ تاریخ تھی اور کافروں کے کیمپ میں شراب اور کباب اڑ رہے تھے، گانے بجانے ہو رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے یہ سامنے جو بیٹھے ہیں مٹھی بھر، ہم کل ان کو بتا دیں گے لیکن اللہ کا نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ ساری رات اللہ کے سامنے گڑگڑاتے رہے کہ اے رب العالمین! ہم تو آ گئے لیکن اب آئندہ تیرا ہے سب کچھ۔ اب بھی تیرا ہے، آئندہ بھی تو جو فیصلہ کرے گا وہ مفید ہو گا، ہمارے حق میں فیصلہ فرما، اسلام کو غلبہ نصیب کر۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات کھڑے رہے مسلم میں موجود ہے اور میرا خیال ہے بخاری میں بھی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، ایک پودا ہے بدر کے میدان میں، اس پودے کے نیچے کھڑے ہیں، دعا اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں اور اس حد تک امام الانبیاء تضرع اور زاری کے ساتھ اپنے خدا سے باتیں کر رہے ہیں کہ جو چادر مبارک تھی حضور کے شانۂ مقدس پر، وہ سرک گئی۔ ابوبکر صدیق تشریف لائے، حاضر خدمت ہو کر عرض کی: "اے اللہ کے نبی! بس کیجئے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس میدان میں کبھی بھی ذلیل نہیں کرے گا۔ لیکن آپ چھوڑیں، اللہ تعالیٰ

ہمیں فتح دیں گے۔ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ۔ اللہ نے تمہاری دعاؤں کو قبول کیا اور یہ پیر جو حضورؐ کی دعا ہے وہ بھی تاریخ کی کتابوں اور سیرت کی کتابوں میں ہے کہ حضورؐ نے پھر اللہ تعالیٰ سے جو ناز کی اور نیاز کی باتیں کیں، عرض کی اے میرے اللہ! اے میرے مالک حقیقی! یہ چند بوا فراد ہیں، اس وقت دنیا میں تیرا نام لینے والے یہی ہیں۔ اے اللہ! اگر یہ ہلاک ہو گئے تو پھر یا اللہ شاید تیری اس زمین میں عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اللہ نے فوراً تمہاری دعاؤں کو قبول کیا۔ کیا فرماتے ہوئے؟ اَنِّیْ بے شک میں (تاکید کا لفظ ہے) مُمِدُّكُمْ ابھی تمہاری امداد کرنے والا ہوں (اسم فاعل کا صیغہ ہے، مضارع نہیں ہے کہ آئندہ کروں گا)، اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ میں اسی وقت تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ۔ مُرْدِفِیْنَ جو لگاتار آنے والے ہیں۔ گھبراؤ نہیں، میرے پاس بڑی طاقتیں ہیں۔ میں جو چاہوں تو باز کو چڑیا سے مروا دوں، میں چاہوں تو نمرود کی ناک میں مچھر پھنسا دوں اور وہ اس سے مر جائے۔ میں چاہوں تو معمولی معمولی طاقتوں سے بڑی بڑی طاقتوں کو گرا دوں۔ میں چاہوں تو عرم کے سیل کو، اس بند کو، اس ڈیم کو ایک چوہے سے برباد کر ڈالوں۔ میرے پاس بڑی طاقتیں ہیں، بڑی قوتیں ہیں۔ اس لئے تم دیکھو کہ میں ابھی تمہاری مدد کے لئے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔ مُرْدِفِیْنَ جو لگاتار آئیں گے۔ چنانچہ فرشتے نازل ہوئے۔

میرے بزرگو! چھوٹی سی بات یہ عرض کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں سے بعض

ہمارے دوستوں نے (اللہ ان کو بھی ہدایت نصیب فرمائے) قرآن کے ساتھ کھیلنا شروع کیا ہوا ہے۔ جو بات ان کی عقل میں نہ آئے بس قرآن کی نفی کر دیتے ہیں۔ اس کو نہیں مانتے، اور قرآن کی کھینچا تانی کرتے ہیں۔ پچھلے دنوں میں قرآن کی ایک تفسیر پڑھ رہا تھا جس کو میں اپنی کتاب "معارف القرآن" میں نقل کر رہا ہوں۔ دیکھئے باتیں سمجھا کیجئے، قرآن میں صاف آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے معجزات نقل فرمائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے کیا کیا معجزات تھے؟ إِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ــــ اور ایک مقام پر فرمایا تُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ــــ کہ اے مسیح ابن مریم تُو اپنے ہاتھوں سے مٹی کے پرندے بناتا تھا میرے حکم سے (بِإِذْنِي میں حکم دیتا تھا نبیوں کے کھیلنے کے لئے تو نہیں آتا) یعنی میں حکم دیتا تھا تب تو نے مٹی کے پرندے بنائے، اور پھر میں نے تمہیں حکم دیا کہ تم ان مٹی کے پرندوں میں پھونک مارو، فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وہ پرندے میرے حکم سے پھر اڑنے لگے ــــ اور تو نے مادرزاد اندھوں کی آنکھوں پہ ہاتھ پھیرا اور میرے حکم سے دیکھنے لگے۔ اور تو نے کوڑھیوں کے بدن پہ ہاتھ پھیرا تو وہ میرے حکم سے چنگے ہو گئے تندرست ہو گئے ــــ اس کی "تفسیر" میں "مفسر صاحب" لکھتے ہیں کہ اصل میں بات یہ نہیں ہوئی، بات یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام جس طرح کہ بچے کھیلتے ہیں، بچپن میں کھیلا کرتے تھے مٹی کے پرندے بناتے تھے اور ان کا یہ خیال تھا کہ اڑنے لگ جائیں گے ــــ قرآن کیا فرماتا ہے اور یہ کیا ہانک رہا ہے؟ ــــ دنیا میں اس وقت

سب سے بڑی نعمت کتاب قرآن مجید ہے جس کی مرضی ہے اس کو جدھر چاہے کھینچ کر لے جائے، حالانکہ یاد رکھئے، جو لوگ قرآن مجید کے ساتھ کھیلو کرتے ہیں اللہ کی کلام کو موڑنے کی کوشش کرتے ہیں، قرآن دیکھ لیجئے کیا فرماتا ہے ؟ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝ فرمایا ان کا یہ فعل بھی جہنمی اور اس سے جو پیسے کماتے ہیں وہ بھی جہنم کی دولت ہے اور ان کے یہ ارادے کبھی نپٹ نہیں سکتے۔ قرآن مجید تو مُهَيْمِن ہے۔ لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ۔ اللہ فرماتے ہیں اس پر حملہ نہیں کر سکتا باطل نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ قرآن ہمیشہ محفوظ رہے گا وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ بدبخت ہیں وہ لوگ جو اپنے آپ کو جہنمی بنا لیتے ہیں، قرآن مجید کو اپنی عقل کے مطابق ناپتے ہیں۔ میرا آپ کا عقل کیا ہے ؟ ہم آپ کیا سمجھ سکتے ہیں ؟ ابھی میں نے آپ کے سامنے وہ روسی کی بات عرض کی۔ کیا روس میں ایسا کوئی سامان نہیں تھا، کوئی ایسے آلے نہیں تھے جو بتا دیتے کہ بھائی جس کو تم نے اوپر بھیجا ہے وہ تو نیچے راکھ ہو کر آئے گا ؟ نہیں پتہ چل سکا۔ کہاں کہاں کی باتیں بتاتے ہیں، ایسا نہیں بتا سکے : ناسخ کہاں چلا گیا تھا، ناسخ پر فالج گر گیا تھا۔ عجیب مصیبت ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی مصیبتوں سے بچائے۔

تو یہاں بھی فرشتے نازل ہوئے۔ انہی "مفسر صاحب" نے لکھا ہے کہ فرشتے ورشتے کوئی نہیں آئے تھے، خدا نے ویسے ہی مسلمانوں کے دلوں کو خوش

کہا تھا۔ فرشتے کہاں آتے ہیں؟ ہیں کہاں فرشتے؟ پتہ چل جائے گا کہ ہیں کہ نہیں۔
جب تم چارپائی پر لیٹے پڑے ہو گے تو ایک فرشتہ آئے گا جو تیرے منہ پہ تھپڑ
مارے گا۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا
عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ (مسلمانوں کو برے خاتمے سے اللہ تعالیٰ بچائے اور دین کی سمجھ
نصیب فرمائے) تو الفاظ دیکھ لیجئے قرآن شریف کے، میں اس پر عرض کر رہا تھا
فَاسْتَجَابَ لَكُمْ۔ دیکھئے اگر آپ میں سے کوئی دوست عربی پڑھا ہے تو غور
فرمائیے۔ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ۔ جب تم نے فریاد کی اپنے رب سے،
جب تم نے مدد مانگی اپنے رب سے۔ تو پھر کیا ہوا؟ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اللہ نے
تمہاری فریاد کو قبول کیا اور اس کے جواب میں کیا فرمایا؟ (فَاسْتَجَابَ جواب سے
مشتق ہے)۔ اس کے جواب میں کیا فرمایا؟ اَنِّیْ بے شک میں۔ اَنَّ
اور اِنَّ تاکید کا کلمہ ہوتا ہے۔ اور تاکید تب ہی آتی ہے جب مخاطب کو زیادہ یقین
دلایا جائے۔ کہ اے مسلمانو! مت گھبراؤ۔ اَنِّیْ۔ بے شک میں۔ مُمِدُّكُمْ
پھر اسم فاعل کا صیغہ لائے۔ جہاں پر فعل مضارع لانا چاہیئے اسم فاعل لے آئے
تاکہ اور یقین پیدا ہو جائے اگر يُمِدُّ ہوتا تو مطلب یہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری
مدد کرے گا (استقبال کے لئے بھی آتا ہے، فعل مضارع حال کے لئے بھی
آتا ہے۔ اسم فاعل تو ہوتا ہی حال کے لئے ہے) اَنِّیْ بے شک میں مُمِدُّكُمْ
تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔ دیکھیئے الفاظ پر غور فرمائیے، اللہ تعالیٰ قرآن سمجھنے کی
توفیق عطا فرمائے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اَنَّ اللّٰهَ اللہ تمہاری مدد کرے گا ——
اَنِّیْ —— فرمایا میں خود —— میں اللہ ہی ہوں —— جواب دینے والے تو اللہ تعالیٰ

ہی ہیں ناجی! اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ۔ بے شک میں خود تمہاری مدد بھی کرنے والا ہوں بِاَلْفٍ۔ ایک ہزار کے ساتھ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ o ان فرشتوں کے ساتھ جو لگاتار آنے والے ہیں۔ تو بتایئے کہ یہ ویسے مذاق کیا اللہ تعالیٰ نے کہ بھیجے ہوں گے فرشتے؟ جو یہ کہتا ہے کہ ویسے دل لگی کی تھی ہی فرشتے کہاں ہیں، تو وہ قرآن کو جھٹلا رہا ہے یا نہیں جھٹلا رہا؟ اور جو قرآن کو جھٹلائے وہ مسلمان رہتا ہے؟ وہ تو پھر قصہ ختم ہو جاتا ہے۔ فرشتے نازل ہوئے۔ جو لوگ کہتے ہیں ہم حدیث کو نہیں مانتے، قرآن کہتا ہے نازل ہوئے۔ حدیث نے پھر اس کی شرح کی، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ پانچ سو فرشتوں کے ساتھ جبریل امین تھے جن کی قیادت کی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ اور پانچ سو فرشتوں کے ساتھ میکائیل تھے جن کی قیادت کی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ اور میدان بدر میں فرشتے بھی لڑے۔ اور ہمارا یہ مسئلہ ہے ہم عقائد اور علم کلام کا کہ فرشتے احزاب میں بھی نازل ہوئے۔ فرشتے حنین میں بھی نازل ہوئے۔ فرشتے احد کے میدان میں بھی نازل ہوئے اور فرشتے ہر جگہ نازل ہوئے لیکن جو لڑے ہیں فرشتے وہ بدر کے میدان میں لڑے ہیں کیونکہ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی تو اللہ نے فرمایا کہ جاؤ کہ ذرا لڑو۔ فرشتے پھر میدان بدر میں لڑے۔ تفصیل آپ دیکھ لیں۔ سیرت النبی آپ پڑھیں، شبلی کی پڑھیں اور سیرتیں پڑھیں۔ "رحمۃ للعالمین" پڑھیں قاضی محمد سلیمان منصورپوری کی۔ ان لوگوں نے اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو جمع کر کے ہم جیسے گنہگاروں

پر بڑا احسان فرمایا۔ حضورؐ کی سیرت کی کتابیں پڑھا کریں، دیکھا کریں ان میں کیا کیا مقامات ہیں نبوت کے، کیا کیا مقامات ہیں رسالت کے، اور کیا کیا مقامات ہیں صحابہ کے۔

تو اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ہزار فرشتے بھیج دیئے اور وہ فرشتے میدانِ بدر میں پہنچے۔ فرشتوں کو صحابہ نے دیکھا، شکلیں دیکھیں، صحابہ نے فرشتوں کی گھوڑوں کو دیکھا، آوازوں کو سنا۔ حدیث میں سب تفصیلات موجود ہیں۔

آگے اللہ فرماتے ہیں دیکھو مسلمانو! یہ جو کچھ میں نے کیا، صرف تمہیں خوش کرنے کے لئے کیا، اگر میں چاہتا تو ویسے بھی تمہاری مدد کر دیتا۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ۔ اور نہیں بنایا اس بات کو (فرشتوں کے نزول کو) اللہ تعالیٰ نے۔ اِلَّا بُشْرٰى۔ مگر خوشخبری۔ بشارت دی میں نے تم کو کہ میں ابھی فرشتے بھیج رہا ہوں۔ تو بھائی جب اللہ نے بشارت دی تو پھر بشارت کو پورا نہیں کیا ہوگا؟ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ اللہ تو اپنے وعدے کی مخالفت نہیں کرتے۔ جب اللہ نے بشارت دی تو فرشتے بھیجے نا! وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اور نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نزول کو۔ اِلَّا بُشْرٰى۔ مگر خوشخبری وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ۔ اور تاکہ اطمینان پکڑلیں فرشتوں کے نازل ہونے پر تمہارے دل۔ تمہارے دلوں کو اطمینان ہو جائے، آخر تم انسان ہو اور اطمینانِ قلب حاصل کرنے کے لئے محنت کرنا، اللہ سے دعا مانگنا، اللہ سے سوال کرنا، یہ کوئی جرم کی بات نہیں ہے۔ کیا قرآن شریف میں نہیں آتا؟

تیسرے پارے میں نہیں گزر چکا ؟ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ اے اللہ! مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ اللہ نے فرمایا کیا ابھی تک تو اس بات پر یقین نہیں لایا ؟ قَالَ بَلٰى ۔ کیوں نہیں! یقین تو لایا اللہ! یعنی ابراہیم خلیل اللہ نے کہا یقین یقیناً لایا۔ وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ ؕ میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے اور مزید تقویت حاصل ہو جائے، میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لوں اور چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ آسمان اور ملکوت کی سیر کرائی اور خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو شب معراج سیر کرائی وہ کس لئے؟ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ تاکہ وہ اپنی آیتوں کو، اپنی نشانیوں کو محمد رسول اللہ کے سامنے، ان نظروں کے سامنے حضور مشاہدہ فرمالیں۔

تو فرمایا وَ لِتَطْمَىٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ؕ اور میں نے تمہیں یہ جو مدد بھیجی ایک ہزار فرشتوں کی پہلے مدد بھیجی، پھر اس کے بعد میں نے ان کی تعداد تین ہزار کر دی، پھر تعداد پانچ ہزار کر دی، آگے آتی ہے تفصیل ۔ یعنی میدان بدر میں پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے مسلمانوں کی مدد کے لئے ۔ پہلے ایک ہزار تھے پھر تین ہزار بن گئے، پھر پانچ ہزار بن گئے ۔ مسلمانوں کی امداد کی۔

آگے قاعدہ بیان فرمایا کہ دیکھو فتح دینے والا تو میں ہوں، تمہارا اس پر یقین ہے اس لئے میں اگر فرشتے نازل نہ بھی کرتا تب بھی میں تمہیں فتح دے سکتا تھا

لیکن اس سے تمہارے دلوں میں یقین پیدا ہوا۔ اس سے تمہارے دلوں میں اطمینان پیدا ہوا۔ اس لئے میرے بزرگو! عالم اسباب میں سبب اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا لیکن ساتھ ہی یہ فرمایا کہ سبب مؤثر نہیں ہے مؤثر میری ذات ہے۔ میں اس پر ہمیشہ اپنے درسوں میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ مسلمان کو سبب اختیار کرنے کا حکم یقیناً اللہ تعالیٰ نے دیا لیکن سبب مؤثر ہو؛ یہ نہیں ہے۔ اگر سبب میں اللہ تعالیٰ تاثیر نہ پیدا کرے تو اسے قدرت ہے، پیدا کرے تو اسے قدرت ہے۔ سبب اختیار کرنے کا حکم ضرور فرمایا تا کہ انسان عالم اسباب میں بھی اپنے آپ کو بہرہ ور سمجھ سکے۔

تو فرمایا: وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط اور یاد رکھو مدد نہیں ہوا کرتی مگر اللہ ہی کی طرف سے فرشتے ہیں۔ دیکھئے بڑا عجیب نکتہ بیان فرمایا۔ فرشتے آئیں تب بھی مدد دینے والا کون؟ اللہ تعالیٰ۔ فرشتے نہ ہوں تب بھی مدد دینے والا کون؟ اللہ تعالیٰ۔ تمہیں اس بات پر یقین رکھنا چاہئے کہ دونوں صورتوں میں فتح اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے لیکن یہ ہوتا ہے کبھی کبھی عالم اسباب کو بھی لے آتا ہے تاکہ تم عالم اسباب میں سبب کو اختیار کرو۔ دونوں صورتوں میں فتح دینے والا میں۔

ایک پیر صاحب تھے۔ ان کے مرید نے عرض کیا کہ حضرت کبھی آپ مجھے جنت کی سیر تو کرائیں۔ فرمایا جنت کی سیر کیوں کرنا ہے؟ (مریدوں کی بھی مختلف قسمیں ہوتی ہیں) اس نے کہا جی جنت کی مجھے سیر کرائیں۔ فرمایا بہت اچھا۔ میں تو یہ نہیں کر سکتا، فلاں جگہ چلا جا، فلاں پیر صاحب ہیں ان سے میرا سلام کہنا

اور اُن سے کہنا کہ تمہیں وہ جنت دکھا دیں، ہو سکتا ہے۔ اس دنیا میں بلالؓ گئے جنت میں۔ اور لوگ بھی جاتے رہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ چاہیں، ہمارا اس پر ایمان ہے، یہ کوئی اتنی مشکل سی باتیں نہیں ہوتیں۔ چونکہ ہم کثیف ہیں، گنہگار ہیں، خطاکار ہیں اس لئے بات ذہن میں نہیں آتی ورنہ بلال جنت میں تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام اپنی زندگی میں جنتوں میں پہنچے، چلے پھرے، جنت بھی آخر اس جہان کا ایک حصہ ہی ہے بھائی، اس کائنات میں موجود ہے۔ ہے برزخ، پردہ ہے، لیکن ہے۔ قبر میں بھی تو برزخ ہی ہے نا، پردہ ہے، اندر تو کچھ ہو رہا ہے۔ تو جب جائیں گے تب پتہ چلے گا کہ ہوتا ہے یا نہیں ہوتا (اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یقین کامل نصیب فرمائے) تو کہا کہ فلاں پیر صاحب کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دینا کہ وہ آپ کو جنت کی سیر کرائیں۔ میرے دوست یہاں پہ آخر بزرگ کچھ بیٹھے ہوں گے، مہاجر بھائی، ان کو پتہ ہوگا دہلی میں ایک گزرے ہیں سید صاحب "رسول نما" ان کا لقب تھا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیتے تھے۔ رسول نما لقب تھا۔ ابھی فوت ہوئے ہیں تھوڑا زمانہ ہوتا ہے۔ ہمارے زمانے میں موجود تھے (اللہ ان کی قبر کو پُرنور فرمائے سب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ جنت نصیب فرمائے) تو وہ گئے۔ ان کے پاس پہنچے جی میرے حضرت صاحب نے مجھے بھیجا ہے اور یہ درخواست کی ہے کہ آپ مجھے جنت کی سیر کرائیں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ اس کو اپنے شانے پہ بٹھایا اور کہا کہ دیکھو یہ پڑھو، یوں کرو، یوں کرو، خیر وہ جنت کا مشاہدہ ہو گیا۔ جب مشاہدہ ہونے کے بعد اس کو شانوں سے نیچے اتارا اور بٹھایا تو کہا دیکھو بھائی

تیرا پیر کامل ہے کہیں کامل ہوں؟ اس نے کہا جی میرا پیر کامل ہے" ارے تیرا پیر کیسے کامل ہے؟ جنت کی سیر میں نے کرائی اور پیر کامل تیرا ہو گیا؟ اس نے کہا جی میرا پیر بھی جنت کی سیر کرا سکتا تھا لیکن اس کا خیال یہ تھا کہ میں آپ کے شانے پر چڑھ کر جنت دیکھوں۔ مجھے سیر تو اپنے پیر نے کرائی لیکن آپ کے شانے پر بیٹھا کر کرائی۔

ایمان، ایقان، یقین۔ اللہ فرماتے ہیں اے مسلمانو! عالم اسباب پر بھروسہ نہ کرو۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ط مدد تو ہمیشہ اللہ ہی کرتا ہے۔ سامان جنگ ہو، پھر بھی مدد اللہ تعالیٰ ہی کرنے والا۔ سامان جنگ نہ ہو، تب بھی مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ۔ روٹی ہو تب بھی سیر کرانے والا اللہ تعالیٰ، روٹی نہ ہو، تب بھی پیٹ بھرنے والا اللہ تعالیٰ۔ کسی کا پیٹ جناب منوں روٹی کھانے سے بھی نہیں بھرتا اور آج کل جو ہمارا حال ہے، ہمارا تو بھرتا ہی نہیں ہے۔ کسی کا پیٹ منوں روٹی کھانے سے بھی نہیں بھرتا اور کسی کا پیٹ ایک لقمہ کھائے بغیر بھی بھر جاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ ___ میں اپنے رب کے ہاں رات گذارتا ہوں، کبھی اللہ تعالیٰ مجھے کھانا بھی کھلاتے ہیں، پانی بھی پلاتے ہیں۔ اللہ کے ذکر سے بھی پیٹ بھر جاتے ہیں۔ بھرا کرتے تھے پہلے۔ بسم اللہ پڑھنے کے بعد تھوڑی سی روٹی کافی ہو گئی طَعَامُ الْوَاحِدِ یَکْفِی لِلْاِثْنَیْنِ وَطَعَامُ الْاِثْنَیْنِ یَکْفِی لِلثَّلَاثَۃِ ایک کی روٹی دو کھا گئے، دو کی روٹی تین کھا گئے، اللہ کے ذکر سے برکت پیدا ہو گئی آج ہم جناب ایک ہوتے ہیں کتنے ڈونگے خالی کر جاتے ہیں پھر بھی پیٹ نہیں بھرتا

(اللہ مسلمانوں کو ایسی بیماریوں سے بچائے)

تو ارشاد فرمایا کہ مدد میری طرف سے ہوتی ہے۔ سبب ہو تب بھی مدد میں کرتا ہوں، سبب نہ ہو تب بھی مدد میں کرتا ہوں، مومن کو ہمیشہ مجھ پر یقین رکھنا چاہیئے۔ عالم اسباب میں سبب پیدا کرے لیکن بھروسہ صرف میری ذات پہ رکھے کیوں؟ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے اور بڑی حکمت والا ہے۔ عَزِيزٌ کا معنی غالب ہیں اپنے پہلے کسی درس میں عرض کر چکا ہوں تو اعلاء وخفو البلاء کے ماتحت کہ جہاں سورتوں کے آخر میں، آیتوں کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے جو اسمائے الٰہیہ آتے ہیں ان میں حکمت ہوتی ہے۔ اس کا تعلق تمت کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ بلکہ فرمایا إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ اللہ تعالیٰ غالب ہے جو چیز کرنی چاہیئے کر لیتا ہے کوئی مانے نہ مانے، سبب ہو نہ ہو وہ کر لیتا ہے لیکن وہ کرتا ویسے نہیں ہے حَكِيمٌ وہ بڑی حکمت والا ہے۔ اُس کے کرنے میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔ تو بدر کے میدان میں تمہیں اللہ تعالیٰ لے آیا، یہ حکمت تھی۔ مشرکین مکہ کے قافلے کو بچا کے تم سے لے گیا، اس میں حکمت تھی۔ اور تمہارا مقابلہ بڑی طاقت کے ساتھ کرا دیا اس میں بھی حکمت تھی۔ تم کو فتح نصیب کر دی، اس میں حکمت تھی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی عزیزیت بھی اجاگر ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی حکمت بھی اجاگر ہوئی۔

آج سورت انفال کا یہ رکوع ختم ہو چکا ہے انشاء اللہ زندگی رہی تو آئندہ مئی کے مہینے میں سورت توبہ کا پہلا رکوع ہو گا وہ بھی جہاد ہی کے متعلق ہے خلاصہ سورت انفال کا یہ نکلا، میں عرض کر دوں دو لفظوں میں کہ اللہ تعالیٰ نے

مسلمانوں کو اس رکوع میں اور اسی مناسبت سے اس سورت میں جو باتیں ارشاد فرمائیں میرے بزرگو! وہ تین چیزیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ عالم اسباب میں سبب پیدا کیجئے۔ سبب کے بغیر زندگی نہیں گذر سکتی۔ یہ پہلی چیز بیان فرمائی۔ اور سبب وہ کیا بنایا؟ مکے سے نکالا، مدینے پہنچایا۔ مدینے سے نکالا، بدر کے میدان میں پہنچایا اور دوسری بات یہ ارشاد فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس مال غنیمت میں سے تم کیا کرو؟ یہ مال غنیمت سارا پھر تم خود کھا لو؟ نہیں۔ فرمایا کہ یہ بات غلط ہے۔ آگے آتا ہے دسویں پارے میں۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ اللہ فرماتے ہیں او مسلمانو! بات سن لو۔ جو تمہیں غنیمت کا مال ملے، کوئی کا مال ملے۔ کوئی کیا کی تم نے؟ اپنی جان تم نے میدان جنگ میں پیش کر دی۔ اگر تم مارے جاتے تمہاری جان ختم ہو جاتی، تمہاری ساری دنیاوی خوشیاں ختم ہو جاتیں۔ لیکن جو مال تم نے غنیمت کا حاصل کیا ہے، وہ صرف تمہارا نہیں ہے اَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔

اس مال میں یتیموں کا حق، اس مال میں مسکینوں کا حق، اس مال میں مسافروں کا حق ہے۔ کس مال میں؟ جو مال جان پر کھیل کر کمایا۔ اور جو مال ہم نے کمایا دفتر میں بیٹھ کر، بجلی کے پنکھے کے نیچے، ایرکنڈیشنر لگا ہے، ہیٹر لگا ہے، پتہ نہیں کیا کیا لگا ہوتا ہے اور ہم وہاں جو پیسے کماتے ہیں وہ مال پھر ہمارا ہی ہوگا؟ اس میں یتیموں کا حق نہیں ہوگا؟ اس میں مسکینوں کا حق نہیں ہوگا؟ اس میں ابن السبیل کا حق

نہیں ہوگا؟ آج جو ہمارے بھائی فصل کاٹ رہے ہیں، غلہ کمائیں گے، اللہ فرماتے ہیں تو مجھے بتا ءَ اَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ۝ تُو نے یہ زمین سے کھیتی کو نکالا یا میں نے نکالا؟ یہ مٹی میں قوت میں نے پیدا کی یا تُو نے پیدا کی؟ کہ تو پھر درانتی کے ساتھ اسے کاٹتا ہے اور اپنی بوریاں بھر کر گھر لے جاتا ہے اور پھر کوئی گندم مانگنے کے لئے آئے تو کہتا ہے چالیس روپے من لینی ہے تو لے لو ورنہ میں نہیں دیتا۔ تیرا ہے یہ غلہ؟ پتہ چل جائے گا قیامت کے دن۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحْتَكِرَ غلے کو روکنے والے پر خدا کی لعنت ہے۔

حضور پاک فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ صبح کے وقت فرشتہ ندا کرتا ہے روزانہ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔ روزانہ یہ اعلان ہوتا ہے یہ سرکلر جاری ہوتا ہے آسمانی حکومت سے اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا۔ اے اللہ! جو تیرے نام پر دینے والا ہے اس کو اور بھی دے وَ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا اور جو مکھی چوس ہے، اللہ! اس کے مال کو تلف کر دے۔ یہ روزانہ اعلان ہوتا ہے۔ تو میرے بزرگو! جب ہم مال غنیمت خود نہیں ہضم کر سکتے تو اپنی کمائیوں کو جو گرمیوں سردیوں میں آرام و عیش کے ساتھ ہم کھاتے ہیں کیا یہ سب ہمارا حق ہے؟ اللہ کے نبی ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ آدمی مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھانا کھائے وَجَارُهٗ جَائِعٌ۔ اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ آج جس بھوک کے شکار ہم ہو رہے ہیں یہ ہماری اپنی پیدا کردہ ہے۔ اگر ہم مسلمانوں کے دلوں میں رقت، انسانیت، ہمدردی پیدا ہو جائے تو یہ مصنوعی بھوک جو ہم نے بنا رکھی ہے، دور ہو سکتی ہے۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ مجھ سے آپ سب سے راضی ہو۔ آمین۔

ساتواں درس قرآن مجید!

منعقدہ صفر ۱۳۸۷ھ مئی ۱۹۶۷ء

اس درس میں مندرجہ ذیل دینی اور علمی فوائد ذکر ہوئے ہیں

۱:۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کا رخ قرآن کیطرف پھیرا

۲:۔ قبولیت ارضی فانی اور قبولیت سماوی باقی۔

۳:۔ تلقین بیعت کا طریقہ اور فائدہ۔

۴:۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت۔

۵:۔ سورۃ براءت جلالی ہے۔

۶:۔ بدعت اور سنت کا واضح فرق۔

۷:۔ اسلام کا غلبہ جلال سے ہے۔

۸:۔ سراپا جمال کے نقصانات۔

۹:۔ بری عقل کے نتائج بد۔

۱۰:۔ شرک کی قباحت۔

واللہ الموفق

سورۃ التوبۃ پارہ ۱۰

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ
مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ○ وَ
اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ
اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْۤءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ
تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ
غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ
اَلِيْمٍ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ
شَيْــًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ
اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ
الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ
وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ
تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ

إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○

میرے بھائیو اور میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان اور شکر ہے کہ آج اس نے پھر ہمیں ایک دفعہ مل کر بیٹھنے کی اور قرآن مجید سننے کی اور سنانے کی توفیق عطا فرمائی اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے محترم بھائیو دوستو اور بزرگو ہمیشہ قرآن مجید کے اس درس میں فضائل قرآن مجید کے متعلق کچھ تھوڑا سا عرض کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے دل میں اس سے زیادہ قرآن کریم کے سننے اور سنانے کا شوق پیدا ہو۔ مسلمان کی ساری بیماریوں کا علاج اور سارے دکھوں کا علاج قرآن کریم کا سننا قرآن کریم کا سنانا اور قرآن کریم پر عمل کرنا اور قرآن کریم کے ساتھ لگاؤ پیدا کرنا ہے۔ اگر مسلمان مہینے میں ایک دن بھی ایک گھنٹہ، جیسے یہاں درس قرآن ہوتا ہے۔ اگرچہ میں تو گنہگار آدمی ہوں۔ کوئی نیک آدمی درس قرآن دے اور اس کو سننے والے صمیم قلب کے ساتھ سنیں تو یہ یقین رکھ لینا چاہیئے کہ اس ایک گھنٹے کے درس قرآن کریم سے بھی بہت بڑی روحانی برکات، ثمرات اور اجر حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھنے کا بھی

حکم دیا اور قرآن سننے کا بھی حکم دیا آپ نے قرآن کی تلاوت خود فرمائی دنیا کو قرآن مجید سنایا۔ صحابہ کو سنایا۔ غیر مسلموں کو سنایا قرآن مجید میں اس سے متعلق حکم موجود ہے :۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ ؕ (عنکبوت ۴۵) یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ (جمعہ ۲) وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ (النمل ۹۲) یہ ساری آیات قرآنیہ ہیں اور ساتھ ہی میرے بھائیو! نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن سنا بھی ہے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ تو قرآن کریم پڑھ تاکہ میں قرآن سنوں آپ سے عرض بھی کیا کہ اللہ کے نبی میں قرآن پڑھوں اور آپؐ کے سامنے؟ آپؐ پر تو قرآن نازل ہوتا ہے آپؐ تو قرآن کریم کے عملی طور پہ مجسم نمونہ ہیں تو میں آپؐ کے سامنے قرآن پڑھوں؟ فرمایا کہ ہاں میں یہ چاہتا ہوں کہ میں قرآن کو دوسرے کے منہ سے سنوں تو عبداللہ ابن مسعودؓ نے سورت نساء کی آیتیں پڑھیں جس کا ذکر بخاری اور دوسری حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے میرے بزرگو! اور میرے بھائیو کہ قرآن مجید مسلمانوں کی جس دین کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس دین کو سمجھانے اور سمجھنے کے لیے ایک فکر کا پیدا کرنا ضروری ہے اور وہ فکر سب سے

بڑا فکر یہ ہونا چاہیئے کہ مسلمان قرآن کی طرف آجائیں آج اگر دنیا بھر کے مسلمان قرآن مجید کی طرف لوٹ آئیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے اخلاقی معاشی معاشرتی۔ اور دوسرے مسائل بہ احسن الوجوہ حل نہ ہوسکیں یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی تربیت کو مادیت سے ہٹا کر روحانیت پر لگانے کی کوشش کی۔

اگرچہ مادیت بھی مسلمان کے لیئے استعمال کرنا شرعاً کوئی ممنوع نہیں ہے لیکن اعتماد کس چیز پہ ہو مسلمان کا؟ روحانیت پر۔ اور روحانیت کا مرکز کیا چیز ہے؟ قرآن ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر مقدس ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعلق آتا ہے۔ آپؓ دربار نبوت میں حاضر ہوئیں کہ اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیک وسلم) میں گھر کا سارا کام خود کرتی ہوں چکی خود پیستی ہوں پانی خود لاتی ہوں۔ بچوں کو خود کھلاتی ہوں اور ان سب کاموں میں میں خود کفالت نہیں کر سکتی۔ آپؐ کے پاس غلام وغیرہ آتے ہیں لونڈیاں آتی ہیں۔ آپؐ مجھے بھی عطا فرمائیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کا فکر مادیت سے بدل کر روحانیت کی طرف متوجہ کیا۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں تجھے ایک ایسی بات بتا دوں جو ان سب چیزوں سے زیادہ بہتر ہے رات کو سوتے وقت ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

پڑھ لیا کرو اور ۳۴ دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرو۔ یہ تیرے لئے سب سے بڑی نعمت ہے۔

تو اس ذکر میں امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر کا جو فکر بدلا وہ یہی بدلا کر اسے میری بچی! تیرا اعتماد بجائے اسکے کہ غلاموں پہ ہو لونڈیوں پہ ہو دنیا وی ساز و سامان پہ ہو۔ تیرا اعتماد اللہ کے نام پر ہو مقصد تو یہ ہے۔

اسی طرح امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نوجوان آتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی! میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) کہ تیرے پاس حق مہر دینے کے لئے کچھ ہے؟ عرض کرتے ہیں کہ میرے پاس حق مہر دینے کے لئے کچھ نہیں ہے اب دیکھئے حق مہر تو مال ہو گا۔ مادیت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تیرے پاس قرآن مجید کچھ ہے؟ : قَالَ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْئٌ (بخاری) قرآن تجھے کچھ آتا ہے؟ عرض کیا۔ ہاں حضور! مجھے تو قرآن کی فلاں فلاں سورۃ آتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنی بیوی کا حق مہر قرآن کی تعلیم مقرر کر دے اس مہر کے بدلے میں اس سے نکاح کر لے (میں یہاں پر فقہی بحث نہیں کرتا کہ فقہا نے اس سے کیا مسائل استنباط کئے ہیں۔ میں صرف

یہ عرض کر رہا تھا۔ طالب علمانہ حیثیت سے کہ حدیثوں میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ہمیں رہنمائی کے لیئے کافی مسائل ملتے ہیں) کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ میری امت کا مطمح نظر صرف مادیت نہ ہو۔ حضور نے فرمایا کہ اپنی بیوی کا حق مہر کیا مقرر کر دے؟ قرآن کی تعلیم۔ اس کے ساتھ نکاح کر لے اور اس کو تو قرآن پڑھا۔

بات تو ٹھیک ہے کہ بیوی قرآن پڑھ لے گی تو قرآن کریم کی ایک آیت اگر سمجھ جائے مسلمان مرد یا مسلمان عورت۔ تو میرے بزرگو! دنیا ومافیہا سے بہتر ہے اگر کسی بچی کا دس لاکھ حق مہر مقرر ہو تو میرے خیال میں دنیاوی حیثیت سے اسے بہت فائدہ ہوگا لیکن اگر وہ قرآن مجید کا ایک حرف نہیں جانتی تو وہ دس لاکھ اس کے لیئے دنیا میں شاید کچھ فائدہ دے جائے عارضی طور پہ لیکن قبر اور قیامت تو بھائی ان دس لاکھوں سے منور نہیں ہوتی۔ قبر اور قیامت تو منور ہوتی ہے اللہ کے ذکر کے ساتھ کلام مجید کے ساتھ۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نکاح کے مسئلے میں فرماتے ہیں۔ فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تو اپنے نکاح کے لیئے اس کو منتخب کر جس میں دین ہو۔

تو عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام نے۔ قرآن مجید نے مسلمان کو جو تعلیم دی، اس تعلیم کا جوہر یہ

گہ مسلمان کا اعتقاد، مسلمان کا مطمح نظر، مسلمان کا مرکز قرآنی تعلیمات ہوں تو اس مرکز کو قائم رکھنے کے لیے کبھی کبھی جو ہم جمع ہو جاتے ہیں یہ ہمارے شیخ حضرتِ مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ جنہوں نے اس درس کو پاکستان سے پہلے شروع کیا تھا اور چالیس پچاس سال تک لاہور میں بیٹھ کر درس قرآن کی بنیاد ڈالی اور دنیا کو درسِ قرآن سے روشناس کیا۔ آپؒ جانتے تھے کہ امت کی ساری بیماریوں کا علاج قرآن مجید میں ہے۔ تو قرآن مجید کے آج بھائی جو جگہ جگہ درس ہو رہے ہیں۔ سچ بتائیے اپنے دل سے پوچھئے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بڑے بڑے امرا گذرے، بڑے بڑے سرمایہ دار گذرے، بڑے بڑے عہدے والے اور مرتبے والے گذرے سچ بتائیے آج دنیا میں نام کس کا زندہ ہے۔ حضرت کا نام زندہ ہے یا اُن کا نام زندہ ہے؟ ان کو تو پہچانتا بھی کوئی نہیں۔ اور حضرت کے نام کو کس نے زندہ کیا؟ قرآن مجید نے زندہ کیا۔ آج ہم جیسے گنہگار یہاں بیٹھ کر قرآن کا درس سن رہے ہیں۔ سنا رہے ہیں۔ یہ کس کی برکت ہے؟ کس کا فیض ہے حضرت، رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہے۔ ان کے دل میں جو ایک جوش تھا ایک لگن تھی، چونکہ خلوص تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت اور قبولیت عطا فرمائی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:۔

اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ ط

(فاطر۱۰) فرمایا تمہارے منہ سے جو باتیں نکلتی ہیں اگر وہ کلمات طیبات ہیں اُن کو بھی میں بلند کر دیتا ہوں اور تمہارے اعمال کو بھی میں بلند کرتا ہوں عمل صالح ہوگا، اس کو بھی قبولیت دونگا۔ اور تمہاری زبان سے اگر قول صالح نکلتا ہے، اس کو بھی قبولیت دوں گا۔

اور میں چلتے چلتے یہاں ایک بات عرض کردوں میرے بزرگو! قبولیت اسی کا نام ہے۔ قبولیت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قبولیت آتی ہے آسمان سے۔ ایک قبولیت پیدا ہوتی ہے زمین سے۔ جو قبولیت پیدا ہوتی ہے زمین سے وہ مٹی کیطرح فانی ہے وہ تھوڑے زمانے کے بعد نسیاً منسیا ہوجاتی ہے۔ اور جو قبولیت آتی ہے آسمان سے وہ قبولیت ابدی ہے۔ باقی ہے۔ اور مفید ہے۔ قبولیت کا مفہوم ہی یہ ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندے کو قبول کرتے ہیں تو پہلے اپنے مقربین فرشتوں میں اعلان کرتے ہیں کہ فلاں انسان کو فلاں کے بیٹے کو میں نے قبول کیا تم بھی اس کو قبول کرو پھر فرشتے اپنے قرب وجوار میں اس کا اعلان کرتے ہیں حتیٰ کہ ملکوتی جو کائنات ہے فرشتوں کی کائنات اس میں اس کا اعلان ہوجاتا ہے کہ اے فرشتو! فلاں انسان کو اس کی نیکیوں کی وجہ

سے اس کے اعمال حسنہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پسند کیا تو جب وہاں اعلان ہوتا ہے میرے بزرگو! تو پھر وہ اعلان کہاں آتا ہے؟ زمین میں آتا ہے پھر اللہ کے بندوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ فلاں بندے کو میں پسند کرتا ہوں تم بھی اس کو پسند کرو یہ قبول کیا ہوا؟ یہ ہے قبول سماوی - اوپر سے قبولیت - اور ایک ہے ہماری یہاں زمین کی قبولیت - ہم محنت کرتے ہیں - پروپیگنڈا کرتے ہیں - کوشش کرتے ہیں اپنے لئے بڑی جد وجہد کرتے ہیں کہ ہیں کسی طرح لوگوں کے دلوں میں قبول ہو جاؤں - یہ قبولیت ارضی ہے - ارضی قبولیت کا اللہ کے ہاں کوئی معیار نہیں - کوئی مقام نہیں - سماوی قبولیت کا اللہ کے ہاں مقام ہے اس لئے دیکھ لیجئے جن لوگوں نے رب العالمین کو راضی کیا - ان کے ناموں کو اللہ تعالیٰ نے بلند کیا - وہ قبولیت سماوی والے لوگ تھے اور آج دنیا ان کے نام لے کر ہدایت حاصل کر رہی ہے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت سے نوازا - اور وہ بڑے خوش بخت اور خوش نصیب تھے جو کئی انسانوں کے لئے ہادی بنے کئی بدکاروں کے لئے رہنما بنے اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی ان کی روحانی برکات سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے -

تو یہ قرآن کریم کی جو مجلسیں ہیں میرے بزرگو! ان کو عزت کے ساتھ الحمدللہ آپ دیکھتے ہیں۔ سمجھتے ہیں یہ دلیل ہے کہ آپ ہر مہینے کے آخری اتوار اتنی تعداد میں یہاں تشریف لے آتے ہیں اس درس میں میرے کچھ بھائی ایبٹ آباد سے تشریف لائے کچھ اسلام آباد سے تشریف لائے۔ کچھ دور دراز سے تشریف لائے ہیں جن کو جانتا ہوں وہ تو میں سمجھتا ہوں باقی کچھ ایسے بھی ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا تو یہ کون سی چیز ان کو کھینچ کر لائی؟ درس قرآن۔ یہاں کیا ملتا ہے؟ سوائے اس کے کہ ایک گنہگار قرآن کی چند آیتیں پڑھ دیتا ہے اور اپنے ناقص علم کے مطابق اللہ کی رحمت سے اس کا ترجمہ کر دیا جاتا ہے نہ کوئی اشعار ہیں نہ کوئی ترنم ہے نہ کوئی لہجہ ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ میرے دانت بھی منہ سے گرے ہوئے ہیں۔ بات بھی ٹھیک نہیں نکلتی۔ یہ آپ دوستوں کی محبت جو ہے یہ آپ کے لئے بہت بڑے اجر کی فال ہے اور امید ہے کہ خداوند قدوس آپ کے ان قدموں کو آپ کے لئے جنت کا راستہ ہموار کرنے کی سعادت نصیب کرے گا۔ یہ آپ یقین سمجھیں اس عبادت کو آپ معمولی نہ سمجھیں۔ اللہ نے آپ کو چنا ہے۔ جبھی خداوند قدوس یہاں آپ کو لاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو پسند نہ کرتا تو آپ کہاں اور یہ پارک کہاں یہ کوٹھی

کیسی اور یہ ہمارے دوست جو بابو قسم کے لوگ ہیں ان کو کیا لگے کہ یہ قرآن مجید کی مجلسوں کا اہتمام کریں۔ یہ اپنے کھانے پینے والے آدمی ہیں قرآن کا تو وہ اہتمام کرتے ہیں جنکے پاس روٹی نہ ہو آج کل اس دور میں ـــ تو ان کو بھی اللہ نے چن لیا، اللہ ان کو شیطان کے حملے سے محفوظ رکھے ان کے دلوں میں اور میرے دل میں خداوند تعالیٰ خلوص پیدا کرے، اللہ تعالیٰ اس نعمت کو ہمیں ابدیت کے ساتھ نصیب فرمائے۔

تو عرض خدمت میں یہ ہے کہ یہ قرآن کی محفل ہے۔ یہ بہت اونچی محفل ہے اس کا پتہ تو بھائی موت کے وقت چلتا ہے۔ جب کوئی مرنے لگتا ہے تو کیا کہتے ہیں؟ کہ بھائی اس کے پاس سورۃ یٰسین پڑھو۔ حدیثوں میں بھی آتا ہے کہ جب کوئی مرنے لگے، دنیا سے جانے لگے۔ تو اب اس کے پاس کیا رکھو؟ ہمیانی رکھو؟ بٹوہ رکھو؟ بنک کی کتاب رکھو؟ ٹرانسسٹر رکھو؟ کیا رکھو؟ کہتے ہیں کہ جی اب تو قصہ ختم ہو رہا ہے جی اب تو قرآن شریف پڑھو (اور وہ بھی کچھ جو مسلمان قسم کے لوگ ہیں اور باقی جو ہمارا حال ہے اللہ ہمارے حالوں کو درست فرما دے آج تو مسلمان موت کے وقت بھی خدا کے قریب نہیں جاتا) تو بھائی حکم ہے کہ جب کسی کی موت قریب ہو،

لَقِّنُ الشَّهَادَتَيْنِ ط اس کو تلقین کرو شہادتوں کی یعنی اس کے پاس بیٹھ کر تلقین کرو۔ اس کے پاس بیٹھ کر پڑھو۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط یہ پڑھو، وہ سنے تاکہ اس کے دل میں ایمان ہے تو وہ پڑھتا رہے گا۔ ذہن سے خیال کرے گا۔ دل سے خیال کرے گا۔ کیونکہ میت کی سب سے آخری قوت جو سلب ہوتی ہے وہ قوت سماع ہے۔ یعنی انسان جب مرتا ہے تو ساری قوتیں سلب ہو جاتی ہیں لیکن سب سے جو آخری قوت انسان کی سلب ہوتی ہے وہ قوت سماع ہے۔ سمع ایسی قوت ہے جو آخر تک انسان کے ساتھ باقی رہتی ہے تو وہ سنتا رہتا ہے۔ اگرچہ قوت باصرہ سلب ہو جائے، قوتِ ناطقہ سلب ہو جائے پھرنے کی قوت سلب ہو جائے، قوت لامسہ ختم ہو جائے، قوت شامہ ختم ہو جائے۔ لیکن قوت سامعہ جو ہے یہ باقی رہتی ہے تاکہ آخر تک یہ خدا کی بات سنتا رہے، اللہ تعالیٰ اس کو وہ استعداد آخر تک دیتے ہیں کہ کل میرے سامنے آکر یہ عذر نہ پیش کرے اللہ! میں تو ایک ایسا وقت آیا کہ سن ہی نہیں سکا اس لئے سورۃ ملک میں پڑھیے۔ جہنمی کیا کہیں گے؟ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ کاش! ہم

اس وقت بات سنتے ، منادی کی بات سنتے ، سب سے بڑے منادی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا کو سنتے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ یہ نہیں کہا نُبْصِرُ۔ دیکھتے ___ نہیں ، نَسْمَعُ ، ہم سنتے ۔ اَوْ نَعْقِلُ ، یا خود ہی سوچ لیتے مَا كُنَّا فِيْ أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ آج ہم جہنمی نہ بنتے ۔ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْبِهِمْ ج اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا انہوں نے ، لیکن اس وقت اعتراف کا کیا فائدہ ہے جب جہنم سامنے کھڑی ہے (اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو جہنم سے بچائے)

اب دیکھئے قوت سماع عرض کر رہا ہوں آخر تک باقی رہتی ہے اس لئے میرے بزرگو! اپنی قوت سماع کو غلط باتوں کی طرف نہ لگایا جائے ۔ قُلْ هُوَ الَّذِيْ أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ط قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (الملک ۲۳) فرمایا تیرے کان بنانے والا میں ، تیری آنکھیں بنانے والا میں ، تیرا دل اور دماغ دینے والا میں ، مگر میری تم نے کیا قدر کی قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ میری تم بہت تھوڑی قدر کرتے ہو ، باجے سنتے ہو ، گاجے سنتے ہو ، گانے سنتے ہو اور اَبْصَار اب تو ٹیلی ویژن (TELEVISION) آگیا ، یہ بھی تم دیکھتے ہو اور خوب مزے اڑاتے ہو ۔ پتہ چل جائیگا دوسرا ٹیلیویژن جب لگا جیسا کہ سورۃ ... میں آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (سورۃ السجدہ)

کہ جب ہم کتاب دیکھیں گے اور سارے اعمال وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ط اعمال شکلوں میں پیش ہو جائیں گے یہ تو اتمام حجت اللہ تعالےٰ کر رہے ہیں کہ تم یہ انکار نہ کرو کل لوگوں نے کہہ دیا تھا کہ جی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آواز ریکارڈ ہوگی، قرآن مجید میں جو آتا ہے ۔ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ○ تو لوگوں نے مذاق اڑایا، کیونکہ مسلمان بھی قرآن کو اپنے عقل کے اعتبار سے ناپا کرتے تھے اب بھی ناپنے والے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو، ہم سب کو ہدایت نصیب فرماتے کہ جو بات کہہ گئے رب العالمین، جو بات فرمائی خداوند قدوس نے اور امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ بات صحیح ہے میرا آپ کا عقل ہی کیا ہے؟ اس پہ میں ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں کیونکہ یہ بیماری ہم میں بہت زیادہ ہو چکی ہے۔

تو عرض خدمت میں یہ کر رہا تھا کہ امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) کہ جب کسی کی موت کا وقت قریب آجائے تو اب اس کو چھڑانے کے لئے کیا کرو؟ وہ تو اب جا رہا ہے ۔ فرد جرم لگ چکی ہے ۔ چالان کاٹا جا چکا ہے اب تم کیا کرو لَقِّنُوا الشَّهَادَتَیْنِ ط اس کے پاس بیٹھ کر تلقین کرو شہادت کی۔ اس کے کان میں یہ بات ڈالو کہ بھائی! بچی! ابا! اماں! باپ! اب تم یہاں سے جا رہے ہو اور تم جہاں پہنچو گے وہاں

تم سے پوچھا جائے گا۔ چھوڑتے نہیں ہیں۔ وہاں تم سے پوچھا جائے گا مَنْ رَبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ مَنْ نَبِيُّكَ تیرا نبی کون تھا؟ مَا دِيْنُكَ تیرا دین کونسا ہے؟ اور اگر وہاں تُو نے یہ کہہ دیا:۔
أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط تو چھٹکارا ہو جائیگا۔ سن لیے ہماری بات جاتے جاتے سن لے، اور فرمایا کہ میت کے پاس سورۃ یٰسین پڑھو۔ اس کی چارپائی پر نہ بیٹھو دور بیٹھ کر پڑھو تاکہ آواز اس تک پہنچتی رہے سورۃ یٰس پڑھنے کا حکم ہے کہ میت کی موت کا وقت ہو تو سورۃ یٰس پڑھو۔ سورۃ یٰس میں کیا ہے؟ یہی ہے اللہ کے نبی کی نبوت، قرآن مجید کی صداقت، انبیاء کی بعثت، قیامت کا آنا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی، اس لئے اہل اللہ، چھوٹے بڑے سارے کے سارے مرنے کے وقت سورۃ یٰس پڑھاتے ہیں۔

ہمارے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ (اللہ ان کی قبر کو پرنور فرمائے) سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (میاں صاحبؒ کے نام سے جو مشہور تھے) دیوبند کے استاذِ حدیث، میرے بھی استاد ہیں، مجھے بھی اللہ نے شرف بخشا میں نے بھی حضرت میاں صاحبؒ سے ابوداؤد شریف پڑھا۔ آپؒ نے سوانح حیات لکھی ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خود بھی فرمایا کرتے تھے

کہ جس وقت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا روح قفس عنصری سے پرواز کر رہا تھا تو میں پاس بیٹھ کر سورۃ یٰسین پڑھ رہا تھا جب میں نے سورۃ یٰسین کا یہ جملہ آخری پڑھا :۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

تو فرمایا کہ میں نے خود دیکھا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ قبلے کی طرف پھر گیا اور سانس ختم ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے سن رہے تھے۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ (ترجمہ آتا ہی ہوگا آپ تو ماشاء اللہ لکھے پڑھے دوست ہیں) بڑی برکت والی وہ ذات ہے، بڑی پاکیزہ وہ ذات ہے، بڑی عظمت والی وہ ذات ہے۔ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ جس کے قبضے میں پوری حکومت ہے ہر چیز کی (مَلَكُوْتُ مبالغے کا صیغہ ہے، پوری حکومت ہر چیز کی) وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اے انسان! اے اللہ کے خلیفے! دنیا میں اکڑ کر چلنے والے! اگر اللہ کی اطاعت کی، تب بھی اللہ کی اطاعت نہ کی تب بھی، وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ تم کو انجام کار اللہ کی طرف لوٹایا جائیگا۔ تم مانو نہ مانو۔ تمہیں ہم لوٹا دیں گے۔ چنانچہ شیخ الہند رح اللہ کی طرف لوٹے، بدن بھی لوٹا، روح بھی لوٹی۔ حضرت میاں صاحب رح فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب میں نے یہ جملہ ختم کیا :۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ یہ آیت ختم کی فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ادھر میرے منہ میں تُرْجَعُوْنَ کا لفظ تھا اور ادھر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا

چہرہ مبارک قبلے کی طرف پھیر دیا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، ہمارے عقائد ہیں علمائے دیوبند کے مطابق۔ ہم کوئی بات نہیں کہتے جو ہمارے اسلاف کے خلاف ہو، ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو ہم نے اپنے اکابر سے سنا ہے

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم!!

ہمارے آفتاب کون ہیں؟ محمد قاسم نانوتوی۔ ہمارے آفتاب کون ہیں؟ رشید احمد گنگوہی۔ ہمارے آفتاب کون ہیں؟ حسین احمد مدنی۔ ہمارے آفتاب کون ہیں؟ عبدالرحیم رائے پوری، عبدالقادر رائے پوری۔ ہمارے آفتاب کون ہیں؟ اشرف علی تھانوی۔ اور ہمارے آخری شمس النہار مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ہم تو وہی بات کہتے ہیں جو ہم نے ان سے سنی ہمارا دین، ہمارے ایمان کا آخری مرکز، یہ لوگ ہیں ہم ان کی بات مانتے ہیں ہم اس سے آگے کوئی دلیل نہیں سوچتے۔ ہم یہ یقین سمجھتے ہیں کہ جو کچھ وہ فرما گئے وہ قرآن وسنت کے مطابق ہے۔ بس۔ جو وہ کہہ گئے وہ ہمارے لئے حجت ہے۔ ہم انہی کا ساتھ مانگتے ہیں۔ ہم انہی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں جو سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور خادم تھے۔ ہمارے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مرثیہ لکھا۔ حضرت عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اور حضرت نانوتوی

رحمۃ اللہ علیہ کا۔ تو لکھا کہ جب میں قبر سے اٹھ کر ان دونوں کا نام لوں گا تو رضوان اور مالک دونوں میرے ہونٹوں کا بوسہ دیں گے۔ آپ کا مرتبہ چھپا ہوا ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جو اکابر فرما گئے بس وہ ٹھیک ہے۔

تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا چھپی ہوئی ملتی ہیں اُن میں ایک وصیت ہے کہ میں اپنے معتقدین، اپنے مریدین، اپنے مخلصین سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے (اگر وہ کر سکیں) تو روزانہ ایک دفعہ سورۃ یٰسٓ پڑھ کر ایصالِ ثواب کر دیا کریں۔ حضرت تھانوی نے لکھا ہے حکیم الامت تھانوی نے لکھا ہے۔ جن کے مواعظ سن کر لوگ ہدایت حاصل کر رہے ہیں الحمدللہ۔ تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ قرآن مجید آخرت میں بھی کام آیا کہ نہیں بھائی! موت کے وقت بھی قرآن کام آتا ہے۔ یہ چند باتیں ہیں کہہ گیا طوالت کے ساتھ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی قرآن کا شوق عطا فرمائے اللہ تعالےٰ ہمیں شائق بنا دے۔ یہ قرآن مجید ہمیں میرے بزرگو دنیا میں بھی کام آتا ہے اور موت کے وقت بھی کام آئیگا۔ کوئی اور چیز کام نہیں آئے گی! موت تو آتی ہے۔ اگر یہ دعا کی جائے کہ اللہ! موت سے بچا تو یہ ناممکن ہے۔ موت تو آ کر رہے گی۔ مجھ پر بھی آئے گی۔ آپ پر بھی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ایسی موت دے کہ جس وقت اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ حکم ہو:۔

يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○ اور ہمارے پسماندگان خالی بوسے سنبھالنے والے نہ ہوں بلکہ ہمارے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھیں۔ ہمارے پاس بیٹھ کر تلقین شہادت بین کریں۔ اللہ ہماری زبان کو بھی طاقت دے کہ ہم موت کے وقت کلمہ شہادت پڑھیں۔ زبان پر ہماری سورۃ یٰس کا لفظ جاری ہو۔ تلفظ اللہ تعالیٰ کے کلمات کے ہوں اور ہمارا خاتمہ بالایمان اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ تو میرے بزرگو! یہ ساری نعمتیں کیوں ہو رہی ہیں؟ میں عرض اس پر کر رہا تھا کہ آپ بڑے خوش نصیب ہیں۔ اس کو محض لغت نہ سمجھیں میں بھی الحمد للہ خوش نصیب ہوں۔ کہ مجھ جیسے گنہگار کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی کہ ہر مہینے کے آخری اتوار (تقریباً یہ تیسرا سال ختم ہونے کو ہے) یہاں حاضری دیتا ہوں کبھی ناغہ نہیں ہوا (اللہ نظر بد سے بچائے ایسے نیک کاموں میں پھر نظر بد بھی لگ جایا کرتی ہے) ہر مہینے کے آخری اتوار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٹھیک دس بجے پابندی وقت کے ساتھ درس شروع ہو جاتا ہے اور گیارہ بجے ختم ہو جاتا ہے یہ اس کی عنایات بے پایاں ہیں اللہ تعالیٰ کرے کہ اس درس کی جو روحانی برکات ہیں وہ بھی مجھے اور آپ سب کو اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔

اب میں درس کے سلسلہ میں عرض کرتا ہوں یہ سورۃ جو آج تلاوت کی گئی ہے سورۃ براءۃ۔ میرے بزرگو۔ اس سے پہلے سورۃ تھی سورۃ انفال

سورۃ براۃ اور سورۃ انفال یہ دونوں جہاد کے متعلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا اور سورۃ براۃ میں تو خصوصیت کے ساتھ حکم فرمایا کہ اب ان کو اعلان کر دو، اب صبر کا قصہ ختم ہو گیا، اب وہ جو ظاہری رواداریاں تھیں وہ ختم ہو گئیں، جو باطنی طور پر تحمل تھا اب وہ ختم کر دو اب ان کو اعلان کر دو کہ تمہارا ہمارا قصہ ختم۔ تمہارے اور ہمارے درمیان صرف دو چیزیں ہیں پہلی چیز یہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط پڑھ لو تمہارا ہمارا اتفاق اور سب کچھ ہے اگر یہ نہیں پڑھتے ہو تو پھر پیروی کرو۔ اطاعت مانو۔ پابندی کرو محمد رسول اللہ کے قانون کی اب تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔

سورۃ براءۃ قرآن مجید کی ایک بڑی اہم سورۃ ہے سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ ساری سورۃ مدنی ہے اور علمائے تفسیر نے لکھا ہے (علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہ نے) کہ اس کی آخری جو دو آیتیں ہیں:۔ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ قف لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○ یہ مکی ہیں اور باقی سورۃ براءۃ سب ہے یہ مدنی ہے۔ مدینہ منورہ میں حضور پر نازل ہوئی اور یہ آخری سورۃ ہے یہ سورۃ میرے بزرگو قرآن کی سورتوں سے ایک اعتبار سے بڑی انوکھی ہے کہ اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی ہوئی سورۃ انفال ختم ہوئی اور سورۃ براءۃ شروع

ہو گئی ہے مستقل سورۃ اس لئے بعض علماء نے یہ فرمایا کہ اس کا نام سورۃ برآءۃ ہے بعض نے فرمایا اس کا نام سورۃ توبہ ہے ۔ بعض نے کہا اس کا نام سورۃِ عذاب ہے بعض نے کہا اس کا نام سورۃِ فضیحت ہے (ذلت) کافروں کے لئے ذلت سنانے والی سورۃ ۔ اور بھی مختلف نام ہیں ۔ سورۃِ انفال کے درمیان اور سورۃ توبہ کے درمیان (یعنی سورۃِ برآءۃ کے درمیان) بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھی گئی ہے اور نہ پڑھنے کا حکم ہے ۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ لکھائی نہ پڑھی ۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ترجمان القرآن ہیں ۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو اس کمیٹی کے ممبر تھے جس کمیٹی نے قرآن جمع کیا ۔ ان سے میں نے پوچھا کہ آپ نے ان دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ کیوں نہیں لکھی ۔ تو حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قرآنِ مجید کی کوئی سورۃ یا کوئی آیت نازل ہوا کرتی تھی تو میں اس کو وہاں رکھ دیا کرتا تھا ۔ جہاں مجھے اللہ تعالےٰ کا نبی حکم دیتا تھا ۔ (صلے اللہ علیہ وسلم)

تو سورۃِ برآءۃ کے نازل ہونے پر حضور نے نہ بسم اللہ لکھنے کا فرمایا اور نہ پڑھنے کا فرمایا اس لئے ہم اپنی طرف سے کوئی بات نہیں لگا سکتے جو حضورؐ نہ فرمائیں ۔ میرے بزرگو دیکھئے اب چودہ سو سال ہو چکے ہیں یہ دلیل ہے کہ

اسلام نام ہے اتباع کا نہ کہ اسلام نام ہے ابتداع کا۔ اتباع کا کیا معنیٰ جو کچھ سنا اللہ کے نبی سے۔ جو کچھ سنا صحابہ کرام سے۔ جو کچھ سنا تابعین سے جو کچھ سنا تبع تابعین سے۔ جو کچھ سنا ائمہ مجتہدین سے۔ آج تک مسلمان کا جو اجتماعی عقیدہ ہے اس پہ رہنا۔ اسی کا نام میرے بزرگو ایمان ہے اور اسی کا نام ہے اسلام۔ اب دیکھئے چودہ سو سال ہو گئے کوئی بھی قرآن مجید آپ اٹھا کر دیکھیں تراجم۔ سادہ دیکھیں تفسیر دیکھیں۔ ابن کثیر دیکھ لیں ابن جریر دیکھ لیں۔ کیا خیال ہے آپ کا ابن کثیر، ابن جریر، ابن نقیب یہ بڑے بڑے مفسر کیا تھے؟ یہ میٹرک فیل تھے؟ اللہ کے بندو! یہ تو بڑے اونچے لوگ گذرے ہیں۔ جن کے تعلق تھے اللہ کی ذات سے۔ جن کے تعلق تھے محمد رسول اللہ کی پیروی کے ساتھ۔ جو پاکیزہ انسان تھے۔ انبیاؑ اور صحابہ کے بعد جن کا رات دن قرآن مجید کی خدمت میں گذرتا تھا۔ تیس تیس جلدیں قرآن مجید کی تفسیریں لکھنے والے حدیثوں پر عبور رکھنے والے قرآن پہ عبور رکھنے والے۔ حدیثوں کے حافظ۔ یہ تو پہلے زمانے کے لوگ گذرے ہیں اب گذرے ہیں۔ تھوڑا زمانہ ہوتا ہے۔ یمن کے ایک شیخ گذرے ہیں ابھی ان کا وصال ہوا ہے تھوڑا زمانہ ہوا انہوں نے دستار بندی کرائی تھی پیر جھنڈا میں۔ جو دارالارشاد مدرسہ تھا۔ اس کی دستار بندی کے لیے تشریف لائے تھے۔ ہمارے شیخ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہ

موجود تھے - یمن کے بہت بڑے شیخ گذرے ہیں - ان کو فتح الباری کی پوری چودہ جلدیں زبانی یاد تھیں - بخاری شریف کی شرحیں ہیں بہت سی - ایک شرح ہے :- فتح الباری - فتح الباری کی پوری چودہ جلدیں زبانی یاد تھیں - یہ اسلام ویسے ہی نہیں ہے کہ سگریٹ کے دو کش لگا لیے اور ایک مسئلہ "لکھ دیا - پھر دوا استعمال کی - دوسرا مسئلہ" لکھ دیا - اور تاش کھیلی ، تیسرا لکھ دیا اور ٹائیٹل پہ نام لکھ دیا - "اسلام کے بنیادی اصول" - کتاب چھپ گئی - پھر میں پڑھتا ہوں آپ پڑھتے ہیں - واہ جی بڑی تحقیق کی ہے - او جی ! کیا پوچھتے ہیں - بڑی تحقیق" کی - "تحقیق" ایسی کہ نہ ابتدا چھوڑی نہ انتہا چھوڑی جو دل میں آیا ہانک گئے اور ہم اس کو قبول کر لیتے ہیں - اللہ تعالےٰ مسلمان کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔

اگلے دن میں اخبار میں پڑھ رہا تھا - ایک بہت بڑے صاحب گذرے ہیں بڑے "محقق" قسم کے ان کی برسی منائی گئی تو ڈائری اخبار میں تھی ، جو نامہ نگار ہے اس نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے کہ میں بھی اس برسی میں چلا گیا - (میں عرض کر رہا ہوں کہ اسلام نام ہے تقلید جامد کا - اسلام نام ہے اتباع اکابر کا ، اسلام نام ہے اپنے بزرگوں کی پیروی کا - اپنی طرف سے اپچ لگانے کا نام اسلام نہیں ہے - اگر ہوتا تو پھر بسم اللہ کیوں نہ لکھی کسی نے سورۃ براءۃ کے پہلے - کیا اس سورۃ کو ، اس قرآن کو پڑھنے والے صحابہ نہیں گذرے ؟ اس قرآن کو پڑھنے والے تابعین نہیں گذرے ؟ اس قرآن کو پڑھنے والے ابوحنیفہ - شافعی - مالک - اور احمد بن حنبل نہیں گذرے ؟ اس قرآن

کو پڑھنے والے عبدالقادر جیلانی، معین الدین اجمیری اور داتا گنج بخش وغیرہ نہیں گزرے؟ کسی کو یہ جرأت نہیں ہو سکی کہ وہ اس لفظ کو لکھے جو محمد رسول اللہ نہیں لکھ سکے۔ طاقت نہیں ہوئی ہمت نہیں کر سکے۔ کیا بسم اللہ لکھنا جرم ہے بسم اللہ نہیں کیا ہے؟ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط۔ یہی فرق ہے میرے بزرگو! بدعت اور سنت کا۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں "جی ہرج کیا ہے"؟ کسی کو سمجھاؤ کہ بھائی فلاں کام نہ کرو۔ بدعت ہے" او جی حرج کیہڑا ہے" او میاں حرج نہیں تو اور کیا ہے۔ یہاں بسم اللہ لکھنے میں حرج تھا کوئی؟ مجھے بتائیے کوئی اگر سورۃ انفال کے درمیان اور سورۃ براءۃ کے درمیان کوئی امام کوئی فقیہہ، کوئی مجتہد، کوئی محقق۔ کوئی تابعی، کوئی صحابی، خود امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم اگر بسم اللہ لکھ دیتے کوئی حرج تھا؟ حرج تھا۔ کیونکر حرج تھا! جس طرح جبریل اترا تھا اس کی مخالفت ہوتی۔ جبریل جو لے کر آیا قرآن، اس کی مخالفت ہوتی۔ ہم تو متبع ہیں اس بات کے جو بات ثابت ہو۔ مشکوٰۃ نبوت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ بدعت کا معنیٰ خالی ڈھول بجانا نہیں ہوتا، بدعت کا معنیٰ خواہ وہ عبادت کے رنگ میں آئے خواہ وہ اطاعت کے رنگ میں آئے لیکن دو قدم آگے ہو جائے محمد رسول اللہ سے، وہ پھر کیا اتباع سنت ہے؟ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ کے آگے مت چلو اللہ کے نبی سے آگے مت چلو۔ میرے بزرگو! سمجھنے کی باتیں ہیں۔ نمازیں دو

سجدے زیادہ کرنے کا ثواب ہے کہ چار زیادہ کرنے کا ثواب ہے ؟ ایک آدمی
صبح کی دُو رکعتیں پڑھتا ہے سُنت ، دو رکعتیں فرض ، دُو دُو سجدے اس
میں کرتا ہے ایک آدمی صبح کی چھ رکعتیں پڑھتا ہے سنت اور آٹھ رکعتیں
فرض پڑھتا ہے کیا خیال ہے آپکے نماز ہوگی یا نہیں ؟ نہیں ہوگی نا ؟ کیوں جی حرج
کیہ اے ؟ کیہ حرج ہے ؟ سولہ سجدے اور وہاں ہوگئے جناب بارہ
سجدے (۲۸ = ۱۶ = ۸ × ۸ + ۸ = ۲ × ۶) حرج کی اے جی ! حرج ہے
نا جی - کیا حرج ہے ؟ یہ وہ نماز نہیں ہے جو نماز ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی یہ وہ نماز نہیں ہے جو صحابہ کی نماز ہے - یہ وہ نماز نہیں ہے جو
تابعین کی نماز ہے ، یہ وہ نماز نہیں ہے جو تبع تابعین کی نماز ہے - ہمارے پاس
تو آئینہ ہے اس میں دیکھو تو تمہارے سامنے جو چیز آئے قرآن و سنت
کے مطابق ہے ، صحابہ کے مطابق ہے - بے شک بسر و چشم قبول کر لو - ٹھیک ہے
اگر نہیں ہے تو ہم کہاں سے اتنے بڑے عاشق نکل آئے ؟ ہم آگے چلیں محمد رسول اللہ
سے ؟ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ سے آگے
مت چلو ، اللہ کے نبی سے آگے مت چلو)

تو میں عرض کر رہا تھا سورۃ برأۃ کے متعلق اور اسی ضمن میں ایک
قصہ عرض کر رہا تھا - پاکستان کے ایک "محقق صاحب" کا اُن کی برسی منانے پر
ایڈیٹر صاحب نے لکھا ہے کہ میں بھی چلا گیا وہاں پر رپورٹ لینے کے لئے - رپورٹر میں

وغیرہ تو لیتے رہتے ہیں جی! پھر اپنی رپورٹ بھی دینی پڑے گی ہم سب کو دینی پڑے گی۔ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ (الانفطار، ۹ تا ۱۱) وہ سب کچھ جانتے ہیں،

اندر کی بات بھی جانتے ہیں، باہر کی بات بھی جانتے ہیں۔ پڑھی ہوئی بولی ہوئی بات بھی جانتے ہیں، دل کے ارادے بھی جانتے ہیں۔ تو وہ جب یہ سوہنائی گئی اور اُن "محقق" صاحب کا جو تعارف کرایا گیا تو تعارف کرانے والے ان کے جو "مخلص" "مرید" اور معتقد تھے۔ انہوں نے تعارف کراتے کراتے وہ کہہ گئے کہ جی میری ہمشیرہ کا جب نکاح تھا تو میں نے تکلیف دی کہ "حضرت"! آپ آئیں اور میری ہمشیرہ کا نکاح باندھیں۔ حضرت صاحب تشریف لائے (مر گئے ہیں بچارے) وہ نکاح باندھنے کیلئے جب بیٹھے (میں یہ لفظ ڈائری سے نقل کر رہا ہوں جو اخبار میں چھپی ہے) کہ ایک گھنٹہ میری بہن کی تعریف کی (ٹھیک ہے اپنی بچیاں ہوتی ہیں۔ بھتیجیاں ہوتی ہیں۔ کوئی حرج نہیں کہ نیک ہے صالحہ ہے یہ ہے وہ ہے) اور دولہے کے متعلق کہا کہ دولہا میاں! میں تو تجھے جانتا ہی نہیں ہوں اور اس کے بعد پھر کھانا پینا ہوا اور کھا پی کر وہ چلنے لگے تو میں نے عرض کیا کہ "حضرت"! آپ کو تو بلایا گیا تھا نکاح خوانی کے لئے آپ کیا کر گئے؟ تو فرمانے لگے کہ نکاح نام ہے اعلان کا، اعلان میں نے کر دیا بس کافی ہے۔ وہ بچارے بھی نہیں آپ کے بھی نہیں کسی کے "محقق" گذرے ہیں اپنے

زمانے ہیں (ابھی ایک سال ہوتا ہے) دنیا سے چلے گئے ہیں۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ سورۃ برآءۃ میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی اور کیوں نہیں لکھی گئی؟ اس لیئے کہ حضور نے نہیں لکھی۔ صحابہ نے نہیں لکھی اور کیوں نہیں لکھی؟ اس پہ علماء نے پھر بحث کی ہے صحابہ کے اقوال موجود ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سورۃ برآءۃ میں چونکہ غضب کا اعلان ہے۔ چونکہ اللہ کے قہر کا اعلان ہے اور بسم اللہ میں رحمت اور شفقت ٹپکتی ہے۔ بسم اللہ میں کیا ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (شروع اس اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے) اور سورۃ برآءۃ میں تو رحم کا ذکر نہیں اس میں تو سب غضب ہی غضب ہے معلوم ہوتا ہے۔ اسلام میں جمال ہے لیکن ساتھ جلال بھی ہے۔ نبی کریم نے فرمایا میں نبیّ الرّحمۃ بھی ہوں اور میں نبیّ الملحمۃ بھی ہوں میں وہ بھی ہوں جو میدان جنگ میں یہ دعا دے سکتا ہے طائف کے میدان میں:۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ ○ اور میں وہ بھی ہوں کہ میدان حنین میں یہ بھی کہتا ہوں ؎

اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ اَنَا بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

میں سچا نبی ہوں، میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔ میں وہ بھی ہوں جو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ان پہ رحم کر دو اور میں وہ بھی ہوں جو یہ بھی کہہ سکتا ہوں:۔

ملأ اللہ قبورھم نارا (مسلم) اللہ ان کی قبروں کو جہنم کی آگ سے بھر دے۔ خندق کے موقع پر حضور نے بد دعا کی۔ تو اسلام صرف جمال کا نام نہیں ہے۔ آج کل بعض دوست لگے ہوئے ہیں کہ جہاد کے مسئلے پہ لکھو، جہاد کو پہلے بھی مٹانے کی کوشش کی گئی۔ انگریزوں کے زمانے میں بعض لوگوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ اب محمد رسول اللہ کے جلال کا وقت نہیں ہے، جمال کا وقت ہے۔ جمال کا معنیٰ؟ یعنی جہاد کو ختم کر دو اور جمال کو لے آؤ۔ جمال پتہ نہیں کیا ہوتا ہے ان کے نزدیک۔ جمالیاتی یہ کیا بلا بناتے رہتے ہیں۔ اور محمد رسول اللہ کا جمال بھی جلال میں ہے۔ جمال اور جلال دونوں اکٹھے ہوتے ہیں تب جا کر کام چلتا ہے۔ سورۃ براءۃ چونکہ ساری جلالی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے کہ اے کافرو، اے مشرکو! اے محمد رسول اللہ کے دشمنو! اب تمہارے لئے کوئی پناہ نہیں۔ میرے نبی نے ۲۳ سال تمہارے ساتھ گذارہ کیا۔ تمہارے دکھوں کو برداشت کیا، تمہاری تکلیفوں کو برداشت کیا۔ اس کے بعد اب تمہارے سامنے صرف دو ہی رستے ہیں، یا ایمان لے آؤ اور یا اطاعت قبول کرو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس لئے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی اور ہم اس چیز پہ قائل ہیں۔ ہمیں اس کا قائل ہونا پڑے گا۔ کیونکہ ہمارے اسلاف کا اُن کے اسلاف کا، صحابہ کا، تابعین کا اور پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ

وسلم کا خود اپنا یہ حکم ہے اس لئے ہم اسی کو مانتے ہیں۔ اس لئے بسم اللہ اس کے شروع میں نہیں لکھی گئی کہ سورۃ براءۃ میں جلالیت ہے اللہ تعالےٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے براءۃ کا اعلان ہے کہ ہم تم سے کافرو بیزار ہیں، تمہارے ساتھ ہمارا کوئی عہد، کوئی پیکٹ (PACT) ابدی نہیں ہے جو تھوڑی دیر کیلئے ہم اس کو نبھائیں گے اور باقی اس کے بعد تم میدان میں آجاؤ یا اطاعت کو قبول کرو۔ اور اگر مسلمان نہیں بنتے تو پھر اطاعت کو قبول کرلو۔ یعنی ہمیں ٹیکس دو۔ جزیہ دو۔

میرے بزرگو! آج جس دور سے ہم جا رہے ہیں یہ بھی وہی دور ہے! اللہ تعالےٰ ہمارے مصری بھائیوں کو فتح نصیب فرمائے کہ وہ یہودیوں کے مقابلے میں آگئے۔ اللہ تعالےٰ عالم اسلامی کے اتحاد کو اسی طرح قائم اور استوار رکھے دیکھئے اگر یہ صرف جمال ہی جمال کی باتیں ہوتی رہتیں میرے بزرگو! اور رواداریاں ہی رواداریاں برتتے رہتے تو رواداری یہ تتے برتتے تو یہ حال ہوا ہمارا نقشے پر نظر ڈالئے آپ سب تو لکھے پڑھے دوست ہیں، دیکھئے کہ ترکی سے لے کر انڈونیشیا تک یہ ایشیا کل میں مسلمان قابض ہے۔ اندر ایشیا کا دل ہے ترکی سے لے کر۔ ترکی اور لبنان یہ سارے ملکوں کو دیکھئے یہاں تک کہ انڈونیشیا تک پہنچ جائیے۔ کتنے مسلمان آباد ہیں؟ کروڑہا مسلمان۔ اور اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو آج وہ طاقتیں دے دیں، پٹرول دے دیا۔ سونا چاندی دے دیا۔ دیت کے

ذرات سے سونا چاندی نکل رہا ہے، اللہ تعالیٰ کرے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی دولت بھی پیدا ہو جائے اور وہ ایمان کی بڑی اونچی دولت پیدا ہو جائے جو صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی، تو پھر بھائی آج کفر اسلام کے مقابلے میں نہیں رہ سکتا۔ تو اگر مسلمان خالی جمال ہی کو لیتا پھرے اور اسی چکیے میں آجائے کہ جی مسلمان بڑے شریف ہوتے ہیں، یہ بھی شرافت ہے۔ بچھو کو مارنا بھی شرافت ہے، سانپ کو مارنا بھی شرافت ہے، شیر کو مارنا بھی شرافت ہے، آگ کا بجھانا بھی شرافت ہے، یہ سب شرافتیں ہیں۔ ڈاکو مارنا بھی شرافت ہے، قاتل کو سزا دینا بھی شرافت ہے، حدود الٰہیہ کا اجرا بھی شرافت ہے، اس لئے فرمایا سورۃ نور میں کہ جب تم زانی مرد کو اور زانیہ عورت کو سنگسار کرنے لگو تو وہاں پر ترس نہ کھایا کرو:۔ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِيْنِ اللّٰهِ ایک طرف اللہ کا دین انہوں نے مٹایا، خداوند تعالیٰ کے دین کی مخالفت کی اور تم پھر ان پر رحم کرتے ہو؟ لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِيْنِ اللّٰهِ جب اللہ کا دین مٹنے لگے تو پھر تمہارے دلوں میں نرمی نہیں پیدا ہونی چاہیئے۔ پھر رؤف نہ بنو بلکہ پھر تم جباریت کا مظہر بنو۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے صفاتی نام ہیں یہ مسلمان پر پڑتے رہتے ہیں۔ کبھی جباریت کا بھی مظہر بنے ہر وقت رحیمیت کا مظہر نہ بنے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جتنے اسماء ہیں، اسمائے نبویہ، ان میں بھی ساری صفات منتقل ہیں، جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا، حضور کبھی جمال بنتے، کبھی امام الانبیاء، جلال بنتے

اور جلال بنتے تب جا کر کافروں سے چھٹکارا ملا، حضورؐ کی جو آخری وصیت تھی امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَخْرِجُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ (مشکوٰۃ) نکال دو تم یہودیوں کو اور عیسائیوں کو عرب کے جزیروں سے۔ یہ حضورؐ کی آخری وصیت ہے، امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی کہ یہودیوں کو اور عیسائیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔ لیکن میں کیا آپ کے سامنے داستانیں کھولوں۔ درس قرآن ہے اور موضوع رہ جائے گا کہ کس طرح یہودیوں نے اور عیسائیوں نے مسلمانوں کو پھر جزیرۂ عرب سے نکالا۔ کتنی چالیں چلی گئیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارے اسلاف کی قبروں کو پرُنور فرمائے۔ عبید اللہ سندھی رحؒ۔ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، جمال الدین افغانی، مولانا محمد علی جوہر، ان کے حالات آپ پڑھتے ہی رہتے ہوں گے اب تو ان کے حالات پڑھنے چاہئیں پڑھا کیجئے۔ دیکھئے کہ ان بزرگوں نے کتنی سینہ توڑ محنتیں کیں، میرے بزرگو! اپنی زندگیاں ختم کر دیں۔ آپ اور میں (خیر آپ تو نیک لوگ ہیں) میں ایک گھنٹے کے لئے بھائی اپنے گھر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ عبید اللہ سندھی کی زندگی پڑھیں۔ کتنے سال آپ جلا وطن رہے؟ وہ تصوّر بھی ہم نہیں کر سکتے جو تکلیفیں آپؒ نے برداشت کیں (عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے) اور نومسلم۔ باپ دادا مسلمان نہیں ہیں۔ کیا درد تھا؟ کہ ہندوستان کی سرزمین سے

انگریز نکل جائے۔ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مالٹے میں چار سال قید رہے، اسیر رہے۔ کیوں اسیر رہے؟ کیا جرم کیا تھا؟ یہی تھا تاکہ انگریز ہندوستان کو چھوڑ دے اور جو مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کر رہا ہے یہ دفع ہو جائے۔ آج ان بزرگوں کی روحیں عالم ارواح میں یقیناً خوش ہوں گی کہ مسلمان آپس میں الحمد للہ متحد ہو رہے ہیں۔ اللہ اس اتحاد کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھے۔ جو کوئی ابھی تک متحد نہیں ہو سکے، اللہ ان کو بھی متحد ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ تو اگر آج مسلمانوں میں فلسفۂ جلال پڑھایا جائے گا۔ تب کام بنے گا۔ فلسفۂ جمال سے کام نہیں بنتا، فلسفۂ جلال سے کام بنتا ہے۔ تو فلسفۂ جلال بیان کرنے کے لئے سورت برآءۃ کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ اگر لکھی جاتی تو ممکن ہے وہ سمجھتے کہ ابھی کچھ اور رحم ہو جائے گا۔ فرمایا نہیں تم رحم کے قابل نہیں ہو اس لئے میں تم کو اعلان کرتا ہوں کہ میں تم سے بری۔ میرا نبی تم سے بیزار اور تمہیں اعلان کیا جاتا ہے کہ تم چار مہینے کے اندر اندر اپنے آپ کو سنبھالو سمجھ جاؤ ورنہ پھر ہماری تلواریں ہوں گی۔ اور تمہاری گردنیں ہوں گی۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاہدہ کیا تھا، سورت برآءۃ کا واقعہ مختصر طور پر میں ابھی عرض کر دوں۔ سورت برآءۃ تفصیلی سورت ہے اس میں میں نے ابھی عرض کیا کہ احکام جنگ ہیں۔ احکام صلح ہیں اور مسلمانوں کا جو نظام ہے دفاعی اس پر مفصل تبصرہ کیا قرآن حکیم نے اور بڑی سمجھنے والی سورت ہے اللہ تعالےٰ نے اگر توفیق دی تو میں چند نشستوں میں اسے پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔ کوشش تو یہ رہتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کرے کہ جلدی جلدی سارا قرآن مجید اس طرز پہ ختم ہو جائے کیا پتہ ہے کتنی عمر ہو گی، آپ کی میری کب تک یہ سلسلہ چلے گا، اللہ تعالےٰ اسے چلاتا ہی رہے۔ کوشش یہی ہو گی انشاء اللہ آئندہ کے لئے بھی کہ جلدی جلدی اسے ختم کر دیں کہ دوست مشتاق ہیں کہ اسی طرح پہ قرآن مجید کا سارا درس اگر چھپ جائے

تو دوستوں تک پہنچ جاتے - اللہ تعالٰے اس پر ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں گے -
مگر تاہم بھائی ہم جو اکٹھے ہوتے ہیں تو کچھ سمجھا جاتے - سمجھنے ہی کے لئے تو اکٹھے ہوتے ہیں -

سورت برآءۃ میرے بزرگو! جس وقت نازل ہوئی، اس وقت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو کافر تھے - ان کی چند صورتیں تھیں - ایک وہ لوگ تھے جن کے ساتھ معاہدہ ہو چکا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور وہ معاہدے کے پابند تھے صلح حدیبیہ کا ذکر سورت فتح میں آجائے گا انشاء اللہ، جو حضور چھٹے سال ہجرت کے تشریف لاتے عمرہ کرنے کے لئے اور حدیبیہ کے مقام پر مکہ والوں نے حضورؐ کو روک دیا کہ ہم آپ کو عمرہ نہیں کرنے دیں گے، بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور ان شرطوں پر جو شرطیں بعض مسلمانوں نے خوشی سے پسند نہ کی تھیں لیکن حسن ادب کی وجہ سے اور اطاعت نبوی کی وجہ سے خاموش رہ گئے تھے، ان شرطوں کے ساتھ صلح ہوئی جسے کہتے ہیں صلح حدیبیہ ادھر تو صلح ہو رہی تھی اور ادھر قرآن مجید نازل ہو رہا تھا - اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ اے میرے حبیب! میں نے آپ کو ایسی فتح دی جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا - فتح مبین آپ کو دے دی گئی - اعلان ہو رہا تھا فتح مبین کا اس وقت حضور نے چند پیکٹ (PACTS) کئے تھے، معاہدے کئے تھے اور ان معاہدوں کی میں آپ کے سامنے اجمالی شکل پیش کر رہا ہوں کہ ایک معاہدہ یہ بھی تھا بعض لوگوں کے ساتھ، بعض کافروں کے ساتھ کہ اگر تم ہمارے ساتھ نہ لڑو گے تو ہم تمہارے ساتھ نہیں لڑیں گے - اور وہ اس معاہدے پر قائم رہے اور کچھ وہ تھے کہ جنہوں نے معاہدے کو مدت سے پہلے توڑ دیا - اور کچھ وہ تھے کہ جن کے ساتھ معاہدہ نہیں ہوا تھا کسی قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا - تو اس سورت برآءۃ میں ان سب معاہدوں کے متعلق سیر حاصل تبصرہ فرمایا - اور یہ فرمایا کہ جن

کے ساتھ آپ نے معاہدے کئے ہیں ان معاہدوں کو آپ نبھائیں بشرطیکہ وہ معاہدہ نہ توڑیں۔ اگر وہ معاہدہ توڑ دیں تو پھر معاہدے کو نبھانے کی ضرورت نہیں وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ۔ (آگے آجائے گا) جب وہ عہد کا پاس نہیں کرتے تو تم کیوں عہد کا پاس کرتے ہو؟ مسلمان تو غلبے والا ہے۔ مسلمان مغلوب تو ہو کے رہنے والا نہیں ہے۔ اس لئے قرآن مجید کا حکم ہے فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ (سورۃ محمد میں آتا ہے۔ جس کا نام سورتِ القتال بھی ہے) سورت محمد کا نام سورت القتال بھی ہے جہاد والی سورت۔ اور محمد اسم گرامی ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، کیوں کہ پہلے ہی آتا ہے۔ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اس ساری حقیقت پر، اس ساری تعلیم پر جو نازل ہوئی نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ تو سورتِ محمد کا نام سورتِ محمد بھی ہے اور القتال بھی ہے تو سورت القتال میں اللہ تعالے نے مسلمانوں کو عظمت کا مسئلہ سمجھایا۔ فَلَا تَهِنُوْا۔ اے مسلمانو! تم سست اور بزدل مت بنو۔ وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ اور تم مت نہ بلاؤ ان کو صلح کی طرف۔ تم کون ہو صلح کی دعوت دینے والے؟ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ تم ان سے بلند ہو وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اور خدا تمہارے ساتھ ہے اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ فَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ تم بزدل مت بنو، تم غم مت کھاؤ، تم اعلون ہو، تم بہت بلند ہو، تمہیں فتح ملے گی۔ لیکن تھوڑی سی بات میری مان لو۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ایمان پاس رہا تو تمہیں یقیناً فتح ملے گی۔ اگر پاس کچھ بھی نہ ہو اور صرف ایمان کی قوت ہو تو اللہ تعالے ایمان کی قوت سے بھی فتح دیتے ہیں۔ اور سب کچھ پاس ہو اور وہ قوت

ایمانی میرے بزرگو میرے پاس نہ ہو، اللہ پر اعتماد نہ ہو، اللہ کے نبی پر اعتماد نہ ہو۔ (نعوذ باللہ) اسلام کی تعلیمات پر اعتماد نہ ہو تو پھر فتح نہیں مل سکتی۔ فتح اسی صورت میں ملتی ہے مسلمان کا سب سے بڑا اعتماد کس کی ذات پر ہے، اللہ کی ذات پر اور محمد رسول اللہ کی تعلیمات کے یقین پر اعتماد، یہ ہے مسلمان کا سب سے بڑا اسلحہ

سو عرض میں یہ کر رہا تھا کہ مسلمانوں کو اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا کہ اے مسلمانو! تم یہ اعلان کر دو کافروں کو کہ اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ تم سے بری ہو چکے اللہ اور اللہ کا رسول تم سے بیزار ہو چکے۔ تمہارے لئے اب کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ سورت سراپا جلال ہی جلال ہے اس میں جمال نہیں ہے اور جلال ہی کام نکالتا ہے۔ جس وقت کہ انسان میں جمالیت کی قوتیں پوری طرح انسان کی رہنمائی نہ کر سکیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصہ لکھا ہے۔ ان نیکیوں کے قصے بھی بڑے مزے دار ہوتے ہیں۔ ایک سانپ تھا۔ وہ کسی اللہ کے ولی کا مرید ہو گیا ہوتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ سانپ پر ہم دم کر دیتے ہیں تو سر ڈال دیتا ہے۔ ایک سانپ تھا، کسی اللہ کے ولی کا مرید ہو گیا اور تعلیم دی آپ نے، جیسے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، جو ہمارے قادری طریقے پر آپ بیعت فرماتے تھے تو پہلا سبق جو دیتے تھے تو اس میں یہ تین باتیں ارشاد فرماتے تھے۔ (۱) اللہ کے نام کا ذکر، لطیفہ قلبی ایک ہزار دفعہ کیا کریں۔ (۲) نماز پنجگانہ باجماعت۔ (۳) اور تیسری بات یہ فرمایا کرتے تھے (رحمۃ اللہ علیہ) کہ کسی کو دکھ نہ دیا کرو۔ تو وہ سانپ نیا نیا مرید ہوا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ بھائی کسی کو دکھ نہ دینا تم تو بڑے موذی ہو۔ دکھ نہ دینا کسی کو۔ اس نے کہا جی بہت اچھا۔ عہد جو کیا اپنے شیخ کے ساتھ۔ پیر کے ساتھ جو عہد کیا جائے اس کو نبھانا چاہیے بشرطیکہ وہ شریعت کے مطابق ہو۔ کیوں کہ عہد میں سب کچھ ہے۔ عہد نبھایا گیا تو سب کچھ مل جاتا ہے۔ تجلیات اللہ تعالیٰ

عطا فرماتے ہیں۔ شیخ کی برکت سے۔ تو اس سانپ نے عہد کیا۔ آیا نیا نیا مرید ہو کر جیسا کہ ہم کبھی نئے نئے مرید ہوتے ہیں۔ پانچ چھ دن نمازیں پڑھتے ہیں تسبیح ہاتھ میں ہوتی ہے، پھر کہیں پکچر وکچر دیکھ لیتے ہیں تو کام سارا خراب ہو جاتا ہے (اللہ گندے ماحول سے بچائے) یاد رکھو میرے بزرگو! یہ بری صحبت بہت خراب ہے

ع یار بد بدتر بود از مارِ بد

مولانا روم فرماتے ہیں کہ بُرا یار۔ بُرا ساتھی، سانپ اسے بھی برا ہے کیونکہ سانپ تیرے بدن کو ڈسے گا، یہ تیرے ایمان کو ڈس جائے گا۔ یار بد بدتر بود از مار بد۔ یہ مولانا روم کا شعر ہے بڑی لمبی تفصیل ہے میں نے ایک مصرع عرض کر دیا۔ فرماتے ہیں۔ ع یار بد بدتر بود از مار بد۔ یار بُرا، برے سانپ سے بھی برا ہے۔ کیوں کہ بُرے سانپ نے تیرے جسم کو ختم کیا۔ اور یار نے تیرا ایمان ہی ختم کر دیا، تجھے بالکل بودم بیدال چھوڑ دیا۔ تو آج ہے یار بد کا مسئلہ؟ یہ بڑا اچل رہا ہے۔ اللہ مجھے اور آپ کو برے یاروں سے بچائے، اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی نیکوں کی صحبت نصیب فرمائے۔ اکثر نوجوان بچے ملتے رہتے ہیں تو وہ شکایت کرتے ہیں کہ دیکھو جی نماز کو جی نہیں چاہتا حالاں کہ بڑی پابندی کی جاتی ہے۔ تو وہ سوچتے نہیں کہ بھائی کیا پابندی کرتے ہیں؟ دن میں کسی کے ساتھ دو گپیں لگا دیں چھوٹی موٹی باتیں لگا دیں، قصہ سارا خراب ہو گیا۔ یہ مار بد ہیں۔ اللہ ان کو بھی مار بد نہ بنائے اور ہمیں بھی مارِ بد سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ تو یار بد بدتر بود از مار بد

تو وہ مار بد جو تھا وہ جب بیعت ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ دیکھنا کسی کو دکھ نہ دینا۔ اس نے کہا "جی بہت اچھا" آ کر لیٹ گیا۔ نیا نیا مرید ہوا تھا۔ دیکھا بچوں نے کہ بھائی بہت بڑا سانپ راستے میں لیٹا ہوا ہے اور کسی کو دکھ نہیں دیتا (یہ بچے بھی پورے "حضرت" ہوتے ہیں)۔ تو بچوں نے چھیڑنا شروع کیا۔ ایک بچہ آتا، لات

مارنا، دوسرا آنا سوٹی مارنا۔ کسی نے پتھر مارے۔ اب سانپ ہے بڑا پکا مرید، بڑا اچھوتے کچھ مرید۔ کہتا ہے شیخ نے منع کیا ہے میں کسی کو دکھ نہیں دوں گا۔ چنانچہ حاضری ہوئی حب حضرت کی خدمت میں، پوچھا شیخ صاحب نے کہ بھائی سنا کیا بات بنی؟ اس نے کہا کہ جی بات تو وہی ٹھیک ہے میں نے آپ کی بات کو قبول کیا میں آپ سے بیعت ہو کر گیا۔ اسباق کی بڑی پابندی کرتا ہوں — کرتے ہیں۔ یہ میں مذاقاً نہیں کہہ رہا۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ۔ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔ قرآن میں ہے — ہر چیز۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ۔ حصر کا کلمہ ہے

بشر حافی گذرے ہیں بغداد میں۔ بشرِ حافی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد ابن حنبل کے زمانے میں۔ بشرِ حافی۔ بشر نام تھا۔ حافی کہتے ہیں پابرہنہ، ننگے پاؤں رہنے والا پہلی زندگی بڑی شراب کباب کی گذری تھی، امام الانبیاء کے نام کی عزت کی، اللہ نے ولایت دے دی۔ بشرِ حافی ولی بن گئے۔ پابرہنہ پھرتے تھے، ان کے حالات میں میں نے پڑھا ہے کہ وہ جس راستے سے گذر جاتے تھے اس راستے سے اس دن چارپائے نہیں گذرے تھے کہ بشرِ حافی گذر گیا ہے اس راستے سے ننگے پاؤں چلنے والا — یہ جانتے ہیں بھائی، پرندے بھی جانتے ہیں، چرندے بھی جانتے ہیں اور امام الانبیاء کو تو جانا ہے انہوں نے، مجھے بھی جان لیتے ہیں آپ کو بھی جانتے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے بڑا شعور رکھا ہے۔ یہ وہ گناہ نہیں کرتے جو ہم لوگ کرتے ہیں۔ ہُد ہُد کا واقعہ دیکھ لیں قرآن میں نہیں ہے؟ ہد ہد جب پہنچا ہے ملکہ سبا کے پاس اور واپس آیا حضرت سلیمان کے پاس اور فرمایا حضرت سلیمان نے کہ کہاں تو نے اتنی دیر لگائی؟ بلا اجازت تو غیر حاضر رہا تو جیکڑی سے کہاں چلا گیا؟ اس نے کہا جی ذرا بات سن لو پھر جو سزا دینی ہو دینا۔ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ

یقین ہے میں یہاں سے اڑا جی، ملکِ سبا چلا گیا، یمن چلا گیا اور وہاں سے میں ایک عجیب خبر لایا۔ آپ بھی ذرا سن لیں اے اللہ کے نبی! اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَۃً تَمْلِکُھُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَّلَھَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ۔۔۔ سبحان اللہ قرآن بھائی اللہ مجھے اب کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بڑی پیاری کتاب ہے اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَۃً تَمْلِکُھُمْ ۔ میں جی گیا ملک سبا میں، میں نے دیکھا کہ وہاں ان کی بادشاہ ایک عورت ہے تَمْلِکُھُمْ ۔ عورت بادشاہ ہے (یہاں ہوتا تو دیکھتا اس کو پتہ لگتا کہ کیا تماشا بنا ہوا ہے)۔ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَۃً تَمْلِکُھُمْ جوان مردوں کی بھی بادشاہ ہے۔ وَلَھَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ اور اور اس کا بہت بڑا تخت ہے اور مجھے اے سلیمان علیک السلام! اس پر تعجب نہیں آیا، تعجب کی بات آگے ہے وَجَدْتُّھَا وَقَوْمَھَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ میں نے دیکھا کہ وہ ملکہ سبا اور اس کی ساری قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج پوجتی ہے ۔۔۔ دیکھا؟ پرندہ بہتر کہ میں آپ بہتر؟ وَجَدْتُّھَا وَقَوْمَھَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ میں نے دیکھا کہ وہ ملکہ سبا اور اس کی ساری قوم اللہ کے سامنے نہیں جھکتی، سورج کے سامنے جھکتی ہے مجھے بڑا تعجب آیا۔

شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شرک جیسا گندہ کام انسانوں کے بغیر کوئی نہیں کرتا۔ شرک جیسا گندہ کام، اپنے آپ کو ذلیل کرنے والے انسان کبھی اونٹ کے سامنے جھکا ۔ انسان کبھی گیدڑ کے سامنے جھکا۔ انسان کبھی بلی کے سامنے جھکا (اٹھا کر دیکھ لیجیے "تاریخ ملل قدیمہ کہ انسان نے کتنی کتنی ذلتیں برداشت کیں) واقعی شرک جیسی ذلت بھی کوئی نہیں جب ایک انسان اپنے رب کے دروازے کو چھوڑ کر دوسروں کے در پہ جاتا ہے

اس سے ذلیل بھی کوئی نہیں۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ اللہ مجھے اور آپ کو شرک جلی اور شرک خفی سے بچائے۔

تو میں عرض کر رہا تھا وہ سانپ کی بات۔ کہ سانپ جب حاضرِ خدمت ہوا اپنے شیخ کے، تو شیخ نے پوچھا کہ سنا مرید۔ کیسے گزری؟ کہا جی بات تو بڑی اچھی ہے لیکن حضرت! آپ نے مجھے جو فرمایا تھا، میں اس پر بڑی سختی کے ساتھ عامل ہوں۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کسی کو دکھ نہ دینا۔ تو میں نے دکھ تو نہیں دیا کسی کو لیکن میرا یہ حال دیکھ لیں، کپڑے پھٹے ہوئے ہیں، چمڑا سارا اکھڑا ہوا ہے، مار مار کر بچوں نے میرا سر گنجا کر دیا ہے کوئی لاٹھیاں مارتا ہے، کوئی تھوکتا ہے تو فرمایا کہ میں نے تو یہی کہا تھا۔ کسی کو دکھ نہ دینا، یہی کہا تھا؟ ہاں جی! "تو بھائی! دکھ نہ دیا کرو، شونکا تو کرو۔ تم شونکنے بھی نہیں؟ پھنکارنے بھی نہیں؟ میرے الفاظ سوچ۔ میرے الفاظ کیا تھے کسی کو دکھ نہ دینا۔ ظالم نہ بننا دفاع تو کرو قوت مدافعت تو اللہ نے ہر چیز میں رکھی ہے، پرندے میں رکھی چرندے میں رکھی، قوتِ مدافعت مجھے دی آپ کو دی۔ اللہ تعالیٰ نے قوت مدافعت ہر مخلوق کو دی ہے تو فرمایا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ حملہ نہ کرنا اوفینس (OFFENCE) نہ کرنا، ڈیفنس (DEFENCE) تو کرنا، تم نے دونوں باتیں چھوڑ دیں؟ بڑے بیوقوف ہو۔ میری ہدایت یہ ہے کہ دکھ نہ دینا کسی کو، حملہ نہ کرنا، اپنی جان کو بچانا — تو قوتِ مدافعت اللہ نے ہر چیز میں رکھی ہے اس لئے صرف جمال سے کام نہیں چلتا، جلال سے کام چلتا ہے۔ اور جلال کو نہیں برداشت کر سکا، انگریز جلال کو نہیں برداشت کر سکا اسلام کا دشمن، جمال کی جھلکیاں کہیں کہیں برداشت کر لیں۔ کیا قصور کیا تھا ہمارے اکابر نے؟ ان کو جیلوں میں ڈالا، ان کے وظیفے بند کیے، ان کو سزائیں دیں انہوں نے کیا کیا تھا؟ ان میں قوت جلالیت تھی جناب

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس لیئے انگریز قوت جلال کو نہیں برداشت کر سکا جمال کو یہ داشت کرتا گیا (اشارے کر رہا ہوں) جمال کو انگریز نے برداشت کیا لیکن جلال کو نہیں برداشت کر سکا۔ تو قرآن کی یہ سورت ساری جلالی ہے۔ اب وقت بڑا کافی ہو گیا ہے، میں چند آیتوں کا ترجمہ کیے جاتا ہوں۔ انشاءاللہ تفسیر پھر عرض کروں گا تاکہ درس قرآن جو ہے وہ قرآن کے الفاظ میں ترجمہ بھی ہو جائے۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ بیزاری ہے اللہ کی طرف سے اور بے زاری ہے اللہ کے رسول کی طرف سے۔ کیوں کہ اللہ کی بیزاری کا پتہ کہاں سے چلے گا؟ اللہ کے رسول کی بے زاری سے۔ رسول کو چھوڑنا نہیں، بھائی! یہ غلط بات ہے کہ ہم اللہ تک براہِ راست جاتے ہیں کہاں سے جانتے ہو؟ کونسا راستہ ہے۔ وہ راستہ تو اللہ کا رسول ہی ہے اور تو کوئی رستہ ہے ہی نہیں ہے بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ بے زاری ہے اللہ کی طرف سے۔ وَرَسُوْلِهٖ اور بے زاری ہے اللہ کی طرف سے کہ اللہ کی بات کون کہے گا؟ اللہ کا رسول۔ کس سے بے زاری ہے؟ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ۔ ان لوگوں کی طرف ۔ ۔ ۔ ، ان لوگوں سے بے زاری ہے جن کے ساتھ اے مسلمانو! تم نے عہد کیا ہے۔ یعنی تم نے تو عہد کیا ہے لیکن میں اس عہد کو خطرناک سمجھتا ہوں، اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ تمہارا جو عہد تھا اس عہد کو توڑ دیا جاتا ہے۔ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ مشرکوں میں سے۔ جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیا اس عہد کو میں توڑتا ہوں۔ اور میں یوں توڑ رہا ہوں کہ میں اور میرا رسول اس عہد سے بے زار ہیں۔ قرآن مجید میں تیسرے پہر گو آتا ہے، سورتِ انفال میں بھی ہے اور دوسری جگہ بھی آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ! یہ جو منافق ہیں تیرے پاس آکر تیرا کلمہ پڑھتے ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط کبھی کبھار نماز بھی پڑھ لیتے ہیں، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر

کرتے ہیں لیکن میں جانتا ہوں ان کے باطن خراب ہیں۔ تو ان کے لئے مجھ سے معافی مانگ یا معافی نہ مانگ، میں ان کو نہیں بخشتا۔ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ دوسری جگہ فرمایا اسی کی تشریح ہیں۔ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ کیوں کہ مسلمانوں کی راہنمائی تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ تو یہاں فرمایا کہ اے مسلمانو! تم نے جو صلح حدیبیہ کے وقت اور بعد میں معاہدے کئے ہیں کافروں کے ساتھ، وہ معاہدے اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں ہیں اس لئے اللہ تعالےٰ کیا فرماتے ہیں؟ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ بے زاری ہے اللہ کی طرف سے اِلَى الَّذِيْنَ۔ ان لوگوں کی طرف، ان لوگوں کے ساتھ عٰهَدْتُّمْ۔ جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا اے مسلمانو! (جمع کا صیغہ ہے) مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ وہ کون لوگ ہیں؟ جو مشرک ہیں میں ان سے بے زار۔ میرا رسول ان سے بیزار اب تم کیا کرو؟ ان سے یہ بات کہو۔ (یہاں پر قُوْلُوْا لَهُمْ کا جملہ محذوف ہے ان سے تم اب مسلمانو! یہ کہہ دو۔ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ۔ ان سے کہہ دو کہ تم ذرا چل پھر لو زمین میں چار مہینے (اَرْضِ سے مراد عرب کی سرزمین) عرب کا علاقہ، ارضِ عرب) سَیْحٌ مُشتق ہے سیاحت سے)۔ جیسے ہماری بولی میں کہتے ہیں کہ تین چار دن سیر سپاٹا کر لو پھر میں تمہارا بندوبست کرتا ہوں۔ تو یہاں بھی فرمایا سِيْحُوْا۔ سیر کر لو۔ چل پھر لو تم۔ فِى الْاَرْضِ۔ اس سرزمین عرب میں۔ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ۔ چار مہینے کیوں کہ چار مہینے جو ہیں یہ اَشْهُرِ حُرُمْ ہیں۔ میں پہلے کسی درس میں عرض کر چکا ہوں کہ ملت ابراہیمی میں، ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں چار مہینوں کو اشہر حرم قرار دیا گیا تھا۔ شوال، ذی قعد، ذی الحج اور محرم۔ یہ چار مہینے ہیں، ان چار مہینوں میں لڑنا جھگڑنا ملت ابراہیمی میں حرام تھا۔ تو اسلام ہر اچھی بات قبول کرتا ہے۔ پھر امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیمی پر ہیں۔ جب حضور تشریف لائے تو حضور نے بھی اس چیز کو باقی رکھا اور قرآن کا بھی یہی حکم ہوا۔ تو فرمایا ان سے کہہ دیجئے کہ چار مہینے تم زمین میں چل پھر لو اور اس کے بعد پھر تم تیار رہو اور تم یہ مت خیال کرو کہ چار مہینوں میں ہم تیاری کرلیں گے ۔ نہیں ۔ وَاعْلَمُوْٓا اور جان رکھو اے کافرو، اے مشرکو! اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۔ تم اللہ کو نہیں تھکا سکو گے ۔ تمہاری کوئی چالبازی ایسی کامیاب نہیں ہو سکتی کہ تم اللہ کی گرفت سے بچ جاؤ ۔ ان چار مہینوں میں تم سوچ لو چار مہینے تمہیں مدت دی گئی کہ تم سوچ لو کہ تمہارا مستقبل کیسا ہونا چاہیئے ۔ یا تو اسلام قبول کرلو ورنہ پھر تیار ہو جاؤ لڑائی کے لئے ۔ اگر لڑائی کرنا چاہو گے تو یہ بھی سن لو ۔ اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے تم اللہ کو نہیں تھکا سکو گے ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ اور ساتھ ہی یہ بھی اطلاع دے دی آنے والی بات کی ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ ۔ اور بے شک اللہ تعالٰے ۔ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ ذلیل کرنے والا ہے کافروں کو ۔ اب تم اللہ تعالٰے کی گرفت سے بچ نہیں سکتے ۔ اسلام لاؤ تو بہتر ورنہ تم ذلیل ہو جاؤ گے ۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ ۔ یہ پہلی وہ قسم تھی کہ جن کے ساتھ حضورؐ نے معاہدہ کیا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم نے) ان کے متعلق فرمایا کہ ان کو چار ماہ کی مہلت دے دیجئے اور ان سے کہہ دیجئے کہ چار مہینے تمہیں دیئے جاتے ہیں، تم ان میں سوچ لو اور اس کے بعد پھر تمہارے اور ہمارے درمیان کوئی عہد باقی نہیں رہے گا ۔ دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہوا ۔ ان کے بارے میں فرمایا وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ ۔ اور اعلان ہے ۔ اَذان کا معنیٰ؟ اعلان ۔ ہم جو بانگ دیتے ہیں یہ بھی اعلان ہوتا ہے کہ آؤ نماز پڑھنے کے لئے، آؤ جس بات کی تم نے گواہی دی گھر بیٹھ کر ہم کیا کہتے ہیں کلمہ پڑھتے ہیں ۔ اَشْهَدُ

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ یا کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور یہ بانگی، مؤذن کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے۔ اِدھر آ، چل، اب اعلان ہو گیا، جس بات کو تو نے گھر بیٹھ کر کہا، دفتر میں بیٹھ کر کہا محفلوں میں بیٹھ کر کہا، اب ذرا مسجد میں آ۔ اذان کا معنی کیا؟ اعلان۔ اس لئے اذان سننے کے بعد مسجد کو جانا ضروری ہو جاتا ہے۔

میرے بزرگو۔ اجابتِ مؤذن واجب ہے یعنی زبانی طور پر مؤذن اگر اذان کہے تو سننے والا خاموش ہو جائے، کوئی کام دھندا نہ کرے۔ قرآن مجید اگر پہلے سے پڑھ رہا ہے۔ تو اس کی تلاوت کو نہ چھوڑے۔ اور اگر پہلے سے نہیں پڑھ رہا، اذان شروع ہوتے وقت قرآن کو شروع نہ کرے۔ جب مؤذن نے اللہ اکبر کہہ دیا، اب مؤذن کی اذان کو سنے، قرآن اذان ختم ہونے کے بعد شروع کرے۔ لیکن اگر پہلے سے پڑھ رہا ہے تو پھر فقہار نے لکھا ہے کہ قرآن بہتر ہے اذان سے۔ پھر قرآن پڑھتا رہے آہستہ آہستہ۔ لیکن نئے سرے سے شروع نہ کرے نہ کرے۔ اور قرآن کے بغیر دوسری باتیں گپیں شپیں، کھیل کودجتنا ہوتا ہے یہ تو بھائی شرعاً ناجائز ہے اجابتِ اذان واجب ہے قولاً بھی عملاً بھی — قولاً کا معنیٰ کیا ہے؟ جیسے مؤذن کہتا ہے، یہ بھی کہے، دہرائے اس عہد اور اس اقرار کو۔ عملاً کا معنیٰ کیا ہے؟ کہ اب نماز کی طرف قدم اٹھائے وہ تو بلا رہا ہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اب آ، کلمہ تو پڑھ لیا، کلمہ کوئی آسان چیز ہے؟ کلمہ پڑھنے کے بعد ذرا مسجد میں تشریف لے آؤ۔ اذان ہو گئی ہے، پہنچو۔ بات سمجھی؟ اس لئے فرمایا وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَی النَّاسِ۔ تکذیب مؤذن کفر ہے، علماء لکھتے ہیں مؤذنوں کو جھوٹا کہنا (نعوذ باللہ) انسان کافر ہو جاتا ہے جھوٹا کہنے پر، ویسے نہیں۔ اور اذان کی اجابت نہ کرنا، گناہ تو ہے ہی ہے۔ فرض ہے، نماز باجماعت نہ پڑھنے والے اللہ

کو پسند نہیں ہیں۔ نماز باجماعت واجب ہے ہمارے ہاں۔ امام شافعی کے ہاں
نماز باجماعت فرض ہے، امام احمد ابن حنبل کے نزدیک بھی فرض ہے۔ امام مالک
کے ہاں بھی فرض ہے۔ ہمارے ہاں واجب ہے یعنی قریب فرض ہی کے سمجھ
لیجیے جو لوگ نماز باجماعت نہیں پڑھتے وہ ایک بہت بڑے اجر و ثواب سے
محروم رہ جاتے ہیں اِلَی النَّاس لوگوں کی طرف، ناس کا لفظی معنیٰ لوگ ہے قرآن مجید
میں عموماً یہ کلمہ کافروں کے لئے آیا ہے اس لئے علمائے قرآنیات نے ایک فائدہ
بیان فرمایا ہے کہ جن سورتوں میں "الناس" کا کلمہ زیادہ آیا ہے وہ مکی ہیں اس لئے
کہ مکہ میں رہنے والے اکثر کافر ہی تھے معنیٰ یہ ہوا اللہ تعالےٰ کی طرف سے کافروں کو
اعلان کیا جاتا ہے یوم الحج الاکبر بڑے حج کے دن حج اکبر کے متعلق یہ جو آتا ہے کہ
جمعہ کو جو حج آئے یہ حج اکبر ہے یہ کوئی با سند بات نہیں بلکہ ..... اگر اللہ قبول کر
لے تو ہر حج حج اکبر ہے ویسے جو اصطلاح ہے علمائے تفسیر کی وہ فرماتے ہیں کہ حج
نام ہے بیت اللہ کے ارادے کا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ۔ حج کا معنی ارادہ
کرنا بیت اللہ شریف کا۔ اس حج کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے حج اکبر، ایک ہے
حج اصغر، حج اکبر وہ ہے کہ جس میں خانے کعبے کا طواف ہو۔ جس میں صفا مروہ کے
درمیان دوڑ لگائی جائے اور عرفات کے میدان میں جا کر کھڑا ہو۔ یہ حج اکبر ہے جسے
ہماری بولی میں حج کہتے ہیں۔ دوسرا ہے حج اصغر، چھوٹا حج، جسے اصطلاح شریعت
میں عمرہ کہتے ہیں خانے کعبے کا طواف کیا جائے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی جائے
عمرہ بھی کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور فرماتے ہیں کہ رمضان میں ایک عمرہ
کر لینا انسان کے سال کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اب تو مسلمانوں میں عمرے
کی سنت ختم ہو رہی ہے جماعت والے ہمارے بھائی جاتے ہی رہتے ہیں۔ اللہ مجھے
اور آپ کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ حج کے سوا عمرہ بھی میرے بزرگو ایک عبادت ہے۔

اور امام شافعیؒ کے نزدیک تو عمرہ بھی اسی طرح ضروری ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عمرہ کرلے تو بہتر ہے واجب نہیں ہے ضروری نہیں ہے۔ تو حج اکبر سے مراد کیا ہے حج کا دن۔ یہ حج کا دن تھا۔ عرفات کے میدان میں سارے مسلمان اکٹھے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کو پہلے بھیجا، پھر علی مرتضٰےؓ کو بھیجا کہ جاکر لوگوں کو اعلان سنا دیجئے۔ کونسا اعلان؟ آگے آرہا ہے۔ حج اکبر سے مراد؟ بڑا حج اور بڑا حج کونسا ہے؟ یہ عام جو حج کیا جاتا ہے۔ جس میں لوگوں کا اجتماع زیادہ ہوتا ہے حج اصغر سے مراد عمرہ ہے۔ کیا اعلان سنا دیجئے؟ اِنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ ط۔ بیشک اللہ بیزار ہو چکا ہے مشرکوں سے اور اللہ کا رسول بھی بیزار ہو چکا ہے۔ مشرکوں سے ـــ فَاِنْ تُبْتُمْ۔ پس اگر تم توبہ کرلو اے کافرو۔ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ج پس یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے۔ وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ۔ اور اگر اب بھی تم اڑے رہے روٹھے رہے۔ منہ موڑے رہے۔ فَاعْلَمُوْٓا۔ پس جان رکھو۔ اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے۔ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۙ اور بشارت دے دیجئے کافروں کو دردناک عذاب کی۔ صدق اللہ العظیم۔ انشاء اللہ زندگی رہی تو آئندہ اس کی تفسیر عرض کر دی جائے گی۔

دُعا

یا اللہ! یہ تیرا کلام تیری توفیق کے ساتھ پڑھا گیا۔ اس کے متعلق جو کچھ تیری رضا کے لئے عرض کیا گیا یا اللہ تو اسے قبول فرما۔ اگر کوئی نامیاں ہیں تو مجھے بھی میرے بھائیوں کو بھی سمجھ نصیب فرما یا اللہ ہم سب کو اغلاص سے اس پر عمل کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے حاجی بشیر احمد صاحب حضرت کے خصوصی خادم ہیں ان کی ہمشیرہ، ان کے چچا، ان کے ماموں اکٹھے چند چند دنوں کے وقفے میں فوت ہو

چکے ہیں ان کی مغفرت کے لئے دعا کیجئے۔ اللہ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے ہمارے کیمبلپور کے ایک دوست ہیں ماسٹر محمد سلیم صاحب ان کے والد صاحب بھی فوت ہو چکے ہیں حضرت کے مرید تھے بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے حضرت صاحب سے بھی ان کے اسباق جاری تھے، ان کے لئے بھی دعائے مغفرت کیجئے۔ اللہ ان کو بھی جنت نصیب فرمائے۔ جو بھائی کسی بھی ذہنی، علمی، عملی، دنیاوی مصیبت میں پریشان ہیں، اللہ ان کی پریشانیوں کو دور فرمائے، اللہ ان کی دستگیری اور اعانت فرمائے۔ اللہ تعالےٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہمارے اکابر کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ اللہ تعالےٰ مصری مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائے۔ اللہ دنیائے عرب کو پھر وہی عروج نصیب فرمائے جو حضور کے زمانے میں حاصل تھا۔ اللہ تعالےٰ اسرائیل کو اور یہودیوں کو دنیا سے شکست فاش کے ساتھ ذلیل فرما دے۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کو اتحاد کی دولت سے نواز دے جس طرح آپ مجھ جیسے ادنیٰ سیہ کار کو نوازتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو بھی نوازے۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَجَمَالِ عَرْشِہٖ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

آٹھواں درسِ قرآن مجید

منعقدہ ربیع الاول سنہ ۸۷ھ   جون سنہ ۶۷ء

اس درس مقدس میں مندرجہ ذیل دینی اور علمی فوائد ذکر ہوئے ہیں۔

(۱) سورۃ فاتحہ سے سورۃ توبہ کا باہمی ربط (دفاع وجہاد)

(۲) تحفظ مرکز اسلام (بیت اللہ) کے لئے ہدایات وتعلیمات۔

(۳) صحابہ کی غیر اسلامی تمدن سے ناواقفی۔

(۴)۔ قرآن کی تعلیم خود اعتمادی ہے نہ کہ یہود ونصاریٰ پر اعتماد۔

(۵) خوراک کی پاکیزگی کا اثر معاشرہ پر۔

(۶) کفر کے ہر حملہ کا دفاع کیا جائے۔ (قلم ودوات کی ضرورت)

(۷) اسلام سے پہلے کی تہذیب وتمدن سے نفرت کی جائے نہ کہ فخر

(۸) صدیق اکبر کا تصلب فی الدین۔

(۹) لا اکراہ فی الدین کا مطلب، ابو محذورہ اور جرجہ کا اسلام لانا۔

(۱۰) دینی مدارس کے لئے قابلِ توجہ عرض

(واللہ الموفق)

سُوْرَۃُ التَّوْبَہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْہُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ
وَخُذُوْھُمْ وَاحْصُرُوْھُمْ وَاقْعُدُوْا لَھُمْ کُلَّ
مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا
سَبِیْلَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ
اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْہُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ اَبْلِغْہُ مَاْمَنَہٗ
ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۔ صدق اللہ العلی العظیم

میرے محترم بھائیو، بزرگو اور دوستو، عزیزو اور بہنو! اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آج ہم پھر اللہ تعالےٰ کی بات سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس کو قبول فرمائے اور مجھے اور آپ کو اس کا اجر عطا فرما کر عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے میرے بھائیو یہ بھی ایک قسم کا رباط ہے۔ ہم جیسا کہ میں پہلے کسی درس میں عرض کر چکا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو شیطانی وساوس سے محفوظ رکھنے کے لئے جو نسخہ ارشاد فرمایا اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پابندی، مساجد کے ساتھ دل کا تعلق رکھنا، مسجد کی طرف زیادہ قدم اٹھانا اور آخر میں چل کر فرمایا فَذَالِکُمُ الرِّبَاط، فَذَالِکُمُ الرِّبَاط۔ اور زندگی کی حدیث میں تیسری مرتبہ فرمایا۔ فَذَالِکُمُ الرِّبَاط۔ یعنی یہ تمہارے لئے شیطان کا مقابلہ کرنے کے واسطے بہت بڑی چھاؤنی ہے، یہ تمہارا دفاعی قلعہ ہے اسی طرح میں سمجھتا ہوں اس حدیث کی روشنی میں کہ اللہ تعالےٰ نے ہم جیسے گناہ گاروں کو بھی مہینے میں کم از کم ایک دفعہ اجتماعی طور پہ قرآن مجید سننے اور سنانے

کا شوق پیدا کر کے ہمارے لئے بھی ایک قسم کا حصار بنا دیا ہے۔ مثلاً آج درس ہو رہا ہے۔ پھر جولائی کے آخری اتوار کو درس ہوگا تو آپ دوست اور میں بھی اس خیال میں رہتے ہیں کہ بھائی کب آخری اتوار آئے گا۔ تو جتنی یہ گھڑیاں، یہ ساعتیں، یہ وقت اس انتظار میں گذرتا ہے میرے بزرگو، یہ نیکی کا انتظار بھی نیکی ہے۔ تو اللہ تعالٰی مجھے اور آپ کو عمل کی بھی سعادت عطا فرمائے۔

آج سورت توبہ کے پہلے رکوع کی آخری آیات پڑھی گئی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آج سورۃ توبہ کا یہ درس اپنے مقام پر پہنچ کر ختم ہو جائے تاکہ آئندہ اگلی سورت کو شروع کر دیا جائے اس لئے اسی کے متعلق مزید چند باتیں میں عرض کروں گا۔

اگر آپ نے غور فرمایا ہو تو دیکھئے سورت بقرہ کے آخر میں، اور قرآن کریم سمجھنے کا ایک طریقہ اور قاعدہ ہے، ہر سورت کے آخر میں تقریباً رب العالمین عزاسمہٗ اس ترتیب کے مطابق جسے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب دی ہے ہر سورت کے آخر میں اس سورت کے جوہر کو اللہ تعالٰی بیان فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح سورت بقرہ کے آخر میں اللہ تعالٰی نے اپنے نیک بندوں کو، [illegible] کو ایک دعا بتائی جس کے آخر میں یہ فرمایا۔ وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اس میں ہمیں دعا سکھائی کہ اے میرے بندو! مجھ سے یہ دعا مانگو کہ اے اللہ کافروں کے مقابلے میں ہمیں فتح عطا فرما۔ جو تیرے دین کو مٹانا چاہتے ہیں، جو تیرے دین کے منکر ہیں۔ یا اللہ ان کے مقابلے میں میری مدد فرما۔

پھر اگر آپ نے غور فرمایا ہو تو سورۃ آل عمران کے آخر میں اللہ تعالٰی عزاسمہٗ

نے ہمیں حکم دیا وہ کیا فرمایا۔ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o اے ایمان والو! برداشت کرتے رہو اللہ کی طرف سے جو کچھ آتے۔ جو بات تم کو پسند ہو اس کو بھی برداشت کرو، جو تمہیں ناپسند ہو اس کو بھی برداشت کرو۔ یقین یہ رکھو کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ ہوتا ہے اس میں خیر اور برکت ہوتی ہے۔ وَصَابِرُوْا۔ اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرو۔ ان کو بھی اس بات پر آمادہ کرو کہ من جانب اللہ کبھی تمہاری مرضی کے مطابق باتیں ہوں گی۔ کبھی ایسی باتیں بھی ہوں گی جن کو تمہاری طبیعت ناگوار سمجھے گی لیکن تم اس بات پر یقین رکھو کہ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَةِ ط حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ رب العالمین سب سے بڑے علیم اور حکیم ہیں۔ وہ تمہاری زندگی میں جو ردّو بدل اختیار کرتے ہیں ان پر تمہیں یقین ہونا چاہیے۔ اس لیے تم بھی صبر کرو۔ دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرو۔ وَرَابِطُوْا۔ اور کام میں لگے رہو، جہاد میں لگے رہو، دفاع میں لگے رہو۔ مرابط رہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اسی طرح سورت النساء کے آخر میں فرمایا۔ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ط وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ o اللہ تمہارے لیے اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہی سے بچ جاؤ اللہ تعالےٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

میرے بزرگو ذرا کچھ اور لوٹ کر دیکھیں۔ سورت فاتحہ کے شروع میں ترتیب عثمانی کے اعتبار سے جس ترتیب کی تصدیق کی جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے۔ تو دیکھیے سورت فاتحہ کے آخر میں ہمیں کونسی دعا بتائی؟ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ o صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۵

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ o اللہ! ہمیں اس راستے پر چلا جو تیرا پسندیدہ راستہ ہے۔ ہمیں ان لوگوں کے رستے پر نہ چلا جو تیرے مغضوب علیہم کا رستہ ہے ہمیں ان لوگوں کے رستے سے بھی بچا جو ضالین اور گمراہوں کا رستہ ہے

تو اب اس روشنی میں اگر آپ غور فرمائیں گے اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی قرآن میں تدبر کی توفیق عطا فرمائے تو آپ سمجھتے جائیں گے کہ قرآن کریم کا منشاء کیا ہے؟ قرآن مجید کیا فرمانا چاہتے ہیں مسلمانوں کے لیے قرآن مجید نے کونسا راہِ عمل متعین کیا۔ پھر سب سورتوں میں غور کرتے کرتے جب سورت انفال تک پہنچیں گے تو سورتِ انفال میں اللہ تعالےٰ نے غزوۂ بدر کا بیان فرمایا۔ غزوۂ بدر کے متعلق قرآن مجید نے کیا فرمایا؟ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ط اور پھر اس غزوہ بدر کو، بدر کی فتح کو اللہ تعالےٰ نے کیا فرمایا؟ یوم الفرقان۔ وہ دن جو امتیازی دن ہے۔ جس دن بات کھل گئی کافروں اور مسلمانوں کے درمیان، جس دن پتہ چل گیا کہ اللہ تعالیٰ کا دین سب دینوں سے بلند ہے اور وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ط تو مٹھی بھر مسلمانوں نے اتنی عظیم طاقت کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی چھوٹے چھوٹے نابالغ بچوں نے معوذ اور معاذ نے، بیوہ ماں کے بیٹوں نے ابوجہل جیسے دشمن اسلام کو جہنم رسید کیا۔ سمجھ گئے دنیا والے کہ ہاں اسلام میں قوت ہے اور اسی کی طرف اشارہ کیا تھا سورت بقرہ کے آخر میں کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃًۢ بِاِذْنِ اللّٰہِ ط کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ بلکہ بہت دفعہ یہ ہوتا ہے کہ تھوڑی سی تعداد والے بہت سی تعداد پر غالب آجاتے ہیں اور میرے بزرگو! اسلام میں تو قلت اور کثرت کا کوئی دخل ہے ہی نہیں۔ اسلام میں اعتماد کس چیز پر ہے؟ اللہ کی امداد پر

اللہ کی نصرت پر، اللہ کے تعاون پر، ع

مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

تو سورت انفال میں، جو سورت توبہ سے پہلے ہے اور بعض علما کے تفسیر کے مطابق سورت توبہ سورت انفال ہی کا ایک حصّہ ہے، اس میں میرے بزرگو کیا بتایا رب العالمین نے ہمیں کیا سمجھایا؟ کہ بدر کا دن یوم الفرقان تھا۔ یہ تمہارے لئے امتیازی تھا۔ اس دن تم کو پتہ چل گیا اور دنیا والوں کو بھی پتہ چل گیا۔ تمہیں تو یہ پتہ چل گیا کہ تم جب اللہ کی ذات پہ اعتماد رکھو گے، قرآن مجید دیکھ لو۔ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ٥ آل عمران (۱۲۵) قرآن مجید میں آتی ہے آیت موجود ہے کہ اگر تم نے برداشت کیا، مجھ سے ڈرتے رہے تو میں تمہاری مدد آسمانی فرشتوں سے کروں گا۔ مسلمانوں کو بھی یقین ہو گیا کہ ہماری حیثیت دنیا میں ممتاز ہے اور ہم ان شاء اللہ دنیا پر غالب رہیں گے۔ اسی طرح کافروں کو بھی پتہ چل گیا کہ یہ قوم سے مٹنے والی نہیں ہے یہ مسلمان دنیا بھر میں ابھر کر رہیں گے۔ دنیا میں غالب ہو کر رہیں گے۔

اس لئے اگر آپ غور فرمائیں اپنی تاریخ پر تو غزوۂ بدر کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے خلاف ایک تیسری جماعت کھڑی ہو گئی جسے منافق کہتے ہیں۔ منافقوں نے یہ پالیسی اختیار کی اب ہم طاقت کے زور سے مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتے اب ہم کوئی ایسی پالیسی اختیار کریں کہ جس پالیسی کے ضمن میں مسلمانوں کو شکست ہو۔ تو یہ ساری طاقتیں کیوں بنائی گئیں؟ یہ سب کچھ کیوں تیار کیا گیا؟ یہ کافروں کو بھی یقین ہو چکا تھا کہ دنیا سے اب مسلمان نہیں مٹ سکتے۔ جن مسلمانوں نے ۳۱۳ کی تعداد میں اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقت کو شکست دی باوجودیکہ مسلمانوں کے پاس نہ کچھ سامان تھا، نہ مسلمانوں کے پاس دولت تھی، نہ مسلمانوں کے پاس یونیفارم تھا نہ مسلمانوں کے پاس

داشن تھا۔ کچھ بھی نہیں تھا۔ صرف اللہ کی ذات پر اعتماد تھا، اللہ کی ذات پر یقین تھا اور اس بات پر یقین تھا کہ کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً م بِإِذْنِ اللهِ تو سورت انفال میں میرے بزرگو! رب العالمین نے غزوۂ بدر کو یوم الفرقان قرار دے کر مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ اب دنیا میں تمہاری ہستی دوسروں کی نظر میں بھی مسلم ہے۔ آئندہ کے لئے تم اپنے نظام کو ایسا بناؤ کہ تمہارا نظام عالمگیر ہو جائے۔ اور اس نظام کو عالمگیر بنانے کے لئے اپنے ایک خاص خطے کو ہمیشہ کے لئے دارالسلام بنا رکھو۔ اس کو مرکز قرار دے دو۔ وہ اگر ہرا بھرا رہے گا تو دنیا میں اس کی شاخیں پھیلتی چلی جائیں گی۔ اگر خدانخواستہ تمہارا مرکز کمزور ہو گیا تو پھر دنیا میں تم کامیاب نہیں نہیں ہو سکتے۔ میں اس کی مثال یوں عرض کر سکتا ہوں میرے بزرگو! دیکھیے اگر پودے کی بیخ میں، بنیاد میں آپ پانی ڈالتے رہیں گے تو وہ پودا ہرا بھرا رہے گا۔ اگر کوئی پودے کی شاخوں پر پانی ڈالتا رہے۔ پتوں پر پانی ڈالتا رہے اور اس کی جڑوں میں پانی نہ ڈالے تو آپ ہی فیصلہ کریں وہ پودا پھر خشک رہے گا یا وہ پودا پھر سبز رہے گا۔ وہ پودا تو تھوڑی دیر کے بعد ختم ہو جائے گا۔ کہ پانی ڈالنے والے نے پتوں کو ہرا کیا، پانی ڈالنے والے نے شاخوں کو تر کیا اس کی جڑوں میں پانی نہ ڈالا۔

مسلمان کی سب سے بڑی جڑ اس دنیا میں کونسی چیز ہے؟ بَيْتُ اللهِ الْمُكَرَّم۔ اللہ تعالٰے کا گھر جسے بیت اللہ کہتے ہیں جسے کعبۃ اللہ کہتے ہیں، جسے أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ کہا قرآن مجید نے۔ تو بیت اللہ جس ملک میں آباد ہے اس ملک کا نام کیا ہے؟ جزیرۂ عرب، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی وصیت مقدسہ میں أَخْرِجُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حالانکہ یہودیوں اور عیسائیوں کو دنیا ہی سے مٹانا بھی مسلمانوں ہی کا کام ہے اور ان شاء اللہ مسلمان دنیا سے ان کو مٹا کر رہیں گے بشرطیکہ ہم مسلمان ہو جائیں۔ اللہ تعالٰے ہمارے عرب

عرب بھائیوں کی خطاؤں کو معاف فرمائے، اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو فتح مبین نصیب فرمائے، اللہ ان کی لغزشوں سے درگذر فرمائے۔

وہ عرب جن کے نام سے دنیا کانپتی تھی۔ وہ فردوسی نے لکھا ہے۔ اپنے شاہنامے میں ؎

ز شیرِ شتر، گوشتِ سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تختِ کیہاں راکنند آرزو!
تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو!

فردوسی کہتا ہے کہ وہ عرب جو سوسمار (گوہ) کا گوشت کھانے والے ہیں، اونٹنی کا دودھ پینے والے ہیں۔ دنیا کی نظر میں غیر مہذب قوم جن کے پاس نہ اپنا کوئی تمدن ہے نہ اپنی تہذیب ہے، نہ کوئی لباس ہے نہ کوئی یونیفارم (UNIFORM) ہے، نہ کوئی فرنیچر (FURNITURE) ہے کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ تو یہ پہچانتے بھی نہیں کہ یہ چپاتیاں ہیں یا سفید کاغذ ہیں۔

جب ایران کو فتح کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے اور وہ کسریٰ کے محل میں جب داخل ہوئے تو وہاں کافور کے مرتبان بھرے ہوئے تھے۔ علامہ بلاذری نے "فتوح البلدان" میں اس کو لکھا ہے کہ مسلمان جب داخل ہوئے محل میں تو دیکھا کہ وہاں مرتبان بھرے ہوئے ہیں کافور کے صحابہ یہ سمجھے کہ یہ شاید نمک ہے۔ بطور نمک کے ہانڈی میں ڈالنے لگے اور ان کے ہاں بھی خوراک مسئلہ بہت اہم تھا جیسے ہمارے ہاں یہ پیٹ کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ آج ساری دنیا پیٹ کے چکر میں ہے۔ وہ ڈارون کی ایک تھیوری (THEORY) ہے کہ آخر وقت میں انسان کا جو سر ہے یہ بہت چھوٹا ہو جائے گا اور پیٹ پھول جائے گا۔ تو وہ تو ایسے ہی بکتا ہے میرا خیال

ہے وہ سمجھا نہیں، اس کو یوں کہنا چاہیئے تھا کہ آخر زمانے میں انسان صرف پیٹ کا پجاری رہ جائے گا اور دماغ کی ساری محنتوں کو پیٹ بھرنے پر لگا دے گا۔ جیسے آج ہمارا حال ہے۔

تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو تو اتنا بھی نہ پتہ چل سکا کہ یہ کافور ہے یا نمک ہے تو وہ کافور کو ہانڈی میں بطور نمک کے ڈالنے لگے۔ اور اس ملک میں جو لوگ چپاتیاں کھاتے تھے، میدے کی چپاتیاں، جیسے ہمارے ہاں کھانے کی کتنی قسمیں ہیں میدے کی چپاتیاں اتنی نرم تھیں، اتنی مہین تھیں، اتنی پتلی تھیں کہ وہ سمجھے کہ یہ کاغذ پڑا ہے یہ حال تھا عرب کا۔ لیکن ؎

زشیر گوشت سوسمار!
عرب را بجائے رسید است کار!
کہ تخت کیہاں راکنند آرزو!
تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو!

آج وہی عرب ان یہودیوں کا مقابلہ نہ کر سکے (میں یہ طنزاً نہیں کہہ رہا، افسوس سے کہہ رہا ہوں، عبرت کے لئے کہہ رہا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ملک کو اور باقی تمام اسلامی ممالک کو دشمنانِ دین کے حملوں سے بچائے) لیکن خالی دعاؤں سے کچھ نہیں بنتا، زمانے کے حالات کا مقابلہ کیا جائے، زمانے کے حالات کو دیکھا جائے دنیا میں کیا ہو رہا ہے کیا نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صرف اسی پر اکتفا کیا تھا؟ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسباب کے عالم میں بھی سب سے آگے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہر نظام کو اختیار کیا جو نظام کسی دفاع کے لئے ضروری ہو سکتا ہے اور دنیا میں امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح طرح دوسرے امور میں ماہر اور حرفِ آخر تسلیم کئے جا سکتے ہیں اسی طرح امام الانبیاء

دفاعی امور میں بھی سب سے آخری دلیل اور سب سے آخری حجت اور برہان ہیں۔
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تو وہ عرب جو نمک نہیں جانتے تھے، کافور اور نمک میں فرق نہیں کر سکتے تھے وہ عرب جو چپاتی اور کاغذ میں فرق نہیں کر سکتے تھے، ان عربوں کی یہ کیفیت تھی۔ جیسے فردوسی نے بیان کیا ہے

زشیر شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیہاں را کنند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں فتح حاصل کی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اے مسلمانو! تم اپنے مرکز کو ہمیشہ کے لئے ان کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ رکھو، ان کی منافقانہ چالوں سے محفوظ رکھو اس لئے امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا اَخْرِجُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصَارٰی مِنَ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ کہ جزیرہ عرب سے یہودیوں کو بھی نکال دینا اور عیسائیوں کو بھی نکال دینا اور مشرکین کے متعلق بھی سورت براءۃ میں فرما دیا۔ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ اللہ اور اللہ کے رسول کو کوئی تعلق نہیں رہا مشرکوں کے ساتھ، ہمارا تمہارے ساتھ اب کوئی عہد و پیمان نہیں ہو سکتا۔ صرف دو باتوں میں ہمارا اور تمہارا عہد و پیمان ہو سکتا ہے امن کی زندگی بسر کرنا چاہو، یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ (توبہ ۲۹) جزیہ دو، ہمارے ماتحت ہو کر رہو ورنہ پھر تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرنے والی تلوار ہے، تیسرا اور کوئی راستہ

ہمارے تمہارے درمیان نہیں ہے۔ تو اس کے لئے مرکز کا باقی رہنا میرے بزرگو
بڑا ضروری ہے، اور مرکز کو باقی رکھنے کے لئے آپ نے کبھی غور فرمایا ہو تو ہر مسلمان
کو مکلف کیا خداوند قدوس نے کہ وہ دن میں کئی مرتبہ اس امر کا دھیان رکھے۔ اس
امر کو ملحوظ رکھے کہ میرا ایک مرکز ہے اور میری وابستگی اسی مرکز کے ساتھ ہے دیکھیے
جب ہم نماز پڑھتے ہیں میرے بھائیو اور بزرگو، دنیا بھر کے مسلمان، کہیں بھی ہوں
خواہ وہ فضا میں نماز پڑھیں، ہوائی جہاز میں پڑھیں، خواہ وہ زمین پر نماز پڑھیں
خواہ وہ سب میرین کے اندر نماز پڑھیں (مسلمان تو وہاں بھی نماز پڑھنے کا مکلف
ہے)، خواہ وہ جاپان میں پڑھے۔ خواہ امریکہ کے کسی کونے میں پڑھے، خواہ جزائر
نجی کے کسی چھوٹے جزیرے میں پڑھے، نماز میں ہم کیا کہتے ہیں؟ منہ طرف خانے کعبے
کے۔ دیکھا۔ ہم نے اپنی نماز میں کس چیز کو لازم رکھا اللہ کے حکم کے ساتھ؟ کہ ہمیں
یہ حکم دیا گیا۔ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔ بقرہ ۱۵۰) جہاں بھی تم ہو جہاں سے
بھی تم نکلو، نماز کے وقت اپنا چہرہ کدھر بدلو؟ مسجد حرام کی طرف، کہ دن میں تمہیں
کئی مرتبہ اس بات کا احساس ہو جائے کہ میں دنیا میں اکیلا نہیں، میں دنیا میں
بے لگام نہیں، میں دنیا میں بے ربط اور بے ضبط نہیں، میرے ساتھ دنیا کے
کروڑہا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والے ہیں جن کا وہی کعبہ ہے جو
میرا کعبہ ہے۔ تو کعبے کے سطوت کو، کعبے کی عظمت کو، کعبے کے ساتھ نسبت قائم
کرنے کو نماز میں حکم دیا گیا کہ تم جہاں بھی اپنی نمازوں میں رخ بیت اللہ المقدس کی
طرف پھیر دو۔ اس بیت اللہ کو پھر غیروں کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا اس لئے
سورت توبہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو اعلان فرمایا جانب اللہ کہ اللہ
اور اللہ کا رسول بری ہے کافروں سے۔ اللہ اور اللہ کا رسول بیزار ہے مشرکوں سے

اور پھر حدیثِ مقدس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سال کے بعد آج
کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا۔ اس کے بعد کوئی کافر بیت اللہ
میں پاؤں نہیں ڈالے گا۔ یہ ساری زمین ارض حرم ہے اس لئے کسی کافر کو یہاں گھسنے
کی اجازت نہیں ہے۔ یعنی بڑے سے بڑا کافر کیوں نہ ہو۔

آپ میں سے بعض دوستوں کو یاد ہو گا کہ ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۰ء میں جب جنگ
چھڑی ہے، دوسری جنگ عظمیٰ تو اس میں روزولٹ (ROOSEVELT) اور چرچل
(CHURCHILL) تھے۔ ان دونوں نے درخواست کی سلطان عبد العزیز سعود
رحمۃ اللہ علیہ سے (اللہ ان کو جنت نصیب فرمائے بہادر مجاہد قسم کے سلطان تھے)
کہ ہم آپ کے ساتھ کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہاں؟ "جہاں
آپ فرمائیں گے" انہوں نے فرمایا "مکہ مکرمہ بھی اور مدینہ منورہ بھی
ارض حرم ہے۔ ان دونو حرموں میں غیر مسلم داخل نہیں ہو سکتا چنانچہ ایک جنگی جہاز
پر تجویز ہوئی ملاقات کی۔ سلطان رابغ کی بندرگاہ پر تشریف لائے اور اس جہاز میں
بیٹھ کر ان دونو کے ساتھ بات چیت کی اور جہاں تک میں نے پڑھا ہے سلطان کی
تاریخ میں "اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ" میں جو سفیر تھا پاکستان میں سعودی عرب کا،
علامہ عبد الحمید خطیب، جو کہ شیخ الحرم تھے (اللہ ان کو جنت نصیب فرمائے،
فوت ہو چکے ہیں) مکہ مکرمہ میں شیخ الحرم تھے، درس حدیث دیتے تھے شیخ الحدیث
تھے۔ پھر سعودی حکومت نے سب سے پہلا جو پاکستان میں سفیر مقرر کیا وہ علامہ
شیخ عبد الحمید خطیب تھے، بہت اچھے آدمی تھے انہوں نے سلطان عبد العزیز
نے ان سے کہا کہ ہم آپ کی مدد کرتے ہیں لیکن ایک شرط ہے کہ فلسطین سے یہودیوں
کو نکال دیا جائے گا لیکن نہ سمجھ سکے سلطان صاحب کہ اللہ تعالے نے جو فرما دیا کہ
لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ (المائدہ ۵۱) ان کی باتوں پر

کوئی اعتماد نہ کیا جائے اور پھر قرآن نے کیا فرمایا؟ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ ج قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ صلے وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ٥ (پارہ ۴، سورت آلِ عمران، رکوع ۳ آیت ۱۱۸)

قرآن پڑھیں تو پتہ چلے۔ کہتے ہیں قرآن کیا ہے؟ (نعوذ باللہ من ذالک) قرآن پڑھے تو مسلمان بھٹکا ہی نہیں، قرآن پڑھتا تو کبھی ذلیل نہ ہوتا۔ ذلت تو اسی لیے ہے کہ قرآن سے مسلمان کٹ گیا قرآن مجید نے کیا فرمایا؟ کہ اے مسلمانو! لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ۔ اپنے سوا دوسری کسی قوم کو اپنا استر نہ بناؤ بطانہ کہتے ہیں کوٹ کے استر کو، اندر کی طرف جو کپڑا لگا ہوتا ہے۔ وہ بدن کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ یعنی اپنے سوا کسی دوسری قوم کو۔ کسی دوسری ملت کے پرستار کو اپنا راز دار اور اپنا راز دان نہ بناؤ۔ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ط وہ تو تمہیں ذلیل کرنے میں ذرا کسر بھی نہیں چھوڑتے وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ۔ وہ تو خوش ہوتے ہیں۔ جس چیز سے تمہیں دکھ پہنچے۔ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ۔ وہ منہ سے بھی کئی دفعہ حسد اور بغض کی باتیں کر چکے ہیں لیکن مَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ۔ ان کے اندر جو کچھ چھپا ہے وہ تو بہت بڑا ہے۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ٥ کاش تم میں عقل ہوتا، تم سمجھدار ہوتے تو میری کھلی کھلی باتوں کو سمجھ سکتے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے غزوۂ بدر کو یوم الفرقان قرار دے کر مسلمانوں کو حکم دیا کہ اب تمہارے لئے مرکزی جگہ کونسی ہونی چاہیے؟ جزیرۃ العرب اگر ساری دنیا میں خدانخواستہ اسلام باقی نہ رہے اور جزیرہ عرب میں باقی رہا اور خدانخواستہ ارضِ حجاز اسلام سے خالی ہوگئی تو پھر کچھ معاملہ ٹیڑھا ہی سا بن

جائے گا اور اگر آپ دوستوں نے دیکھا ہوگا تو حدیثوں میں آتا ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب اسلام مدینہ منورہ کی طرف اس طرح دوڑتا ہوا چلا آئے گا جس طرح کہ سانپ اپنے بل کی طرف دوڑتا ہے۔ یعنی قیامت کے قریب دنیا سے اسلام سٹ جائے گا لیکن مدینہ منورہ پھر بھی اسلام سے آباد اور شاداب رہے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرکز کی تروتازگی اور مرکز کی آبادی، سارے عالم کی آبادی ہے۔ اور روحانیات کے علماء نے تو لکھا ہے کہ بیت اللہ شریف میں کسی کام کی ایجاد ہو جائے تو وہ کام ساری دنیا میں پھیل جاتا ہے کیونکہ بیت المحرم ساری کائناتِ ارضی کا بہت بڑا مرکز ہے روحانی اعتبار سے جو کام وہاں سے شروع ہو وہ ساری دنیا میں پھیل جاتا ہے۔ میں اس موضوع کی طرف زیادہ نہیں جاتا کیوں کہ وقت تھوڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج اس سورت کے اس رکوع کو ختم کر دیا جائے۔

تو میرے بزرگو میرے بھائیو سورتِ براءۃ میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو خود اعتمادی کا سبق دیا کہ اپنے آپ پر اعتماد کرو۔ ان سب سے کہہ دو۔ تھوڑی دیر کے لئے آپ سوچیں جس وقت یہ اعلان ہوگا اس وقت مسلمانوں کی تعداد آپ کے خیال میں کتنی ہوگی؟ کتنے کروڑ ہوں گے؟ نبیِ کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جب خطبہ دیا اور اس میں جو اپنی امت کو خطاب فرمایا اس وقت صحابہ کرام کی جو تعداد مورخین نے لکھی ہے، امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں جو سب سے بڑا اجتماع ہوا ہے وہ حجۃ الوداع کا اجتماع ہے جس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم و بیش صحابہ کرام تھے آپ سوچیں غور فرمائیں۔ جس قوم کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہو وہ ساری دنیا سے کیا کہتی ہے؟ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ

اَنَّ اللّٰہَ بَرِیٓءٌ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۙ وَرَسُوۡلُہٗ سن لو دنیا والو! اِلَی النَّاسِ۔ لوگوں کی طرف۔ یعنی عربوں کی طرف نہیں، صرف مصریوں کی طرف نہیں، صرف بھارت والوں کی طرف نہیں۔ اِلَی النَّاس۔ سب دنیا کی طرف، ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش مسلمان اعلان کرتے ہیں۔ کیا اعلان کرتے ہیں؟ کہ سن لو! ہمارا اللہ اور ہمارا رسول تم سے بیزار ہیں اور تمہارے سامنے ہمارے اللہ اور ہمارے رسول نے جو باتیں رکھی ہیں وہ یہ باتیں ہیں کہ یا اطاعت قبول کرو۔ یا جزیہ دو یا میدان میں نکل آؤ۔ تو اندازہ لگائیں اس خود اعتمادی کے سبق کا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خود اعتمادی کا سبق دیا کہ مسلمانوں میں اعتماد پیدا ہو خود اعتمادی ہر حال میں قائم رکھی جائے۔ ہم جب وضو کرتے ہیں حضور اکرمؐ نے منع فرمایا ہے کہ وضو کرتے وقت کسی دوسرے کا سہارا نہ لیا جائے کہ لوٹے میں پانی ایک ڈالتا ہے اور وضو مولوی صاحب یا قاضی صاحب یا حضرت صاحب کرتے ہیں اگر معذور ہیں تو پھر تو خیر کوئی بات نہیں، جان بوجھ کر معذور نہ بنیں، اعتماد اپنا خود پیدا کرے اگر وہ خود وضو نہیں کر سکتے تو مورچے میں بیٹھ کر بندوق کیسے چلائیں گے وہاں کون ہوگا؟ مسلمانوں کو خود اعتمادی کا سبق دیا، عَلَیۡکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ ج (المائدہ ۱۰۵) دوسروں کی طرف مت دیکھو اپنے وجود کو مستقل سمجھو کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے اور یہی سبق دیا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو۔ دیکھئے غارِ ثور میں آپ کے ساتھ کون تھا؟ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی میرے بزرگو اور میرے بھائیو! مکہ مکرمہ سے آپ چلتے ہیں۔ مدینہ منورہ کو جا رہے ہیں راستے میں غارِ ثور میں آپ نے پناہ لی۔ حضرت صدیق اکبرؓ حضورؐ کے ساتھ تھے۔ تو صدیق اکبرؓ بتقاضائے بشریت گھبراتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ اللہ کے نبیؐ! ہمیں وہ پکڑ لیں گے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں، غار کے سامنے مجھے

کفار اور مشرکین مکہ کے پاؤں نظر آرہے ہیں، وہ تو غار کے منہ پر، وہاں سے پر پہنچ چکے ہیں کیا فرمایا نبی کریم نے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ہ توبہ ع۴) ۔ صدیق امت گھبرا، اللہ ہمارے ساتھ ہے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ میرے ساتھ ہے ۔ اللہ میرے ساتھ بھی ہے، اللہ تیرے ساتھ بھی ہے (مَعَنَا جمع کا صیغہ ہے) میرے ساتھ بھی وہی اللہ ہے تیرے ساتھ بھی وہی اللہ ہے ۔ گھبرانے کی کون سی بات ہے یعنی اعتماد کر اپنے آپ پر عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ اپنے آپ پر اعتماد پیدا کرو۔ دعا کیا کرو اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو خود اعتمادی کی توفیق عطا فرمائے اور مسلمان اس بات کو سمجھ لیں کہ جب ہم دنیا میں تھوڑی سی تعداد میں تھے ہم نہیں مٹ سکے تو آج تو دنیا میں ہم کروڑوں کی تعداد میں ہیں ۔ دنیا کی کونسی طاقت ہے جو ہمیں مٹا سکتی ہے؟ کاش مسلمان اس سیرت پر چلیں جو سیرت ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی، جو سیرت ہے خلفاء راشدین کی جو سیرت ہے صحابہ کرام کی جو زندگی ہے علماء حق کی، تو مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا ہو ۔ خود اعتمادی میرے بزرگو! سب سے بڑا سبب ہے سب سے بڑا ہتھیار ہے اور سب سے بڑی اساس اور بنیاد ہے تو سورت برآءۃ میں مسلمانوں کو خود اعتمادی کا سبق دیا گیا اور خود اعتمادی کے سبق میں یہ فرمایا کہ جن کے ساتھ تمہارے عہد وپیمان کو پورا کرو اور جن کو تم نے ویسے موقع دیا سوچنے سمجھنے کا ان کا بھی سوچنے سمجھنے کا وقت گذر جائے تو ان کے سامنے بھی یہی مسئلہ رکھو کہ بھائی وقت اب گذر چکا ہے، اگر تم نے ہماری بات مانی تو فبہا، نہ مانی تو پھر آؤ ہمارے ساتھ مبارزت کے لئے تیار ہو جاؤ ۔

اس تمہید کے بعد میں ترجمے کے ساتھ تشریح عرض کرنا چاہوں گا تاکہ اللہ کرے یہ رکوع آج پورا ہو جائے تو انشاء اللہ آئندہ اگلی سورت کو شروع کریں گے

ارشاد فرمایا۔ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۔۔۔ فاذا ۔ پس جب ۔ انْسَلَخَ ۔ پورے ہو جائیں ۔ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ ۔ وہ عزت والے مہینے ۔ یعنی تم نے جن لوگوں کے ساتھ عہد و پیمان کیا اس کو بھی تم پورا کرو، جن کے ساتھ تم نے عہد و پیمان تو نہیں کیا تھا لیکن تم نے ان کو مہلت دی تھی کہ ہم چار مہینے تمہارا انتظار کرتے ہیں تم اس بات کو سوچ لو، سمجھ لو، تمہارے لئے اسلام مفید ہے یا غیر مفید ہے۔ چار مہینے کی مدت بڑی کافی ہوتی ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں ۔ اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں کہ چار مہینے کسی انسان کے سوچنے سمجھنے کے لئے بڑے کافی ہوتے ہیں شاید اسلئے قرآنِ مجید میں آتا ہے کہ جب کوئی خاوند مر جائے ، اس کی بیوہ کے لئے عدت کتنی ہے ؟ چار مہینے اور دس دن ۔ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (بقرہ ۲۳۴)

عدت وفات ہے چار ماہ دس دن ۔ بیوی سوگ کرے گی اپنے خاوند کے مر جانے پر چار ماہ دس دن ۔ چار ماہ دس دن کے اندر وہ اپنے مستقبل کو سوچ سکتی ہے اس کے بعد وہ جو قدم اٹھانا چاہے اس کو اختیار ہے تو چار مہینے کی مدت بڑی کافی معلوم ہوتی ہے اس لئے اس زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے کافروں مشرکوں کو یہ مہلت دی تھی کہ تم بھی چار مہینے تک یہ سوچ لو اگر تم اسلام کو قبول کرنا چاہو تو فبہا ورنہ پھر جو دوسرا راستہ ہے وہ تمہارے لئے ہم نے کھول رکھا ہے تو فرمایا چونکہ تم نے عہد و پیمان کیا ہے۔ اس لئے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ ۔ پس جب پورے گذر جائیں انسلاخ کا معنیٰ پورا گذرنا ۔ مضیٰ کا معنی گذرنا ۔ قرآنِ مجید تو ایسی کتاب ہے ، اللہ کا کلام ہے بھائی ۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۔ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

صدقاً و عدلاً اللہ تعالےٰ نے جو کلمہ کسی جگہ ارشاد فرمایا وہ اپنے موضوع کے اعتبار سے، اپنی فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے وہی جچتا ہے۔ دوسرے کسی کلمے کے لانے سے معنےٰ بگڑ جائے گا۔ اِنْسِلاخ مشتق ہے سَلَخَ سے۔ س۔ ل۔ خ۔ سَلَخَ کہتے ہیں میرے بھائیو اور میرے بزرگو بکری کو ذبح کر دینے کے بعد دنبے کو ذبح کر دینے کے بعد، اس کی کھال کا پوری طرح اتار لینا۔ ایک تو ہم یہ کھال کاٹتے ہیں بعض لوگ اور بعض یہ کرتے ہیں کہ دنبے کو ذبح کیا اور اس کو پھر لٹکا دیتے ہیں اور پھر اس کی کھال کو پورا صحیح سالم اس سے نکال لیتے ہیں، اسے عربی زبان میں کہتے ہیں انسلاخ۔ اور اسی سے مشتق ہے مُسْلِخْ۔ ہماری بولی میں کہتے مُصَلّی لفظ کو کبھی ص کے ساتھ بنا دیتے ہیں۔ یعنی نمازی، حالانکہ بیچارے میرا خیال ہے نمازیں کم پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اگر ان کو نمازی بنا دیں تو پھر دیکھیں کتنا مزا آئے۔ ہمارے ذبیحہ کرنے والے مسلمان بھائی، یہ جو ذبح کرتے ہیں قصاب، اگر میرے بزرگو! یہ نمازی بن جائیں تو میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں ہمارا معاشرہ آدھا نمازی بن جائے۔ وہ کیسے؟ جب ایک قصّاب ذبح کرتے وقت باوضو ہو، نماز پڑھ کر آیا ہو، قرآنِ مجید کی تلاوت ہو اب یہ ہاتھ چھری پکڑے اور پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ اَکْبَرْ پھر وہ باوضو اس کی کھلڑی اتارے اور اس کے بعد پھر وہ باوضو ہو۔ یا بے وضو ہی سہی۔ لیکن پاکدامن ہو نماز پڑھ کر آیا ہو، قرآن کی تلاوت کی ہو۔ پھر وہ گوشت کو کاٹے اور بیچے اور پھر وہ گوشت جس گھر میں پہنچے، آپ پھر دیکھیں کتنی لذت اور کتنا مزا آئے۔ یہاں تو پتہ ہی نہیں ہوتا ہمارے ان بھائیوں کو نماز پڑھتے بھی یا نہیں پڑھتے اللہ ان کو بھی نمازی بنائے، اللہ ہمیں بھی نمازی بنائے۔ اس لئے پہلے زمانے کے علماء نے اور صوفیائے کرام نے، آج بھی جو محتاط لوگ ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ بے نماز کا ذبیحہ بہتر نہیں کسی نے تو زیادہ تشدد کیا ہے لیکن فتوے کے اعتبار سے بھی اور تقوے کے اعتبار سے بھی، بے نماز کا ذبیحہ بہتر

نہیں کیوں کہ بے نماز کی ذبیحے ہیں وہ روحانیت باقی نہیں رہتی، اگر وہ نمازی بن جائیں جیسے اپنے آپ کو وہ مُصَلّی کہتے ہیں ۔ (صحیح لفظ مُسلِخ ہے) ہمارے بھائی ہیں میں ایک بات عرض کر رہا ہوں اللہ ان کو صحیح مُصَلّی بنا دے (صاد کے ساتھ) تو پھر دیکھیے ہماری ہانڈیوں میں سے بھی ایمان کی خوشبو آنے لگے گی ۔ لیکن کچھ وہ خراب، کچھ ہم خراب، آگے سارا حساب ہی خراب ہوتا ہے ۔ تو پھر ہانڈی جو پکتی ہے اور پھر وہ جو اندر جاتی ہے تو وہ اندر جا کر وہی گل کھلاتی ہے جو اسے کھلانا چاہیئے ۔

تو فرمایا کہ جب گذر جائیں اشہر الحرم پوری طرح، پورے چار ماہ گذر گئے ۔ تم عہد و پیمان میں بڑے محتاط رہو ۔ مومن کی نشانی ہے کہ مومن جب وعدہ کرے تو وعدے کی پابندی کرے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المومنین ۸) ۰ اور منافق کی نشانی بتائی اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ ۔ مومن اگر کسی نیکی وعدہ کرے، اس وعدے کی پابندی کرے خواہ کتنا بھی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے ۔ اور منافق کے متعلق فرمایا کہ منافق کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جب وعدہ کرے گا مخالفت کرے گا تو اس لئے یہاں فرمایا کہ تم نے چونکہ پیکٹ (PACT) کیا ہے، عہد و پیمان کیا ہے کافروں کے ساتھ، مشرکوں کے ساتھ، چار ماہ کی ان کو مہلت دی ہے ۔ اس لئے دیکھو چار ماہ سے ایک منٹ بھی کم نہ ہو ۔ اِذَا انْسَلَخَ ۔ جب پورے گذر جائیں اَلْاَشْهُرُ الْحُرُمُ، وہ عزت والے مہینے جو باعزت بن گئے تھے تمہارے عہد و پیمان کی وجہ، اب بس سکے بعد وہ صنوئیں ہیں ۔ اگر وہ ایمان لے آئیں تو بڑی بہتر بات، ورنہ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۔ اب ایسا اہتمام کرو کہ جس کی وجہ سے وہ طوعاً تو ایمان نہیں لاتے ۔ کرہاً ہی ایمان لے آئیں، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیں، پچھ وہ کیا جائے گا آیت کا مفہوم یہ ہے ۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو آلاتِ جہاد تیار کرنے کا حکم دیا۔ اور حضرت تھانوی نے وہ خود اپنے طور پر ہی نہیں فرمایا، ہمارے اکابر کوئی ایسی بات ہی نہیں کرتے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو اللہ تعالیٰ سب کو اسی طرح نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی طرف سے یہ تمہیدیں اور تنقیدیں لگانے سے اللہ تعالیٰ بچائے قرآنِ پاک کا بالکل صاف حکم ہے فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ (ق ۴۵) تو قرآن پڑھ کر لوگوں کو ڈرا، کوئی مانتا ہے تو مان لے، نہیں مانتا تو نہ مانے بنیاد قرآن ہے اور تشریح ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تفسیر ہے اور تائید میں صوفیائے کرام کے اقوال، آئمہ کے اقوال، حکایاتِ صالحین تم پیش کر سکتے ہو لیکن بنیاد کیا ہو قرآنِ مجید۔

تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم اسلحہ تیار کرو اور جتنی بھی تمہاری طاقت ہو تم اس طاقت کو تیار رکھو، تو مقصود جنگ ہی نہیں، بلکہ مقصد کیا ہے؟ تاکہ تمہارا رعب اور تمہاری خشیت اور دبدبہ کافروں پر قائم رہے، اور قرآن میں بھی یہی آتا ہے وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ (انفال ۶۰) تم اپنے ہاں اتنے تیار رہو کہ تمہارے دشمن اور اللہ کے دشمن تمہیں دیکھ کر لرزاں اور ترساں رہیں کہ یہ ایسی قوم نہیں ہے کہ اس کو ہاتھ ڈال کر پھر ہم چین سے بیٹھ سکیں گے۔ اگر ہم نے اس قوم کو چھیڑا تو پھر ہمارے لئے بھی دنیا میں کہیں ٹھکانا نہ ہوگا۔ اللہ مسلمانوں کو اتنا بادقار اور بارہیبت بنا دے۔ اور میرے بزرگو ہیبت کس سے آتی ہے؟ یہ پتہ ہے؟ قرآن مجید ذرا پڑھیں، ہیبت کس سے آتی ہے سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا (آل عمران ۱۵۱)

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں مسلمانو! تم حملہ تو کر کے دیکھو، ہم کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیں گے کہ وہ مشرک ہیں۔ تم مومن ہو تمہارے دل میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے، ہم تمہارا رعب کافروں کے دل پر ڈال دیں گے اور تم رعب سے کامیاب ہو جاؤ گے اور اس کو فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے، بخاری کی حدیث ہے، نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ۔ (او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم) سبحان اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی پیروی سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ فرمایا نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ۔ فرمایا کہ اگر ایک آدمی ایک مہینہ چلتا رہے، اگر میرے بزرگو دن میں وہ دس میل چلے تو مہینے میں کتنے میل چلے گا؟ تین سو میل۔ امام الانبیاءؐ فرماتے ہیں کہ میرے نام کا، میرے دین کا، میری شجاعت کا رعب تین سو میل تک پہنچ جاتا ہے۔ تین سو میل تک رعب پہنچتا ہے مسلمانوں کا، محمد رسول اللہ کے نام لیواؤں کا۔ کاش ہمارے مصری بھائیوں میں وہ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ کا جذبہ ہوتا تو پندرہ میل کے فاصلے سے اڑ کر امریکہ کے بمبار کیسے قاہرہ کے ہوائی اڈوں پر بمباری کر سکتے تھے۔ اللہ مسلمانوں کو مکافات کی توفیق عطا فرمائے، اور مقامات مقدسہ کو آزاد کرانے کی توفیق عطا فرمائے تو اس لئے امام انبیاءؐ فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رعب عطا فرمایا ہے کہ میرا نام ہی سن کر تین سو میل تک رہنے والا لرزاں اور ترساں ہو جاتا ہے۔

حضور واقعی رحمت دو عالم ہیں وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ لیکن میں پہلے کسی درس میں عرض کر چکا ہوں کہ نبی کریم نبی الملحمہ بھی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی میدان جنگ میں فرمایا۔ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔ میں سچا نبی ہوں، میں عبد المطلب جیسے بہادر دادے کا پوتا ہوں۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ میں رحمت دو عالم ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں گھمسان کی جنگ لڑنے والا نبی بھی ہوں۔ یہ بھی فرمایا امام انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا رزق کہاں ہے؟ جَعَلَ

رِزْقِیْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیْ (بخاری)۔ میرا رزق میرے تبر کے سائے میں ہے۔
کاش آج مسلمان اس مسئلے کو سمجھ لیتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے عمل کی توفیق عطا فرمائے
معاملہ بڑا خراب ہے۔ دیکھئے آج ہمارے گھروں میں کیا ہے۔ بچیاں بھی ہیں۔ میں ان
سے بھی کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ امام انبیا نبی کریم تو یہ فرمادیں کہ جس گھر میں جرس
ہوگی (ٹلی بجنے والی گھنٹی) وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور ہمارے گھروں میں
ٹلے پڑے ہیں۔ ٹلے کیا ہیں، ٹرانسسٹر (TRANSISTORS) اور اب تو وہ ڈھونڈھی
ساتھ آجاتے ہیں اور ہم کہتے ہیں دیکھو جی! ہم نے بیت المقدس کو فتح کرنا ہے ہاں
اللہ کرے تم فتح کرلو، اللہ تمہیں توفیق عطا فرمائے لیکن جو تمہاری علامتیں ہیں یہ علامتیں
کچھ اچھی نہیں ہیں۔ دیکھ لو عرب بھائیوں کا حال۔ اللہ ان کے گناہوں کو خطاؤں کو
معاف فرمائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ
یونس ع۴۴) اللہ کسی قوم پر ظلم نہیں کرتے، لوگ اپنے آپ پر خود ظلم کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ تو ظالم نہیں ہیں (نعوذ باللہ) مَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ (ق ع۲۹) ان
ہمارے بعض بھائیوں نے خدا سے رشتہ توڑا اور اپنی پہلی قومیت سے رشتہ جوڑا۔
یہ کہتے تھے ہمارے بعض بھائی، ہم پہلے عرب ہیں، پھر مسلمان ہیں حالانکہ امام
الانبیاء فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهٗ
اسلام سے پہلے کی ساری باتیں مٹ جاتی ہیں۔ صحابہ نے تو اپنی عمروں کو مٹایا۔

ایک صحابی بیٹھے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ دوسرے نے
پوچھا اس سے کہ سنا بھائی تیری کتنی عمر ہے؟ اس نے کہا جی تین سال۔ اس نے بڑے
تعجب سے کہا کہ بھائی بوڑھے ہو۔ دانت گر چکے ہیں۔ داڑھی سفید ہو چکی ہے اور
تم صحابی ہو کر یہ کہتے ہو! فرمایا تعجب کی کونسی بات ہے؟ ستر سال تک میں کافر رہا۔
تین سال ہوتے ہیں کہ میں نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا ہے، تو میری عمر تین ہی

مسال ہوئی بھائی ! یہ ہے جذبہ، یہ ہے اعتماد اللہ کی ذات پہ۔ اب ہم کہاں ملاتے ہیں اپنی ثقافت کے رشتے ؟ کوئی کہتا ہے کہ جی ہم دو ہزار سال کی جوبلی منا رہے ہیں کیونکہ ہماری حکومت دو ہزار سال سے قائم ہے۔ اُو نہیں، میری حکومت اس وقت سے قائم ہو جس وقت سے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ قائم ہوا۔ اس سے پہلا دور تو کفر کا دور ہے، جاہلیت کا دور ہے، وہ تو بے تمدنی، بے تہذیبی کا دور ہے اس دور کو ہم اپنے لئے باعثِ فخر سمجھیں، تو بھائی پھر اللہ تعالیٰ تو ذرا جھوڑی سی تنبیہہ کرتے ہیں کہ اچھا تو اپنے اعتماد پر بھی لڑ کر دیکھ لے، اگر تجھ میں کچھ اعتماد ہے تو میدان میں آجا۔

تو قرآن مجید نے کیا فرمایا ؟ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ۔ پس جب گذر جائیں یہ عزت والے چار مہینے، جن کی کہ تمہیں عزت کرنی چاہیئے عہد پیمان کے اعتبار سے، پس مارو تم مشرکوں کو۔ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ۔ جہاں کہیں تم ان کو پاؤ۔ یہ آخری حربہ ہے، کلام میں اسے مقدم کیا گیا ہے۔ آگے کیا ہے وَخُذُوْهُمْ۔ اور پکڑو ان کو۔ وَاحْصُرُوْهُمْ۔ ان لوگوں کو گھیرے میں دو۔ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔ اور ان کے لئے ہر مورچے میں بیٹھو۔ کوئی مورچہ خطا نہ جائے جس مورچے سے وہ سر نکالیں، تم ان کو کچلنے کے لئے تیار ہو جاؤ اس کے بہت سے ترجمے ہیں۔ مقصد میں عرض یہ کر رہا تھا حضرت تھانوی ؒ کی تشریح کے مطابق۔ اور اس کی جو تفسیر فرمائی وہ قرآن کے مطابق ہے، قرآن سے اس کا استنباط ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تم ان کے لئے ہر مورچے پر تیار ہو کر ڈٹو تم ان کا عرصۂ حیات تنگ کر دو۔ اور تم ان کے سامنے ایسے آؤ کہ وہ تمہیں دیکھ کر ڈر جائیں۔ تم شہباز بنو۔

ے
نگاہِ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے
شکارِ مردہ سزاوارِ شاہباز نہیں

میرا خیال ہے اقبال کا شعر ہے مگر افسوس ہے کہ شاہباز مردہ گدھوں سے بھاگ گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ یہ قوت ایمانیہ کی کمزوری تھی فرمایا کہ تم ان کے لئے ہر مورچے میں بیٹھو، تم ان کا عرصہ حیات تنگ کر دو اور تم ان کو پکڑو، ان بدمعاشوں کو پکڑو، جہاں بھی تمہیں ملیں تاکہ وہ تنگ ہو کر بھی اگر پڑھیں گے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، تو اس سے بھی ان کی عاقبت بن جائے گی۔

یہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قف کے خلاف نہیں ہے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کا تو یہ مطلب ہے کہ دین میں ہم نے کوئی زبردستی نہیں رکھی، دین میں ہم نے کوئی ایسی پابندی نہیں کہ مسلمان دین کو چھوڑ سکے لیکن ایسی کیفیت میں اگر ہم کھلی چھٹی دے دیں، ہم کافروں کو کھلی چھٹی دیدیں، دین کے دشمنوں کو، اور یہ کہتے پھریں جی لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قف لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قف یہ پتہ نہیں کہاں سے مسلمان نے اس مسئلے کو سمجھ لیا۔ بھائی گھروں میں جوہیوں کو مارتے ہو کہ نہیں؟ یہ مکھیوں کو مارتے ہو کہ نہیں؟ مکھیاں کہہ دیں کہ بابو صاحب! لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ۔ کیا جواب دوگے؟ چیونٹی چڑھ آئے تمہارے پلاؤ اور زردے کی ڈشوں پہ اور چیونٹی نے کہا جی لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قف مولوی صاحب! بابو صاحب! مجھے کیوں مارتے ہو۔ کسی چور نے آپ کا کوٹ اتار لیا۔ آپ کہتے ہیں خبردار! جی لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ موٹر چھین لی، جی لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ۔ کیا مصیبت بنا رکھی ہے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کا یہ مفہوم ہے۔ قرآن تو مسلمانوں کو سبق دیتا ہے وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ تمہارے لئے بدلہ لینے میں زندگی ہے

اگر تم بدلہ لینے پر قادر رہو، دنیا میں کامیاب رہو گے۔ اگر بدلہ لینے پر قادر نہ ہوئے تو دنیا سے مٹ جاؤ گے۔

تو فرمایا کہ تم ان کے لئے عرصۂ حیات ایسا تنگ کر دو کہ وہ سمجھ جائیں کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہے اگر وہ یہ سمجھ گئے اور انہوں نے اس بات کا عہد کر لیا کہ ہمارے لئے کوئی جائے پناہ نہیں، ہم اسلام قبول کرنے کو تیار ہیں۔ بڑی اچھی بات ہے فَاِنْ تَابُوْا۔ پس اگر وہ توبہ کریں کفر سے، یعنی مسلمان ہو جائیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیں تو پھر کیا ہے؟ اس کے پڑھنے پہ تم پھر چھوڑ دو فرمایا نہیں نہیں، ابھی ان کو پکا مسلمان بناؤ۔ پکا مسلمان کیسے بنے گا۔

وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ۔ اور نماز کو بھی قائم کریں۔ کلمہ پڑھ لینے کے بعد من حیث القوم نمازی بن جائیں۔ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ۔ اور زکوٰۃ بھی دیتے رہیں فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ۔ پس ان کے راستے کو چھوڑ دو۔ ٹھیک ہے۔ وہ آپ تمہارے بھائی بن گئے اگر انہوں نے توبہ کی، دیکھا! سمجھے جی؟ قرآنِ مجید نے کیا فرمایا؟ ایسے معاند کافر کو جو تمہارے درپئے آزار ہے، اس کو صرف کلمہ پڑھ لینے پر مت چھوڑ دو۔ اگر اس نے خالی یہ پڑھ لیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اب اس کا اتنا اعتماد نہ کرو، بلکہ اس کو پکا نمازی بناؤ، پابند نماز بنے۔ اگر کافر مسلمان ہو کر نماز نہیں پڑھتا تو اس نے کیا اسلام قبول کیا؟ عبادتِ بدنی کرے۔ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ۔ اور عبادتِ مالی بھی ادا کرے اگر وہ عبادتِ مالی سے منکر ہے، پھر بھی قصہ ختم ہے۔ اور اسی آیت سے استدلال کیا ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

حدیثوں میں موجود ہے کہ امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے تو کچھ قبیلے عرب کے مرتد ہو گئے تھے اور انہوں نے

یہ کہا تھا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے ـــــ ہاں جی ــــ سمجھے بات کو؟ سمجھ گئے ہوں گے ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ نماز پڑھیں گے، جہاد کریں گے، روزہ رکھیں گے حج کو جائیں گے قرآن پڑھیں گے، درود پڑھیں گے، ساری باتیں مانیں گے، ایک چھوٹی سی چھوٹ چاہتے ہو؟ "ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے کونسا خلیفہ؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اللہ کے دین کے معاملے میں روحانیت کے معاملے میں اتنا نرم ہے کہ جب وہ کھڑا ہوتا ہے۔ مصلےٰ نبی پر، تو روتے روتے ہچکی بند جاتی ہے۔ امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے آخری دنوں میں ارشاد فرمایا۔ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاس ط ابو بکر صدیق کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ عائشہ صدیقہ ابو بکر صدیق کی بیٹی، امام الانبیاء کی زوجہ محترمہ، میری اور آپ کی ماں رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرض کرتی ہیں و اے میرے گوہر نامدار، اے شوہر تاجدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ٹھیک فرمایا لیکن میرا ماں باپ رقیق القلب ہے بڑے نرم دل والا ہے وہ تو آپ کا عاشق جاں نثار ہے، وہ آپ کی سیٹ (SAT) لینے کے لئے مسلمان نہیں ہوا کہ وہ خوشی منائے کہ میرا صدر اعلیٰ بیمار ہے چلو آج میں ان کی جگہ لے رہا ہوں، وہ تو جونہی جناب کے مصلے پہ کھڑا ہوگا (ول) اس مصلے پر کھڑی ہونے والی ذات بابرکات آج بیمار ہے تو وہ تو روتے روتے اتنا نڈھال ہو جائے گا کہ وہ تو قرآن ہی نہیں پڑھ سکے گا۔ آپ نماز کی امامت کے لئے کسی اور کو حکم دیں، فرمایا نہیں۔ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ۔ ابو بکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائے۔ چنانچہ حضور سے جب تیسری مرتبہ پھر عرض کی گئی تو حضور نے فرمایا کہ میں جو کہہ رہا ہوں وہ ماننا چاہیئے۔ یعنی صدیق اکبرؓ کی روحانی نرمی کا اور آپ کی رقتِ قلبی کا یہ مقام ہے کہ جب وہ نماز پڑھاتے ہیں اس مصلائے نبوی پر تو وہ روتے ہیں۔ لیکن جب دین کا معاملہ آتا ہے

تو کیا سختی بلنی ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ ان زکوٰۃ کے مانعین سے کہہ دو۔ وَاللّٰہِ مجھے خدا کی قسم ہے۔ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالًا، اگر وہ مجھے وہ رسی بھی نہ دیں۔ وہ رسی بھی اگر نہ دیں۔ جو رسی نبیٔ کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے، مجھے زکوٰۃ میں بھیڑیں۔ تو دے دیں لیکن بھیڑوں کے گلوں سے وہ رسی اتار لیں، جو ایک آنے کی ہے یا دو پیسے کی ہے میں خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں میں ان کے ساتھ لڑوں گا جس طرح کہ عاد اور ثمود کے زمانے ان کے نبی ان کے ساتھ لڑے۔ وہ کیا سمجھتے ہیں؟ جو دین میں ترمیمیں کرتے پھرتے ہیں؟

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ۔ اگر وہ توبہ کریں کیا مطلب توبہ کرتے کا؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لینے کے بعد وہ من حیث الجماعت نمازی بن جائیں سارے کے سارے، اور زکوٰۃ دیں سارے کے سارے۔ پھر کیا کرو۔ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ اب تم ان کے رستے کو چھوڑ دو، وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ ہ بیشک اللہ تعالٰے بخشنے والے ہیں اور بے شک اللہ تعالٰے مہربان ہیں۔ خداوند تعالٰی کو کسی کے ساتھ ضد نہیں۔ چلو وہ اگر کرہاً بھی مسلمان ہو گئے تو ایک وقت آئے گا کہ وہ کراہت بھی بدل جائے گی ایمان کامل کے ساتھ۔ حدیثوں میں آتا ہے کراہت کا مفہوم میں پھر کسی وقت عرض کروں گا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اگر جہاں تک آپ چاہتے ہیں اگر اکراہ نہ ہو زبردستی نہ ہو بھائی تو کام نہیں چلتا۔

حضور نے کیا فرمایا؛ دیکھیے امام الانبیاء فرماتے ہیں حدیث میں آتا ہے۔ مُرُوْا صِبْیَانَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعًا اپنے بچوں کو، صِبْیَانَکُمْ اپنے چھوٹے بچوں کو، بچیوں کو (بہنوں سے بھی میں عرض کرتا ہوں) نماز کا حکم دو۔ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعًا۔ جب وہ سات سال کے ہو جائیں۔ سات سال کی عمر کے ہو جائیں

تو ان کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھیں۔ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا اِذَا بَلَغُوْا عَشْرًا جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں، پھر ان کی ذرا مرمت بھی کرو، مارو ان کو دیکھا مارنے کا حکم دیا۔ اکراہ ہے کہ نہیں؟ "او جی کیا کریں "خُذَا امُ الدِّین" پڑھتے ہیں دل نرم ہو جاتا ہے، ہم نے "خُذَا امُ الدِّین" بند کر دیا ہے۔ جی بچیاں "خُذَا امُ الدِّین" پڑھتی ہیں سکول کا کام نہیں کر سکتیں۔ چھوٹا بچہ ہے جی، وہ قبر کا مسئلہ پڑھتا ہے، گھبرا جاتا ہے۔ میں ایک دفعہ لاہور گیا ۔ اللہ ہمارے سب بھائیوں کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ تو ہمارے ملنے والے تھے ایک میں نے کہا جی آپ "خُذَا امُ الدِّین" پڑھتے ہو؟ تو کہنے لگے کہ "جی دو تین مہینے آتا رہا پھر ہم نے بند کر دیا۔" میں نے کہا جی اس میں کیا خرابی تھی؟" او جی قبر کے مسئلے، قیامت کے مسئلے، بچوں پر رعب پڑتا تھا، وہ فلانی بچی روتی رہتی تھی قیامت کی بات سن کر۔ تو ہم نے کہا کہ بچپن ہی میں اگر ان کو ایسا ڈرا دیا جائے تو اس سے بچوں کی زندگی پر کیا اثر پڑے گا؟ اس لئے ہم نے بند کر دیا" تو پھر مجھ سے جو کچھ ہو سکا میں نے پھر ان کی بھی تھوڑی سی "مرمت" کی۔ میرے ملنے والے تھے۔ الحمدللہ میں نے پھر دوبارہ خُذَا امُ الدِّین جاری کروایا اور اب وہاں جاتا ہے باقاعدہ اور بڑا کافی اثر الحمدللہ وہاں پیدا ہوا۔

تو دیکھئے اکراہ کا یہ مفہوم نہیں ہے۔ اب حضورؐ نے کیا فرمایا؟ کہ تم اپنے بچوں کو حکم دو نماز کا جب وہ سات سال کے ہوں کہ وہ نماز پڑھیں۔ اگر وہ نماز چھوڑ دیں دس سال کے ہو کر تو پھر ان کو مارو نماز کے چھوڑنے پر کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری اس وقت کی تربیت ان کو نیک بنا دے گی۔ وہ پھر آخر جوانی میں بڑھاپے میں تمہارے لئے دعائیں کریں گے اگر اب تم نے ان کو "آزاد" کر دیا تو بڑھاپے میں وہ تمہارے لئے بد عائیں کریں گے امام الانبیاء جناب

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے اور وہاں حضرت بلالؓ اذان دیا کرتے تھے تو چھوٹے چھوٹے بچے اذان کی نقل اتارا کرتے تھے۔ مذاقاً۔ ایک دن مغرب کی اذان ہو رہی تھی، حضرت بلالؓ اذان دے رہے تھے تو بچوں نے شور و شغب مچایا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ان بچوں کو پکڑنے کے لئے۔ اور بچے تو بھاگ گئے۔ خوش نصیب تھے ابو محذورہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ)۔ ان کی پیشانی کے بالوں پر حضورؐ نے ہاتھ جو مارا، اپنا دست مبارک، تو پیشانی کے بڑے بڑے بال تھے وہ حضورؐ کے ہاتھ میں آ گئے۔ پکڑ لیا۔ فرمایا کہہ تو کیا کہہ رہا تھا؟ نقل اتاری حضرت بلالؓ کی اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ چار دفعہ پڑھا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بھی چار دفعہ پڑھا، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی چار دفعہ پڑھا۔ اسی اذان سے استدلال کیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں کہ ترجیع اذان میں سنت ہے ان کے ہاں چار مرتبہ پڑھا جاتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور چار مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو محذورہ حضورؐ نے چار مرتبہ پڑھایا، ہم کہتے ہیں۔ وہ بات اور تھی۔ حضور نے ان کے بالوں کو پیشانی سے پکڑا اور فرمایا کہ پڑھ جو تو پڑھ رہا تھا۔ اب یہ اکراہ ہے کہ نہیں چھوٹے بچے کے ساتھ؟ جب چار دفعہ پڑھ چکے تو حضورؐ نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ عرض کرتے ہیں ابو محذورہ (کتنے خوش نصیب تھے!) اے میرے آقا اور مولیٰ! جن بالوں کو پکڑا اب چھوڑنے نہیں دوں گا۔ حضورؐ میرے بال پکڑے، پھر مجھے چھوڑ دیا؟ اب تو میں آپ کے قدموں میں زندگی گذاروں گا۔ وہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور مسلمان ہو گیا۔ بالوں سے پکڑا۔ جن بالوں پہ ہاتھ آ گئے امام انبیاء کے جی وہ بال جہنم میں جا سکتے ہیں؟ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ خوش نصیب تھے امام الانبیاء کی گرفت میں آ گئے اور حضور نے چار دفعہ کلمہ پڑھایا

فرمایا پڑھ جو پہلے پڑھ رہا تھا۔ چار دفعہ پڑھنے سے دنیا بدل گئی۔
تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اکراہ نہیں ہوتا، یہ پیار ہے۔ ڈاکٹر اکراہ نہیں کرتا؟ ٹانگ کاٹ ڈالتا ہے۔ کان کاٹ ڈالتا ہے، اب تو دل کے بھی اپریشن ہونے لگے ہیں۔ یہ اکراہ نہیں ہے؟ اکراہ اور چیز ہے، یہ اصلاح ہے۔ میرے بھائی! اس اکراہ پر تو ہزاروں نرمیاں قربان ہو جائیں۔ یہ اکراہ نہیں ہے، غلط سمجھایا گیا مسلمانوں کو۔

اگلی آیت میں فرمایا وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۞ تو چوں کہ امامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ، ایمان، جس طرح ہر مورچے میں بیٹھنا ضروری ہے اب مورچے مختلف ہیں۔ آج مورچہ ہے قلم اور دوات کا بھی میں اپنے علمائے کرام سے درخواست کروں گا۔ طلبا سے درخواست کروں گا۔ کہ میرے بزرگ بھائیو، میں پیران طریقت سے درخواست کروں گا کہ آج جہاں آپ نے تسبیح کا مورچہ بنایا، اللہ کے ذکروں کا مورچہ بنایا وہاں ایک مورچہ قلم دوات کا بھی بنا دو۔ آج فتنہ قلم اور دوات کے راستے سے آرہا ہے شیطان قلم و دوات کے مورچے میں بیٹھ کر دین پر بمباری کر رہا ہے۔ آج تم اپنے ہاتھوں میں قلم اور دوات کو سنبھالو اور جس طرح "خدام الدین" ان حملوں کا دفاع کر رہا ہے اللہ کرے اس پاکستان میں پانچ چھ دینی مورچے اسی طرح مخلصانہ طور پر اور بھی نکلنے شروع ہو جائیں تو اس مورچے کا بھی دفاع۔ مورچے ہیں مختلف۔ آج شیطان کا سب سے بڑا مورچہ کیا ہے؟ قلم اور دوات۔ وہ قلم کے راستے وہ دوات کے راستے اس وقت گمراہی کو پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے، مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس مورچے کو بھی سنبھالیں اور ایک مورچہ وعاظ و مبلغین کا بھی ہے۔ جیسے ہمارے تبلیغی بھائی دربدر

پھرتے ہیں، اللہ ان کے قدموں میں برکت پیدا فرمائے، اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی توفیق عطا فرمائے، یہ بھی ایک مورچے کو سنبھالے ہوئے ہیں یہ چلتے تو بڑی سادگی کے ساتھ ہیں مگر شیطان ان سے بڑا دوڑتا ہے کہ یہ وہاں پہنچ جاتے ہیں جہاں کسی کے پہنچنے کا امکان بھی نہ ہو۔ یہ بھی شیطان کا تعاقب کرتے ہیں یہ ویران مسجدوں میں بھی اذانیں جا پکارتے ہیں جہاں پر شیطان خوش ہوتا ہے کہ اس مسجد میں کسی نے کبھی اذان نہیں کی، یہ وہاں پہنچ کر نعرہ تکبیر کو بلند کرتے ہیں شیطان بھاگ جاتا کہ یہ تو بڑے بہادر ہیں جس مسجد کو میں نے چھ سال تک بند رکھا۔ اللہ کے ان بندوں نے یہاں آکر بھی نعرہ تکبیر بلند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور مزید ہمت دے اور اللہ ساری امت کو ان کے ساتھ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو یہ مختلف مورچے ہیں۔ جی۔ تعلیم کا بھی ایک مورچہ ہے اس لئے فرمایا کہ دیکھو تعلیم کو بھی جاری رکھو۔ وَاِنْ اَحَدٌ۔ اگر کوئی بھی۔ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ کافروں میں سے، مشرکوں میں سے اِسْتَجَارَکَ۔ آپ سے امن مانگیں، پناہ مانگیں، کس لئے؟ کہ میں آپ سے دین سیکھنا چاہتا ہوں، عین جنگ میں بھی اگر دین کے لئے آنا چاہئے۔ فَاَجِرْهُ پس آپ اسے پناہ دے دیں۔ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلَامَ اللّٰہِ یہاں تک کہ وہ اللہ کی کلام سن لے، اسے آپ قرآن پڑھ کر سنائیں۔ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ط پھر اس کو اپنے امن کی جگہ پہنچا دو۔ طلب علم کا اتنا احترام کیا ہے اسلام نے۔ دنیا میں ہے کوئی طلب علم کا اس قدر احترام کرنے والا۔

تو فرمایا اگر کوئی مشرک آپ سے امن مانگے۔ کس لئے امن مانگے؟ کہ اے اللہ کے نبی! اے خلیفۃ المسلمین! اے امیر المومنین! اے سپہ سالار اسلامیان! میں قرآن سمجھنا چاہتا ہوں تو تم اس کو پناہ دے دو، اس کو اپنی پناہ میں لے آؤ طالب علم کے لئے امن ہے۔ چلتی گولیوں میں امن ہے، چلتے ٹینکوں اور تلواروں میں امن ہے۔

پھر اس کو اپنے پاس بٹھا کر پکچر دکھاؤ۔ ثقافتی شو دکھاؤ۔ نہیں اس کو حَتّٰی یَسْمَعَ کَلَامَ اللّٰہِ، اس کو قرآن سناؤ، اس کو اللہ کی بات سناؤ۔ پھر اگر وہ واپس جانا چاہیے ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ پھر اس کو امن کے ساتھ اپنی جگہ پر پہنچا دو۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝ وہ ابھی تک قرآن کو جانتے نہیں، علم کے بعد ممکن ہے مسلمان ہو جائیں۔ کیونکہ علم ابتدا ہے۔ دین کی۔

دین مقدم ہے یا علم؟ علم مقدم ہے فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ قرآن میں کیا ہے؟ فَاعْلَمْ۔ پس تو جان۔ علم کو مقدم کیا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس لئے امام بخاری نے کتاب العلم مستقل ایک کتاب بیان کی، پڑھیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو کیا فرمایا؟ سعدی کو کون پڑھتا ہے؟ کریمے کو کون پڑھتا ہے فرمایا ؎

پئے علم چوں شمع باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

فرمایا علم حاصل کرنے کے لئے۔ علم کو پھیلانے کے لئے، شمع کی طرح پگھلنا چاہیے۔ میں اپنے طالب علم بھائیوں سے عرض کروں گا آج ہم پگھلتے ہیں۔ کہ جلتے ہیں (ناراض نہ ہونا میری باتوں پر) آج ہم گلتے ہیں کہ جلتے ہیں۔ پاکستان میں پشاور سے لے کر کراچی تک کتنے مدرسے ہیں؟ مہتمم حضرات چندے اکٹھے کرتے ہیں (میری باتوں سے ذرا ناراض نہ ہوں، میں ذرا تھوڑی سی تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کس حال میں ہیں اور کفر اور شرک کس حال میں ہم پر حملہ آور ہو رہا ہے) کسی شہر میں جائیں مدرسوں کی بہتات ہے۔ ہمارا ایک طالب علم بزرگ ایک استاد سے ناراض ہو کر دوسرے مدرسے میں چلا جاتا ہے۔ کیوں آ گئے بھائی وہاں ہی ایک وقت چائے ہے، دو وقت نہیں دیتے" ؎

تو گداخت ہوا کہ پرداخت ہوا؟ ع۔ پئے علم چوں شمع باید گداخت۔ علم دین حاصل کرنا ہو تو شمع کی طرح پگھلو۔ ع۔ کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔ کہ بے علم خدا کو پہچان ہی نہیں سکتا ہے۔ تو شمع کی طرح پگھلو گے تو دنیا منور ہو گی۔ اگر شمع کی طرح نہیں پگھلو گے تو دنیا کبھی منور نہیں ہو سکتی۔ شمع کی طرح پگھلے ہمارے اسلاف حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اکبر شاہ ثانی کے زمانے میں شاہ عبدالعزیز نے شمع علم روشن کی تھی۔ پتہ ہے۔ شاہ عبدالعزیز کو کیا تنخواہ ملتی تھی اکبر شاہ کے خزانے سے؟ خزانہ عامرہ سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو، اللہ کے ولی کو کیا ملتی تھی تنخواہ؟ صرف دس روپے، اور جورات کو آکر ثقافتی شو کرتی تھی وہ کتنے لیتی تھی؟ چار سو روپیہ (اس زمانے میں)۔ اسے ملتا تھا چار سو اور شاہ عبدالعزیز کو صرف دس روپے، لیکن وہ شمع کی طرح پگھلے شاہ ولی اللہ شمع کی طرح پگھلے، حضرت نانوتوی شمع کی طرح پگھلے، شیخ الہند نے تو اپنے آپ کو پورا پگھلا دیا۔ مالٹے میں پگھلے، ہندوستان میں آکر پگھلے، حجاز میں پگھلے۔ کاش میرے عرب بزرگ شیخ الہند کی بات مان لیتے، آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا خلافت کی تاریخ کو پڑھو۔ کیا فرمایا شیخ الہند نے؟ کیا فرمایا مولانا محمد علی جوہر نے اللہ ان کی قبر کو بھی محفوظ رکھے، بیت المقدس میں مدفون ہیں (رحمۃ اللہ علیہ) ان بیچاروں نے کیا کہا تھا؟ یہی کہا تھا کہ او عربو! یہ خلافت کو مت توڑو، تمہارے "دوست" تمہارے دشمن ہیں۔ یہ جو تم سے کہتے ہیں کہ تم قوم ہو جناب محمد رسول اللہ کی اور جو امت ہے محمد رسول اللہ کی اس پر قوم کو غلبہ حاصل ہونا چاہیئے۔ دیکھو خلافت کی قبا کو چاک چاک نہ کرو، خلیفۃ المسلمین رہنا چاہیئے جب عیسائیوں نے اپنے پوپ ازم کو باقی رکھا ہے، خلیفۃ المسیح موجود ہے خلیفۂ محمد رسول اللہ کیوں نہیں موجود ہونا چاہیئے؟ خلافت کی قبا کو چاک چاک نہ کرو۔ مگر عرب بھائیوں نے ایک

دستی اور اس مکہ مکرمہ سے، جو بیت الحرم ہے، اور ارضِ حرم سے اللہ کے پاکباز وں کو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو، حسین احمد مدنی کو، مولا عزیز گل کو گرفتار کیا کس جرم کی پادرش میں؟ اس جرم کی پادرش میں کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ترسے کافر نہیں ہیں بلکہ ترک مسلمان ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے ہیں۔ پڑھیں "اسیر مالٹا کا سفر نامہ" مزا آئے، پتہ چل جائے۔ اور ان کو اسی پادرش میں مالٹے میں قید کیا گیا۔ پگھلے کہ نہیں پگھلے؟ علم کے لئے پگھلے ع پئے علم چوں شمع باید گداخت۔ ہمارے اکابر سارے پگھلے۔ اللہ تعالٰی سب کی قبروں کو پرنور فرمائے۔ ایک پیسہ ذات کے لئے نہیں کمایا۔

مولانا تھانوی کی کتابیں ایک ہزار تک ہیں۔ ایک پیسہ اپنے لئے نہیں کمایا، کسی کتاب کے حقوقِ اشاعت اپنے نام پر محفوظ نہیں ہیں۔ ہمارے شیخ التفسیر، ہماری نظر میں امام الاولیاء حضرتِ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، اللہ ان کی قبر مبارک پر اپنی کروڑ کروڑ رحمتیں نازل فرمائے، ایک پیسہ نہیں حاصل کیا اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے۔ اپنا رسالہ خدام الدین خود قیمتاً خریدتے تھے۔ اس سے بڑھ کر کے اور کیا پگھلتے؟ کیسے پگھلے دین کے لئے؟ مگر پگھلے تو پھر نتیجہ کیا نکلا؟ آج آپ کے اس داہ کینٹ کے اندر بھی کیا ہو رہا ہے قرآن پڑھا جا رہا ہے۔ یہ کس کی برکت ہے؟ میری برکت ہے؟ بھائی خوشی محمد کی ہے۔ بھائی عثمان غنی کی ہے؟ اکرم کی ہے؟ ـــ نہ نہ۔ خیر جی یہ تو نیک لوگ ہیں۔ ہم جیسے بدکار قرآن کو اپنا لیں۔ یہ برکت ہے اس کی جس کو دنیا نے احمد علی لاہوری کہا رحمۃ اللہ علیہ اس لئے فرمایا کہ دیکھو! تم علم حاصل کرنے والوں کو اپنے پاس آنے دو۔ ان کو علم سکھاؤ اور پھر علم کے بعد ان کو اپنی امن کی جگہ پر پہنچا دو۔ ہو سکتا ہے وہ اسلام قبول کر لیں۔ بس اسی کے متعلق ایک تاریخی واقعہ عرض کر کے پھر دعا کرتا ہوں۔

حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ تعالٰی عنہ یرموک کے محاذ پر برسرِ پیکار ہیں۔

عیسائیوں کا لشکر سامنے ہے جرجہ اس کو کہتے ہیں عربی ہیں۔ وہ سپہ سالار ہے عیسائیوں کا۔ ادھر خالد ابن ولید کی فوجیں ہیں۔ فوجیں بالکل آمنے سامنے ہیں، مبارزت کا زمانہ ہے، دست بدستی جنگیں ہوتی تھیں تو جرجہ کو یہ خیال آیا کہ چلو بھائی اس سے جا کر بات تو کریں (جنگ شروع ہونے سے پہلے (خوش نصیب، تھا) حاضر خدمت ہوتا ہے خالد ابن ولید کے کہ جی میں امن چاہتا ہوں، آپ سے دو باتیں کرتا ہوں۔ فرمایا آ جائیے۔ بات شروع ہوتی ہے، پوچھتا ہے کہ آپ کے نبیؐ پر آسمان سے کیا کیا چیزیں نازل ہوئی ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے نبیؐ پر؛ صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمان سے قرآن نازل ہوا ہے "اچھا؟ وہ جو کہتے ہیں کہ آسمان سے ایک تلوار بھی نازل ہوئی ہے؟" فرمایا "نہیں، وہ اللہ کی تلوار آسمان سے نازل نہیں ہوئی، وہ میں امام الانبیاء کا غلام ہوں، مجھ کو حضورؐ نے لقب دیا ہے سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ (خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے) وہ مجھے لقب دیا ہے امام الانبیاء نے، آسمان سے کوئی اور چیز نہیں نازل ہوئی سوائے قرآن کے" (کیوں کہ "بہادر" تو وہ ہے جو اسلام کو قبول کرے)۔

"بہادر" کون ہے؟ بڑا "مصنف کون ہے؟" محقق کون ہے؟ جو خدا کے ساتھ مذاق کرے "ادیب" ہے ملک کا قوم کا "ادیب ہے جی، بڑا بھاری لٹریچر LITERATURE ہے اس کے پاس، او جناب فیچر (FEATURE) بناتا ہے۔ "فرنیچر" (FURNITURE) بناتا ہے" (قوم کا بیڑا غرق کرتا ہے) "بڑا ادیب ہے" اور جو قرآن لکھے؟ پرانی باتیں ہیں جی، ملاّ کی باتیں ہیں" کر لو مذاق ملاّ کے ساتھ دیکھیے کیا حشر ہوتا ہے (تمہیں ہمیں سب کو مصیبتوں سے بچائے، اللہ تعالے ہماری قوم کو ملا کنوں سے محفوظ رکھے)

تو آپ فرماتے ہیں کہ "اچھا؟ میں کیوں مسلمان ہوا؟ تو کیا جانتا ہے اسلام کو؟"

بات چلی تو آخر کہا اس نے کہ "اچھا جی پھر مجھے بھی وہ بات سنا دیجئے جو آپ کے نبی پر نازل ہوتی ہے" پڑھنے والا خالد ابن ولید، میدان جنگ میں، ابھی جنگ شروع ہونے والی ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے ہیں (تاریخ اٹھا کر دیکھ لو) خالد قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہیں اور دل سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! تیرے سامنے کوئی مشکل ہے؟ میرے دل کو پھیر دیا، حضور کے قدموں میں گرا دیا، میں نے غزوہ احد میں مسلمانوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے تھے، ستر مسلمان میں نے شہید کئے تھے، میں وہ سپہ سالار اور فوجی راز کا واقف ہوں جیسے تو نے میرے دل کو پھیرا محمد کے قدموں میں گرایا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اے میرے اللہ! اس جرنیل کے دل کو تو نہیں پھیر سکتا؟ قرآن پڑھتا میں ہوں، مزا تب ہے میری تلاوت ختم نہ ہو اور یہ پڑھے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہم ہوتے تو کیا کہتے؟ "اچھا قرآن سننا چاہتا ایں۔ ٹھہر جا میں استاد ہوراں نوں سد لیا واں۔" مینوں تے نکیاں ہوندیاں نمازاں پڑھائی سی تے فیر کدی پڑھی ای نہیں۔ میں بڑا ابزی (busy) ہوناں واں۔ مینوں وقت ای نہیں ملدا۔ ٹیم ہی نہیں ملدا، میں جو کیدار لگا ہویاں واں۔ ٹیم نہیں ملدا" (پنجابی)۔ مسلمانوں کو ٹائم کہاں ملتا ہے جس وقت اجل کا فرشتہ آئے گا تو پھر اس کو ٹائم ملے گا۔ سنبھل جاؤ، سمجھ جاؤ، اللہ تعالےٰ کی تنبیہوں کو دیکھ لو، خدا تعالےٰ کی تنبیہوں سے اپنے آپ کو سنبھال لو ورنہ دیکھ لو (اللہ مجھے آپ کو مصیبتوں سے بچاتے، اللہ ہمارے عرب بھائیوں پر بھی اپنا فضل وکرم فرماتے) میں آپ تصور نہیں کر سکتے، ہزاروں کی تعداد میں محمد رسول اللہ کی قوم کوئی فلسطین سے بھاگ رہی ہے، کوئی شرق اردن سے بھاگ رہی ہے واللہ اعلم کیا بن رہا ہے وہاں پر۔ اللہ تعالےٰ کافروں کو ان کے اعمال بد کی سزا بڑی بری طرح دے اور خداوند قدوس مسلمانوں کو فتح مبین نصیب فرمائے۔

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ اچھا پھر میں پڑھتا ہوں۔ سُن۔ خالد نے قرآن پڑھا اور دل سے دعا ہو رہی ہے۔ دعا کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں تلاوت ختم ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے جرجہ کہ یار خالد! سچی بات ہے، میں سمجھ گیا۔ دین اسلام سچّا ہے، ہاتھ لمبا کرتا کہ میں بھی پڑھوں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

سامنے فوج ہے پوری جس کا جرنیل، سپہ سالار، کمانڈر ان چیف (C-in-C) اس انتظار میں فوج کھڑی ہے کہ ہمارا انچیف گیا ہوا ہے، کچھ صلح کی بات چیت ہو رہی ہے، ان کو کیا خبر کہ ان کا کمانڈر انچیف جہنّم سے نکل کر جنّت میں پہنچ چکا ہے یہاں سے پیغام بھیجتا ہے کہ سن لو اے میرے سپاہیو! اسلام دین حق ہے میں نے خالد کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا ہے۔ اگر تم اپنا بھلا چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ اب میری تلوار اسلام کے خلاف نہیں بلکہ اسلام کے حق میں لڑے گی۔ کافروں سے لڑا اور شہادت کا درجہ پایا۔

اللہ تعالےٰ عمل کی توفیق عطا فرماویں۔ دعا فرمائیے اللہ تعالےٰ ہمارے عرب بھائیوں کا حافظ و ناصر ہو اور یہود و نصاریٰ کو ذلت و رسوائی ہو، اسلام کا بول بالا ہو، دشمنانِ اسلام کا منہ کالا ہو۔ ہمارے بہت بڑے محسن ملت حضرت شیخ حسام الدین صاحب ۱۲ جون ۶۷ء کی صبح کو انتقال فرما گئے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو جنّت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے اکابر کی قبور کو نور سے بھر دے۔

"آمین"

نواں درسِ قرآن مجید

منعقدہ ربیع الثانی ۸۶ھ مطابق جولائی ۶۶ء

اس بابرکت درس میں مندرجہ ذیل علمی، دینی، روحانی فوائد مذکور ہیں

۱. قرونِ اولیٰ میں علم دین کے لئے رغبت اور شوق
۲. شیخ کا اثر مرید پر ظاہر ہونا ضروری ہے
۳. حضرت لاہوری، حضرت نظام الدین اولیاء کی نسبت قویہ
۴. انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر بعض سورتوں کے ناموں کی حکمت
۵. سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام حروف میں
۶. امت کی دو قسمیں، (امت اجابت، امت دعوت)
۷. صحابہ کرام کے ہاں مقام ارشادِ نبوت
۸. امام اعظم کا ارشادِ نبوی پر اعتماد حقیقی
۹. مسلمان کا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں

واللہ الموفق

سُورَۃ یُونُس

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ ۝ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْھُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّھِمْ ط قَالَ الْکٰفِرُوْنَ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ط مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِہٖ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ط اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ۝

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ط

میرے محترم بھائیو، دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ اُس نے مجھے اور آپ کو پھر ایک جگہ اپنا کلام سُننے اور سنانے کے لئے جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میرے بھائیو! دینِ اسلام سب دینوں سے آخری دین ہے اس لئے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے آخری نبی ہیں لیکن آپ اگر غور فرمائیں دنیا میں جس سرعت اور تیزی کے ساتھ اسلام پھیلا ہے اتنی تیزی کے ساتھ

اور کوئی دین نہیں پھیلا۔ اسلام کے سب سے آخری دین ہونے کے باوجود دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہیں ہے جہاں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے موجود نہ ہوں۔ تو آخر اتنی تیزی کے ساتھ اسلام کا پھیلنا، اتنی سرعت کے ساتھ اسلام کی اشاعت، اس کی ایک خاص وجہ تھی اور وہ وجہ آج بھی اگر ہم عمل میں لے آئیں تو انشاء اللہ دورِ اوّل کی طرح آج بھی مسلمان اشاعتِ اسلام میں دوسری قوموں سے آگے نکل سکتے ہیں۔ اور وہ خاص وجہ یہ تھی کہ دورِ اوّل میں ہر مسلمان کو ایک خاص فکر رہتی تھی کہ جو بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی، جو دین کی بات وہ جانتا تھا، جو قرآن کے معانی اور مطالب وہ سمجھتا تھا، وہ دوسروں تک پہنچانے کی ہر اعتبار سے کوشش کرتا تھا۔ وہ اگر زمیندار تھا تو تب بھی اس کا مطمح نظر نہ صرف زمینداری تھی بلکہ اللہ کے دین کا سمجھنا اور اللہ کے دین کا سمجھانا۔ اگر وہ دوکاندار ہوتا یا کسی بھی شعبۂ حیات میں وہ مصروفِ عمل ہوتا تو اس کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہوتا تھا کہ وہ اللہ کے دین کو دوسروں تک پہنچائے۔ یہی وجہ تھی کہ دورِ اوّل میں اشاعتِ دین کا مسئلہ بنیادی اور مقصود بالذات مسئلہ تھا مسلمانوں کا۔ ہماری اشاعتِ اسلام اور اشاعتِ علوم کی تاریخ میں ایسے واقعات بڑی کثرت سے ملتے ہیں کہ لوگوں نے اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیں۔ اللہ کے دین کو سمجھانے کے لئے بڑی بڑی محنتیں اور مشقتیں کیں۔ وہ اولیائے کرام اور علمائے برحق صوفیائے عظام یہ جتنے لوگ تھے سارے کے سارے دین کو پھیلانے

کے لئے اپنے گھروں سے نکلے۔ اپنے وطنوں کو چھوڑا، دور دراز ممالک تک پہنچے، دوسری قوموں میں جا کر آباد ہوئے اور بسے، صرف اس لئے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے دنیا والے شناسا ہو جائیں۔ ہماری اشاعت علوم کی تاریخوں میں ایسے واقعات کافی موجود ہیں کہ لوگ رقمیں خرچ کر کے اللہ کی بات اور اللہ کے نبی کی بات سُنا کرتے تھے۔

امام بخاری اور امام مسلم کے استاد ہیں حضرت یعقوب، بہت بڑے محدث ہیں اپنے زمانے کے (رحمتہ اللہ علیہ) اُن کے پاس ایک سند سے خاص طور کے ساتھ ایک حدیث تھی۔ صرف ایک حدیث۔ تو وہ ایک حدیث جب سناتے کسی کو (ویسے وہ محدث تھے لیکن ایک سند خصوصی ان کے پاس موجود تھی اسند خاص) (سلسلہ ہوتا ہے روایت کا۔ جیسا کہ ہمارے ہاں سلسلے ہوتے ہیں، سند حدیث بھی ایک خاص سلسلہ ہے اور اس سلسلے میں مسلمان دوسری اقوام سے ممتاز ہیں) ۔ تو حضرت یعقوب کے پاس جب کوئی جاتا اس حدیث کے سُننے کے لئے تو وہ اس سے ایک اشرفی لیا کرتے تھے کہ پہلے ایک اشرفی دو پھر تمہیں میں بات سناتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ تو جو لوگ تھے شائق اور خواہشمند، وہ اشرفی دینے پر کب رُکتے تھے؟ وہ پیش کر دیتے بلکہ وہ اس سے زیادہ بھی دے دیتے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سُن لیں۔ بلکہ ایسے بھی ہمارے گزرے ہیں اللہ کے نیک بندے کہ وہ اپنے ہاں دعوتوں کا اہتمام کر دیتے تھے عمومی طور پر لیکن ایک شرط رکھ دیتے تھے کہ میں کھانا اس کو کھلاؤں گا جو مجھ سے محمد رسول اللہؐ کی حدیث سُنے گا۔

ہمارے اسلامی ادوار میں ایسے بھی اللہ والے گذرے ہیں کہ وہ اپنے مکانوں پر، اپنی بیٹھکوں پر، اپنے حلقۂ اثر میں عمومی دعوتوں کا اہتمام کر دیا کرتے تھے لیکن جب دعوت کا اہتمام کرتے، ساتھ ایک شرط لگا دیتے تھے کہ میرا کھانا وہ کھائے گا جو مجھ سے سُنے گا محمد رسول اللہ کی حدیث۔ یعنی روٹی بھی کھلاتے اور حدیث بھی سُناتے۔ روحانی غذا بھی پہنچاتے اور بدنی غذا بھی دیا کرتے تھے اور اس لئے ہمارے بزرگو علمائے اسلام کی محنتوں سے، دورِ اوّل کے مسلمانوں نے بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں اور اللہ کے دین کو سکھایا۔

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں ہشام۔ محدث ہیں، امام مالک امام ہیں اہلِ مدینہ کے (رحمتہ اللہ علیہ) اُن کے شاگرد ہیں حضرت ہشام۔ ہشام ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خیال یہ کیا (آداب ہوتے ہیں پڑھنے اور پڑھانے کے یہ مستقل ایک فن ہے) تو انہوں نے آ کر کھڑے کھڑے امام مالک سے ایک حدیث پوچھی کہ فلاں حدیث کے متعلق مجھے آپ تشریح فرما دیں۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے حکم فرمایا کہ تو نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی توہین کی ہے، بیٹھتا ادب کے ساتھ اور اطمینان کے ساتھ میرے ساتھ بات کرتا، تُو نے کھڑے کھڑے مجھ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوچھی ہے اس لئے میں تجھے بیس چھڑیوں کی سزا دیتا ہوں، بیس بیدوں کی سزا دیتا ہوں۔ شاگرد بھی شاگردِ سلیم تھے اور استاد بھی استادِ سلیم۔ اُنہوں نے کہا جی بالکل واقعی

مجھ سے غلطی ہوئی، مجھے یہ گستاخی اور بے ادبی نہیں کرنی چاہئے تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ویسے ہی لاابالی طریقے پر پوچھتا، حضورؐ کی بات کو تو مجھے ادب کے ساتھ پوچھنا چاہئے تھا، میں نے بڑی غلطی کی۔

کتابوں میں ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حالات میں فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حدیثیں پڑھا کرتے تھے وہ ہمارے اُستاد ہیں، حرم نبوی میں، مسجدِ نبوی میں امام مالک حدیث کا درس دیا کرتے تھے اور اُن کے درس میں بڑے بڑے اساتذہ، علماء اور ائمہ زمانے کے شریک ہوتے تھے، وہ سب اُن کے شاگرد تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں تو وہ فرماتے ہیں اپنے حالات میں کہ جب ہم حدیث کی کتاب کا ورق پلٹتے تھے تو بڑی آہستگی کے ساتھ پلٹتے تھے تاکہ ورق کی کھڑکھڑاہٹ نہ پیدا ہو، بے ادبی نہ ہو جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی اور ساتھ ہی مزاج گرامی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو روضۂ اقدس میں آرام فرما ہیں، حضورؐ کے مزاج عالی پر ہماری کھڑکھڑاہٹ سے اثر نہ پہنچے اس لئے کہ ائمہ کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روضۂ اطہر میں حیات النبیؐ ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تو امام مالک نے ہشام کو بیس بیدوں کی سزا دی جب اُس کو سزا دے چکے تو بعد میں طبیعت پر ترس آیا کہ میں نے اپنے شاگرد کو صحیح سزا دی ہے

مگر بڑی سنگین سزا دی ہے۔ اسے اپنے پاس بٹھایا، ناز کیا، پیار کیا، فرمایا کہ اچھا، بیس بید تو میں نے تجھے مروا دئیے، بیس چھڑیاں میں نے تجھے مروا دیں، لیکن اب میں تجھے ان کے بدلے میں بیس حدیثیں سناتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ہشام کو امام مالک نے پھر بیس حدیثیں سنا دیں۔ جب بیس حدیثیں سنا چکے تو ہشام عرض کرتے ہیں کہ اے میرے استاذِ محترم! یہ سودا مجھے گراں نہیں ہے بلکہ بڑا سستا پڑا ہے، آپ ایک چھڑی مارتے جائیں اور ایک حدیث سناتے جائیں، میں اُف بھی نہیں کروں گا۔ اگر اسی پر بات ہے کہ ایک چھڑی کے بدلے میں امام الانبیاء کی ایک بات مجھے سنائی جائے اور اس کا شرف مجھے حاصل ہو تو میں اس میں اُف بھی نہیں کروں گا۔ آپ مجھے ایک حدیث سناتے جائیں اور اس کے بدلے میں ایک چھڑی لگاتے جائیں۔

میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ پہلے دور میں مسلمان کس حد تک حریص تھے علوم اسلامیہ کے، کس قدر وہ متلاشی تھے علوم دینیہ کے۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اور آپ کو بھی یہ سعادت بخشی کہ ہم کبھی کبھی یہاں پہ مہینے میں ایک مرتبہ اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں۔ میرے بزرگو! اس اجتماع کو، اس اکٹھا ہونے کو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل سمجھئے ورنہ ہم جیسے گنہگار، اپنے نازو نعم میں ٹھہرنے والے اپنے آراموں میں بسنے والے کسل مند، سست طبیعت مزاج لوگ یہاں اکٹھے ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کا فضلِ خصوصی اور اکرام خصوصی ہے کہ اس نے ہم جیسے گنہگاروں کو اپنی رحمت سے نوازا۔ دیکھئے باہر بارش ہو رہی ہے، اس بارش میں ایبٹ آباد سے بعض دوست تشریف لائے، کیمبل پور سے بھی لائے،

دوسری جگہوں سے تشریف لائے ہوں گے جن کو میں نہیں پہچانتا، اپنے کاموں کو چھوڑ کر آئے، اپنے کرائے خرچ کر کے آئے۔ کس لئے آئے؟ تاکہ وہ کینٹ میں جاکر قرآن مجید کا درس سُنیں۔ تو یہ بہت بڑی سعادت ہے بہت بڑی عبادت ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط اللہ اس فضل کو ہمیشہ قائم رکھے اور مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ میرے بھائیو! یہ سب کا سب فیض ہے ہمارے شیخ حضرت لاہوری نوّر اللہ مرقدہٗ کا کہ اُن کے ساتھ جن کا تعلق قائم ہوا، میں دیکھتا ہوں، میرے اپنے مشاہدے میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ جس کا بھی تعلق حضرت لاہوری کے ساتھ قائم ہوا اس کے دل میں قرآن کی محبت اثر کر جاتی ہے، کسی نہ کسی طریقے سے وہ قرآن کے ساتھ منسلک اور متعلق ہو جاتا ہے۔ اور حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِّاَبِيْهِ۔ بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے، بیٹا باپ کا نمونہ ہوتا ہے۔ تو بیٹوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک ہوتا ہے بدنی یعنی نسبی بیٹا اور ایک ہوتا ہے روحانی بیٹا۔ کبھی کبھی روحانی بیٹے کا مقام نسبی بیٹے سے بڑھ جاتا ہے۔ روحانی بیٹا اُس روح کو، اُس نورِ حق کو اقتباس کرتا ہے اپنے شیخ سے جس سے کبھی کبھی بدنی بیٹا، نسبی بیٹا قریب کے ہوتے ہوئے بھی محروم رہ جاتا ہے۔ تو الحمد للہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے مرید اور معتقدین ہیں یہ سارے آپؒ کی روحانی اولاد ہیں۔ ہر مرید اپنے شیخ کا روحانی بیٹا ہوتا ہے تو اگر اس کے بدن میں، اس کے عادات اور اخلاق میں، اُس کے نظریات میں اپنے شیخ کی تعلیم کا اثر پیدا ہو جائے

تو سمجھ لیجئے کہ نسبت اُس کے ساتھ موجود ہے، اس کو کہتے ہیں اصطلاح میں نسبت۔ نسبت کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جو انوار، جو اطوار، اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضائل اور جو برکات شیخ پر نازل ہو رہے تھے، وہی منتقل ہو جائیں مرید کے ذہن میں، مرید کے بدن میں، مرید کے خیالات میں، اُسے کہتے ہیں عربی زبان میں اور تصوف کی اصطلاح میں "نسبت" ۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جن کا تعلق ہے اُن میں ایک خاص نسبت تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ قرآن کے شیدا تھے، جنہوں نے پچاس سال تک قرآنِ مجید کا درس نہیں چھوڑا۔ گھر میں میت رکھی ہے پھر بھی قرآن کا درس دے رہے ہیں جیل میں ہیں تب بھی قرآن کا درس دے رہے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان نہیں ملتا تو ہندو کو قرآن کا درس سنانا شروع کر دیا ہے۔ قرآن کے اس حد تک شیدا تھے۔ تو وہی نسبت منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے آج حضرتؒ کے مریدوں میں، یہ ہمارے واہ کینٹ کے دوست جو میرے سامنے بیٹھے ہیں، اللہ ان کی ہمتوں میں مزید برکت پیدا فرمائے اور اللہ نظرِ بد سے سب کو بچائے، ان کے دل میں یہ لگن کس نے پیدا کی؟ حضرت شیخؒ کی صحبت نے۔ کہ آج یہ قرآن کا اہتمام کرتے ہیں، مہمانوں کی آؤ بھگت کرتے ہیں اور پوری خندہ پیشانی کے ساتھ میرے روکنے کے باوجود اس بات پہ مُصر ہیں کہ نہیں قرآن کے مہمانوں کی ہم ضرور خاطر تواضع کریں گے۔ اس سے ہمارے گھروں میں برکتیں پیدا ہوتی ہیں۔ حقیقت بھی ہے، ہم نہیں جانتے بھائی ان باتوں میں بڑی برکات ہوتی ہیں، تو جیسی نسبت ہو گی شیخ کے ساتھ،

ویسا ہی اثر پیدا ہوتا ہے مرید۔

اس پر میں ایک اور چھوٹی سی مثال عرض کروں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ جن کا مزار مقدس دہلی میں ہے۔ بڑے اونچے ولی تھے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ آپ کے دست حق پرست پر ایک ہندو نے آکر اسلام قبول کیا۔ (ویسے آپ کے ہاتھ پر بہت سے کافر مسلمان ہوئے ہیں) ایک ہندو لڑکا مسلمان ہوا تو یہ اُس وقت تھا جب آپ تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے اور اس نے آکر اسلام کی درخواست کی، آپ نے اس کو مسلمان کیا تو اس کے حالات میں نے پڑھا ہے۔ وہ نومسلم جو تھا (پہلے ہندو تھا) اور خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر اسلام کا شرف حاصل کیا اس کی پھر کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ اُس سے جو کوئی قرآن پڑھتا تھا وہ قرآن کا حافظ ہو جاتا تھا ــــ اہل اللہ کی برکتیں ہوتی ہیں۔ یہ ساری کی ساری باتیں میرے بزرگوار کبھی حاصل نہیں ہو سکتیں روحانیت میں انسان جب تک قدم نہ رکھے۔ علم تو بھائی ایک ذریعہ ہے، ایک کسب ہے۔ علم اس وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب اُس کے پیچھے روحانیت کا پارہ ہو ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　تا غلام شمس تبریزی نہ شد

میں پہلے بھی عرض کرتا رہتا ہوں کہ ہمارے اکابر جو چمکے ہیں وہ اسی طریقہ پر چمکے ہیں کہ روحانیت کا اُن میں امتزاج پیدا ہوا، روحانیت نے اپنا اثر دکھایا، اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں مشعل علم اور مشعل معرفت بنا دیا ــــ تو الحمد للہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، آپ پر اللہ کا احسان ہے اور ہر اس

انسان پر اللہ کا احسانِ خصوصی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نیک بندے کی صحبت عطا کر دی۔ صحبت بہت بڑی چیز ہے میرے بزرگو! صحبت سے حالات بدلتے ہیں۔

"گلستاں" ایک مشہور کتاب ہے ہماری فارسی کی۔ یہ سب درسِ قرآن ہے۔ آج کل تو لوگ فارسی وغیرہ نہیں پڑھتے۔ "گلستاں" میں شیخ سعدیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے، وہ تمثیلی واقعہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں ؎

گلے خوشبوئے در حمّام روزے — رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری؟ — کہ از بوئے دلآویزے تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم — ولیکن مدّتے با گُل نشستم
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

فرمایا کہ میرے ہاتھ میں ایک دن مٹی پہنچی کسی محبوب کے ہاتھ سے۔ اُس مٹی کو جب میں نے سونگھا تو وہ کستوری اور عنبر کی طرح معطر تھی۔ میں نے اُس سے راز پوچھا کہ تُو تو کیچڑ ہے، کیچڑ میں خوشبو کہاں سے آئی؟ تو وہ کہنے لگی کہ: اتھی میں کیچڑ ہی لیکن جس گملے میں گلاب کا پھول بھایا کوئی اور پھول کا پودا تھا، اُس گملے میں میں کافی زمانہ رہی تو اُس خوشبو نے مجھ میں بھی اثر کر دیا۔

سو ہم گنہگاروں پر بھی یہ تھوڑے سے اثرات ہیں۔ یہ سب اُن اکابرؒ کی دعاؤں اور برکات کا اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق سے نوازے اور اللہ تعالیٰ ان برکات میں کمی نہ فرمائے بلکہ ان برکات میں ازدیاد اللہ تعالیٰ فرماتا رہے۔

تو اسی برکت کا یہ ایک نتیجہ ہے کہ مہینے میں ایک دفعہ ہم یہاں جمع ہو جاتے ہیں اور الحمدللہ اس درس کے بڑے بڑے فیوضات ہیں، اُنہی کی برکات سے مَیں دیکھتا ہوں، آپ بھی سمجھتے ہوں گے کہ دُور دُور اس درسِ قرآنِ مجید کے اثرات پھیل رہے ہیں۔ اللہ ان میں اور بھی وسعت اور مزید ترقی فرمائے۔ آمین

آج جو سورت پڑھی گئی ہے آپ کے سامنے یہ ہے سورتِ یونس۔ پہلی سُورت تھی سورتِ توبہ۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے نبی جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک اعلان فرمایا اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اعلان کرتا ہے کہ ہم مشرکوں کی تائید اور مدد کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ مشرکوں کو ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں پھیلے گا، اسلام دنیا میں غالب آئے گا۔ سورتِ یونس میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

امام الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت اور تبلیغ میں کچھ مشابہت یونس علیہ السلام کے ساتھ بھی ہے۔ دنیا میں جن قوموں نے جن علاقوں نے اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا وہ اس تکذیب پر آخر تک قائم رہے اور قومیں تباہ ہو گئیں اور انبیاء علیہم السلام نائز المرام ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے، اپنی دعوت کو انہوں نے مکمل کیا۔ نبی کے ذمے دعوت ہی ہوتی ہے بات کا پہنچانا۔ عمل کرنا، یہ قوم کا کام ہوتا ہے۔

لیکن دنیا میں یونس علیہ السلام کی ایک قوم وہ تھی جن پہ کہ عذابِ الٰہی آنے والا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ خصوصی کے ساتھ اس عذاب کو ٹال دیا اور یونس علیہ السلام کی قوم ساری کی ساری آخر وقت میں مسلمان ہو گئی۔ یونس علیہ السلام کے

دستِ اقدس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو قبول کر لیا۔

اسی طرح میرے بزرگو مشابہت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یونس علیہ السلام کے ساتھ۔ مکہ مکرمہ کے لوگوں نے آخر دم تک امام الانبیاء کی مخالفت کی حتیٰ کہ مکہ مکرمہ جب فتح ہوتا ہے اُس دن مکے والے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں۔ مکہ مکرمہ کے رہنے والوں نے امام الانبیاء کو مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کیا اور پھر جب حضور مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ یہ غزوہ بدر اور غزوۂ اُحد اور دوسرے غزوات یہ اہلِ مکہ کی تمام سکیمیں تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل وکرم فرمایا اور آخر وقت میں جب حضور نے مکہ مکرمہ فتح کیا، فتح مکہ کے دن دس ہزار انسانوں نے پڑھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بلکہ اس سے بھی زیادہ نے صرف دو تین آدمی رہ گئے تھے جن کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار تہِ تیغ کیا باقی سارے کے سارے جو لوگ تھے وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

یہاں اتنی بات میں عرض کر دوں۔ صحابہ کرام کی چند قسمیں ہیں ایمان کی تقدیم اور تاخیر کے اعتبار سے سورت الحدید پڑھ لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (الحدید ۱۰) اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کے معاملے کو صاف فرما دیا۔ کچھ صحابہ کرام وہ ہیں جو ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے، ابوبکر صدیق عثمان غنی، عمر ابن الخطاب، علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا دوسرے صحابہ کرام اور کچھ وہ صحابہ کرام ہیں جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے، مدینہ کے رہنے والے مکے کے بھی کچھ لوگ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ اور تیسری قسم صحابہ کرام کی وہ خوش بخت ہے جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، جیسا کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکہ فتح ہونے کے دن مسلمان ہوئے ہیں اور باقی دس ہزار صحابہ کرام جن کی تعداد کم و بیش آتی ہے وہ مکہ مکرمہ جس دن فتح ہوا ہے اُس دن وہ مسلمان ہوئے ہیں لیکن یاد رکھیں، یہاں پر یہ شُبہ نہ کیا جائے جیسے کہ بعض غلط اندیش قسم کے لوگ بے ادبی کے ساتھ کچھ شبہات ظاہر کر دیتے ہیں۔ ہر صحابی جس نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، خواہ ایک سیکنڈ بھی دیکھ لیا، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مغفور اور مرحوم ہے اور اس کے متعلق فرمایا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ط (البینہ ع۸) تو سورت الحدید میں میرے بزرگو قرآن مجید نے صحابہ کرام کی قسموں کو بیان فرمایا اور آخر میں جا کر یہ بھی ارشاد فرمایا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ط (الحدید) فرمایا سب کے ساتھ میاں رحمتوں کا، برکتوں کا، بہتری کا وعدہ ہے۔ یعنی یہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے ہاں مغفور اور مرحوم ہیں۔ ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا ہے

تو جس طرح یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قوم عذابِ الٰہی کا شکار ہوتے ہوتے بچ گئی تھی اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم بھی عذابِ الٰہی کا شکار ہوتے ہوتے بچ گئی ورنہ انہوں نے تو بڑا زور لگایا۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ وہ بیت اللہ کے پردوں کو پکڑ کر یہ کہتے تھے کہ اے اللہ! اگر یہ نبی سچا نبی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر گرا دے اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ o (الانفال ع۴) لیکن قرآن مجید نے کیا جواب دیا؟ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ ط (الانفال ع۴) اے میرے حبیب! اس قوم کو میں کیسے عذاب دوں جن میں تیرا وجود موجود ہو۔ اور پھر اس قوم کو میں کیسے

عذاب دن جو خدا سے معافی مانگتی ہو حکمت یہ معلوم ہوتی ہے اس آیت کریمہ کی کہ یہ لوگ آخر میں مسلمان ہو جائیں گے چنانچہ میں نے ابھی عرض کیا کہ فتح مکہ کے دن سارے کے سارے مسلمان ہو گئے تھے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے۔ اس لئے میں نے ربط آپ کے سامنے عرض کر دیا کہ سورت توبہ کے درمیان اور سورت یونس کے درمیان یہ ربط ہے کہ جس طرح یونس علیہ السلام کی قوم نے عذاب کے آنے سے ذرا پہلے کلمہ پڑھ لیا تھا اور عذاب ٹل گیا اسی طرح مکے والے بھی اے میرے حبیبؐ! آپؐ پر ایمان لے آئیں گے اور یہ سارے کے سارے مسلمان ہو جائیں گے۔ یہ نسبت اور ربط ہے ان دونوں سورتوں کے درمیان۔

سورت یونس مکی سورت ہے، ہجرت سے پہلے نازل ہوئی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور یہ بھی امام الانبیاء کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے میرے بھائیو مکہ مکرمہ میں وہ سورتیں نازل ہوئیں مکہ مکرمہ میں وہ کلمات اور ارشادات نازل ہوئے جن کے وقوع میں بہت سارے شکوک ہو سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی بات پر اللہ کے نبی کو یقین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یقین تھا اس لئے مکی سورتوں میں بھی امام الانبیاء کی فتح و نصرت کی بشارتیں موجود ہیں۔ سورت یونس مکی ہے۔ یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسولؑ ہیں، جہاں تک میرا حقیر سا مطالعہ ہے قرآن مجید میں چند نبیوں کے ناموں پر سورتیں آتی ہیں۔ ایک ہے سورت یونس، یونس علیہ السلام کے نام پر آئی ہے۔ ایک ہے سورت ابراہیم ابراہیم علیہ السلام کے نام پر آئی ہے۔ ایک ہے سورت نوح، نوح علیہ السلام کے نام پر آئی ہے، سورت طٰہٰ امام الانبیاء کے نام پر ہے

طٰہٰ کا معنی ہے "اے مردِ مجاہد!" "اے مردِ برحق" "اے جوانِ مرد"۔ طٰہٰ حضورؐ کا اسمِ گرامی ہے۔ سورت یٰسٓ بھی حضورؐ کے اسمِ گرامی پر آئی ہے یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ یا حرفِ ندا ہے اور سٓ حروفِ مقطعات میں سے نہیں ہے بلکہ سٓ میرے بزرگو سیّد الحروف ہے جس طرح دنیا کی تمام چیزوں میں سے سردار ہوتے ہیں، دنوں کا سردار جمعہ ہے، مہینوں کا سردار رمضان المبارک ہے، نبیوں کے سردار جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حروف کا سردار ہے حرفِ سین۔ علمائے جفر نے لکھا ہے کہ سٓ سیّد الحروف ہے۔ سیّد الحروف اس حرف کو کہتے ہیں جس کے تلفظ میں پہلے حرف کے جو اعداد ہوں، پچھلے حروف کے مجموعی اعداد اس کے مطابق ہوں۔ سین کے تین حروف ہیں، سٓ، یٓ اور نٓ۔ یہ بات ایسے ہی آ گئی ہے، یہ بھی درسِ قرآن ہے۔ سٓ یٓ نٓ۔ سٓ کے اعداد ہیں ابجد کے اعتبار سے ساٹھ (۶۰) اور یٓ کے بنتے ہیں دس (۱۰) اور نٓ کے بنتے ہیں پچاس (۵۰)۔ پہلے حرف کا جو مجموعہ ہے وہ پچھلے حرفوں کے مجموعے کے برابر ہے اور یہ بات جتنے حروفِ تہجی ہیں ۲۹ ان میں سے کسی حرف کو بھی حاصل نہیں اس لئے علمائے جفر کا یہ فیصلہ ہے کہ سٓ کیا ہے؟ سیّد الحروف۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ یٰسٓ ۝ (اے سیّدِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) اور یہی معنی مشہور مفسر قتادہ نے کیا ہے

تو سورت یٰسٓ بھی حضورؐ کے نام پر، سورت طٰہٰ بھی حضورؐ کے نام پر اور سورت محمدؐ بھی حضورؐ کے نام پر (صلی اللہ علیہ وسلم) (جسے سورت القتال بھی کہا جاتا ہے) تو یہ جو سورتیں انبیاء علیہم السلام کے ناموں سے شروع ہوئیں یا ناموں پر آتی ہیں اُن میں سے سُورتِ یونس بھی ہے۔ یونس علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں جہاں تک

میرا حقیر سا مطالعہ ہے اپنے اکابر کی دعاؤں سے وہ سات دفعہ آتا ہے۔ چار دفعہ تو لفظ یونس کے ساتھ اس کو تعبیر فرمایا، ایک دفعہ ذوالنون کے ساتھ تعبیر فرمایا جیسا کہ سورت انبیاء میں فرمایا۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ (الانبیاء ۸۷) اور دو دفعہ صَاحِبِ الْحُوْتِ کے ساتھ۔ مچھلی والا یونس (علیہ السلام)

تو وہ واقعہ مشہور ہے تاریخ میں، سیرت کی کتابوں میں، آپ سب دوست جانتے ہیں کہ یونس علیہ السلام کو مچھلی والا کیوں کہتے ہیں۔ میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ میں ایک اشارہ کرتا چارہا ہوں۔ بعض لوگوں کو کچھ بیماریاں ہیں اللہ مجھے آپ کو ایسی بیماریوں سے پاک رکھے اللہ ہمیں شفا بخشے اور جو ہمارے بھائی ہیں اللہ ان کو بھی بچائے۔ میرے بھائیو ایک بیماری ہوتی ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے متعلق "تحقیق اور ریسرچ" کی، صحابہ کے متعلق "تحقیق اور ریسرچ" کی، اسلام کے بنیادی اصولوں کے متعلق "تحقیق اور ریسرچ" کی ۔ یہ باتیں اچھی نہیں ہوتیں۔ انبیاء علیہم السلام کے متعلق امت کا کوئی فرد کیسے بحث کر سکتا ہے، جن کے متعلق قرآن کا یہ فیصلہ ہے ۔ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۚ (ص ۴۷) یہ ہمارے چنے ہوئے ہیں ان کو ہم نے پسند کر لیا ہے۔ جن کو خدا چن لے، ان کے انتخاب میں کوئی اعتراض کر سکتا ہے؟ اللہ نے انتخاب کیا کہ یونس میرا نبی ہے، اللہ فرماتے ہیں یونس میرے پیغمبر ہیں تو اب یونس علیہ السلام کے متعلق چہ میگوئیوں کا امت کے کسی بھی فرد کو

حق پہنچتا ہے ؟ قرآن نے فیصلہ فرمایا وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (الصّٰفّٰت ۱۸۱) نبیوں پر میرا سلام ہے۔ تو اللہ سلام ایسے ہی نہیں دیتے۔ انبیائے کرام کے متعلق کسی قسم کا شک بھی میرے بھائیو یاد رکھئے میری اس درخواست کو کہ ان چیزوں سے اعمال انسان کے ضائع ہو جاتے ہیں۔ یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے متعلق یا یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے متعلق جیسا کہ پہلے زمانے میں ایک فرقہ گزرا ہے جنہوں نے کہہ دیا تھا کہ سورت یوسف قرآن کا جزو ہی نہیں ہے کیونکہ اس میں یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا واقعہ ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ قرآن تو فرماتا ہے الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ قف (یوسف ۱) خداوند تعالیٰ تو عالم الغیب ہیں، پتہ تھا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے میرے بندوں میں جو یہ کہہ سکیں گے۔ اس نے قرآن نے پہلے ہی پیش بندی کے ساتھ فرمایا۔ الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ قف یہ قصہ نہیں ہے، یہ سٹوری (STORY) نہیں ہے، یہ کہانی نہیں ہے بلکہ آیاتُ الکتٰبِ المبین ہیں۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ق صلے وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (یوسف ۳) یوسف تو میرے نبی ہیں (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) یوسف کی پاکباز زندگی کو اللہ نے بطور نمونہ پیش فرمایا کہ دنیا میں جن کو میں منتخب کر لیتا ہوں، جو میرے برگزیدہ بندے ہیں اُن کی زندگی عملی اور اخلاقی اعتبار سے کتنی بلند ہوتی ہے۔

تو اسی طرح یونس علیہ السلام کے متعلق بھی کبھی کبھی ہمارے "واعظ"

دوست بھی کہہ دیتے ہیں کہ "دیکھو یونس کو پکڑا" .... کس نے پکڑا بھائی؟ کیوں پکڑا؟ یونس نے کیا قصور کیا؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ یونس علیہ السلام نے کیا غلطی کی تھی؟ کوئی غلطی نہیں کی۔ بات صرف یہ تھی۔ یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، اللہ کے رسول ہیں۔ قرآن مجید تاکید سے فرماتے ہیں وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ (الصٰفّٰت ۱۳۹) یاد رکھو۔ اِنَّ حرفِ تاکید، لَ حرف تاکید وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ یونس یقیناً میرے رسولوں میں سے ہیں۔ سورت النساء میں جہاں نبیوں کی فہرست دی، اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ ۚ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ (النساء ۱۶۳) اس میں دیکھئے یونس علیہ السلام کا نام آتا ہے یونس علیہ السلام کا نام نبیوں کی فہرست میں قرآن نے بیان فرمایا اور میں سمجھتا ہوں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حکمت تھی کہ حضورؐ نے اس سورت کا نام سورت یونس رکھا تاکہ یونس علیہ السلام کے متعلق آنے والا کوئی شخص کسی قسم کا اپنے کلام سے بدمزگی کا اظہار نہ کر سکے۔ یونس اللہ کے رسول ہیں اور رسالت کو آخر تک آپ نے پہنچایا۔ قرآن میں دیکھئے اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟ نبی کی شان کیا ہے؟ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ (الاحزاب ۳۹) جن کو میں نبی بناتا ہوں وہ میرے پیغاموں کو پہنچاتے ہیں، وہ میرے سوا

کسی سے بھی نہیں ڈرتے، ان سے کوئی لغزشیں نہیں ہوتیں، ان سے کوئی غلطیاں نہیں ہوتیں، پھر خاص طور پر ادائے رسالت میں نبی غلطی کر جائے؟ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ط اللہ کا حکم ہے! کھول کر بیان کر جو تجھ پر نازل ہوتا ہے۔

تو یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، بابل اور نینوا میں آپ کو مبعوث کیا گیا۔ ایک لاکھ یا کم و بیش آپ کے پیروکار تھے جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے آپ کی جو امت دعوت تھی اس کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ بنتی ہے۔

اُمت کی دو قسمیں ہوتی ہیں — یہ بھی درس قرآن ہے — ایک ہے امت دعوت، ایک ہے اُمت اجابت۔ امت اجابت وہ ہے جو نبی کی پکار کو قبول کر لے۔ اسے کہتے ہیں اُمت اجابت ایک ہے امت دعوت، جس کو نبی پکارے ساری دنیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر قیامت تک جتنے دنیا میں انسان پیدا ہوں گے یہ ساری امت دعوت ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور نے جب یہ فرمایا قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ط آپ اعلان کر دیجئے " اے لوگو! اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں" یہی مسئلہ ہے ختم نبوت کا، یہی دلیل ہے حیات النبی کی۔ امام الانبیاء قیامت تک کے لئے نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ امام الانبیاء خاتم الانبیاء ہیں، امام الانبیاء سید المرسلین ہیں۔ اور امام الانبیاء پر ایمان لانے کا کون مکلف ہے؟ ساری دنیا والے۔ دنیا کا آخری وہ انسان جس کے بعد قیامت بپا ہو جائے گی، آخری پیدا ہونے والا بچہ، وہ بھی مکلف ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے۔ ساری کائنات امام الانبیاء کی اُمت دعوت ہے۔ اور ہم خوش نصیب

جنہوں نے پڑھ لیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ہم حضورؐ کی امت اجابت ہیں یا ہم نے حضور اکرمؐ کو قبول کر لیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں۔

تو حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ بابل اور نینوا کے علاقے میں آپ مبعوث ہوئے۔ آکر اپنی قوم کو سمجھایا مگر جیسے کہ قوموں کی عادت ہوتی ہے، قوم نے آپؑ کی مخالفت کی، تو یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہجرت کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلے۔ مگر چونکہ وہاں پر اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں تھا کہ آپؑ اس علاقے کو چھوڑیں، ہجرت کرنا سنت الانبیاء ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا میں ہر نبی نے ہجرت کی۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (علق ۱) اور آپؐ کو آپؐ کی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل نے حضورؐ سے کہا "اے اللہ کے ہونے والے نبی! (صلی اللہ علیک وسلم) یہ تو وہ خوشخبری ہے جو موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپؐ کو آپؐ کی قوم مکے سے نکالے گی، تو امام الانبیاء فرماتے ہیں اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ (بخاری میں آتا ہے) کیا مجھے یہ نکالیں گے مکے سے؟ مجھے تو یہ مُحَمَّدِ نِ الصَّادِق کہتے ہیں (سچا محمد) مجھے تو یہ مُحَمَّدِ نِ الْاَمِین کہتے ہیں (امانتی محمد) مجھے نکالیں گے؟ تو ورقہ بن نوفل عرض کرتے ہیں کہ ہاں جس شخص نے وہ بات کی جو آپ فرما رہے ہیں، قوم اس کی مخالف ہوئی اور اُسے قوم نے وطن سے نکال دیا۔ چنانچہ ہر نبی نے ہجرت کی۔ یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی اسی ارادے سے اپنی قوم کو چھوڑ کر نکلے، مگر ابھی تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہوا تھا اس لئے آپؑ کو وہ جو مچھلی کے پیٹ میں

پہنچا دیا گیا اور وہاں پر آپ نے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (الانبیاء ۸۷-۸۸) تو یہاں پر آپ سے ادائے رسالت میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی نہ آپ نے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کے پہنچانے میں کسی قسم کا سقم کیا۔

تو سورت یونس میں یونس علیہ السلام کی قوم کا حال آتا ہے کہ جس طرح قوم یونس آخری وقت میں مسلمان ہو گئی تھی اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارنے والے بھی آخر وقت میں مسلمان ہو جائیں گے۔ اس مناسبت اور ترتیب کے ساتھ امام الانبیاء نے سورت یونس کو سورت توبہ کے بعد رکھا۔ یہ ترتیب توقیفی ہے۔ توقیف کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ جو بات ہم تک پہنچی ہو امام الانبیاء کی طرف سے اس میں کسی قسم کا ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔ آج امت میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ سورت یونس کو پہلے کر دے اور سورت توبہ کو بعد میں کر دے۔ یہ کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ جس ترتیب کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو ترتیب دیا اس کو ماننا تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے۔ عملاً بھی اور عقیدے کے اعتبار سے بھی۔

اب میں ساتھ ساتھ پڑھتا جاتا ہوں تاکہ کچھ آیتوں کا ترجمہ ہو جائے۔ الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ○ — الٓرٰ کے متعلق کافی بحث ہو چکی ہے یہ حروف مقطّعات ہیں اور حروف مقطّعات جس سورت کے شروع میں لائے جاتے ہیں ان کے متعلق علمائے اسلام نے تاویلاً یہ کہا ہے کہ ان سے مقصود یہ حکمت ہوتی ہے کہ اے سننے والو! قرآن کو سننے والو! جس طرح تم الٓرٰ کا معنیٰ نہیں سمجھ سکتے

لیکن تم یقین رکھتے ہو کہ الٓر اللہ کا کلام ہے اسی طرح اس سورت میں آنے والی کچھ ایسی باتیں ہوں گی، کچھ واقعات ہوں گے، کچھ احکام ہوں گے، جن تک شاید تمہارا عقل ناقص رسائی نہ کر سکے تو تم میری باتوں کو اپنے عقل کے ساتھ نہ ناپنا بلکہ میری باتوں کو حکم کے ساتھ سُننا اور تم یہ سمجھنا کہ ہمارے رب کا حکم ہے اس لئے ہم ان حکموں کو بھی مانتے ہیں تو چونکہ سورت یونس میں بھی چند باتیں ایسی آ رہی ہیں اور وہ باتیں کونسی ہیں ؟ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہر مکی سورت میں باری تعالیٰ اپنی توحید کو بیان فرماتے ہیں، قیامت کے مسئلے کو، امام الانبیاء کی صداقت کو اور قرآن مجید کی صداقت کو بیان فرماتے ہیں، اس لئے ان کے شروع میں الٓر یا الٓمٓ یا کٓھٰیٰعٓصٓ وغیرہ لایا جاتا ہے تاکہ مخاطب اس بات کو سمجھ لے کہ جس طرح میں ان کلمات کے معانی نہیں سمجھ سکتا لیکن ان کلمات کو میں خدا کا کلام یقین کرتا ہوں اسی طرح آنے والی باتیں ہو سکتا ہے کہ میرے ذہن میں نہ آئیں کیونکہ آج بھی اور پہلے بھی یہ بیماری ہر زمانے میں رہی ہے کہ انسان نے اپنے عقل کے ساتھ اللہ کی بات کو ناپنے کی کوشش کی حالانکہ انسان کا عقل تو ناقص ہے بات وہی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اس لئے مسلمان کا فریضہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات پہنچے یا اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی بات پہنچے، تو وہاں پر اپنی گردن کو جھکا ڈالے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے ایک مسئلہ پیش کیا گیا۔ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے سائل کو ایک حدیث پیش کی کہ حضورؐ نے یوں فرمایا۔ تو اس نے حدیث پر کچھ اعتراض کیا۔ عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ

بعض روائتوں میں آتا ہے ایک سال تک بعض میں آتا ہے ساری زندگی اس کے ساتھ نہیں بولے کہ تو اتنا گستاخ ہے. میں تیرے سامنے اللہ کے نبی کی بات پیش کرتا ہوں اور تو اپنے عقل کو پیش کرتا ہے؟ ایسے گستاخ انسان کے ساتھ میں بولنا ہی نہیں چاہتا جو محمد رسول اللہ کی بات کے سامنے اپنے عقل کو پیش کرتا ہو۔

تو ہمارے عقول ہی کیا ہیں؟ ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں، ہمارے عقل تو بھائی بڑے ناقص ہیں۔ تو الٓرا کا مطلب اور حکمت میں نے عرض کر دی کہ آگے آنے والی باتوں کو اللہ کی باتیں یقین کرے۔

ارشاد فرمایا تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ۔ یہ آنے والی جو باتیں ہیں یہ آئیتیں ہیں اس کتاب کی جو بڑی حکمت والی کتاب ہے۔ حکیم کا لفظ قرآن مجید میں جہاں احکام آتے ہیں وہاں پر زیادہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ فرمایا یونس علیہ السلام کے قصے کو تاریخی قصہ نہ سمجھو۔ دیکھا؟ یہاں پر بھی شبہ دور کر دیا ممکن ہے ذہن میں یہ بات آجائے کہ شاید یونس علیہ السلام کا قصہ ایک کہانی ہے فرمایا کہانی نہیں ہے۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ یہ جو آنے والی باتیں ہیں، یہ آئیتیں ہیں اُس کتاب کی، جو حکمت والی کتاب ہے، دانش والی کتاب ہے عقل والی کتاب ہے، جس میں عقل کی باتیں ہیں، قرآن میں کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن عقل کس کا معتبر ہے؟ میرا آپ کا عقل؟ ہمارا عقل ہی کیا ہے؟ عقل معتبر ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ میرا آپ کا عقل کیا ہے بھائی؟ ہمارا عقل تو سیکنڈوں میں بدلتا ہے، میری آپ کی رائے تو ایک سیکنڈ میں بدل جاتی ہے۔ اس کی مثال میں کہا کرتا ہوں جیسے کہ دیکھئے، جو بچوں والے ہیں

وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ بے اولادوں کو اولاد نصیب فرمائے اور جن کی اولادیں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو نیک صالح فرمائے۔ اولاد بھی دنیا اور قیامت کا ذریعہ بن سکتی ہے اگر اولاد نیک ہو۔ جن کے بچے ہیں چھوٹے بڑے وہ جانتے ہیں اس بات کو، تجربہ کیا ہوگا کہ آپ جب کوئی کام کرنا چاہیں اور آپ کا بچہ اگر آپ کے پاس آکر کوئی شرارت کرے یا ویسے گھر میں شرارت کرے، تو آپ کا عقل کیا فیصلہ کرتا ہے؟ کہ اس تین سال کے بچے کو یا چار سال کے بچے کو دو تھپڑ لگادو۔ تو آپ غصے میں ہو کر اپنی عقل کے فیصلے کے مطابق کیا کرتے ہیں؟ دو تھپڑ لگا دیتے ہیں اس تین چار سال کے بچے کو۔ لیکن جونہی وہ بچہ روتا ہے، ماں کے پاس جاتا ہے، یا ویسے ہی روتا ہے، فوراً آپ نادم ہو جاتے ہیں۔ پھر آپ کا عقل کیا کہتا ہے؟ کہ آپ نے بڑی غلطی کی، چھوٹے سے معصوم بچے کو تھپڑ لگا دئے، پھر بچے کو آپ گود میں لے لیتے ہیں، پیسے دیتے ہیں، پیار کرتے ہیں کہ بیٹا دیکھنا تو نے مستی کی، خواہ مخواہ مجھے غصے آگیا۔ یعنی کہ ایک منٹ میں آپ کے عقل نے دو فیصلے کئے۔ ایک یہ فیصلہ کیا کہ معصوم بچے کو تھپڑ لگا دو، پھر یہ فیصلہ کیا کہ وہ میرا فیصلہ غلط تھا، اب اس کو پیار کرو۔ جس انسان کے عقل کا یہ حال ہو۔ وہ قرآن کو ناپ سکتا ہے؟ وہ جناب محمد رسول اللہ کی باتوں کو ناپ سکتا ہے؟ جو عقل ایک منٹ میں بدلنے والا ہو۔ یاد رہے قرآن مجید کی کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن عقل کس کا معتبر ہے؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ عقل کس کا معتبر ہے؟ صحابہ کرام کا۔ عقل کس کا معتبر ہے؟ علمائے عاملین کا۔

عقل کس کا معتبر ہے؟ اولیائے امت کا۔ اس لئے میرے بزرگو اللہ کے ولیوں نے اللہ کے علماء نے، صحابہ کرام نے، تابعین نے، تبع تابعین نے، کسی نے بھی قرآن کے حکموں کے سامنے اپنے آپ کو بلند نہیں کیا، سرتابی نہیں کی، جو بات آئی اس کو مان لیا۔

اور عقل، جس عقل کی قرآن دعوت دیتا ہے وہ بھی قرآن میں دیکھ لیجئے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران ۱۹۰، ۱۹۱) فرمایا قرآن مجید ہدایت ہے اٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ مغز والوں کے لئے ہدایت کی بہت بڑی نشانیاں ہیں، احکام ہیں۔ لیکن مغز والے کون ہیں؟ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، وہ بات کی لِم کو جانتے ہیں۔ میرے بھائی! ہیں اور آپ صرف لفافہ دیکھ سکتے ہیں، بات کی حقیقت کو ہم نہیں سمجھتے اندر کیا ہے۔ وہ حکمت شریعت کو جانتے ہیں۔ (میں حکیم پر بات کر رہا ہوں)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا واقعہ ہے۔ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جن کے ہم مقلد ہیں، افغانستان، پاکستان، بھارت وغیرہ علاقوں میں جتنے ہم سنی مسلمان رہتے ہیں سب کے سب مقلد ہیں امام ابوحنیفہ کے۔ جن کا اسم گرامی نعمان ہے، آپ کے والد کا نام ہے ثابت۔ نعمان ابن ثابت۔ امام اعظم آپ کا لقب ہے، ابوحنیفہ آپ کی کنیت ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مقلد ہیں۔ بات سمجھا کیجئے، اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری یہ محنت رائیگاں نہ جائے ـــــــ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پیش کی گئی جو آپ نے سُنی، آپ نے روایت بھی کی۔ حدیث میں آتا ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (میں عقل پہ بات کر رہا ہوں) کہ جب کوئی مسلمان وضوء کرتا ہے اور وہ اپنے چہرے پر پانی ڈالتا ہے، وہ اپنے بازوؤں پر پانی ڈالتا ہے، وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے، سر کا مسح کرتا ہے، بدن کے جس جس حصے پر وضوء کا پانی پہنچتا ہے ان اعضاء سے جتنے گناہ کئے جاتے ہیں وہ جھڑ جاتے ہیں جس طرح بدن ظاہری طور پر پاک ہو جاتا ہے اسی طرح بدن باطنی طور پر پاک ہو جاتا ہے۔ اس لئے امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے آپؒ یہ فرماتے ہیں (فتوٰی اس پر نہیں ہے) آپ فرماتے ہیں مَاءِ مُسْتَعْمَل نجس ہے۔ کیونکہ گناہ پلید ہیں تو جب پانی کے ساتھ پلیدی گر گئی تو جس پانی میں وہ پلیدی گری ہوگی وہ پانی بھی نجس ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ ماءِ مستعمل جسے کیا ہے؟ نجس ہے۔ ایک آدمی وضوء کر رہا ہے اس کے ہاتھ سے جو پانی ٹپکتا ہے، اس کے بازو، منہ پر کوئی گندگی لگی ہوئی نہیں تھی لیکن جو جو گناہ اس نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ کئے ہوں گے وہ گناہ جھڑ رہے ہیں اس لئے حضور کا یہ ارشاد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ پانی کے ساتھ گناہ جھڑ جاتے ہیں، یہ بالکل صحیح ہے خواہ میں اُن گناہوں کو دیکھوں یا نہ دیکھوں آپ دیکھیں یا نہ دیکھیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ نے یہ حکم دیا تو اس زمانے کے جو علمائے کرام تھے وہ مخالف ہو گئے کہ آپ کا یہ مسئلہ غلط ہے۔ اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ بشرطیکہ وہ اختلاف ہو۔ صرف روٹی کا مسئلہ نہ ہو۔ آج ہمارے اختلاف روٹی کا مسئلہ بن گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے

تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف علماء نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سامنے کچھ نظر نہیں آتا اس لیئے نجاست نہیں ہو سکتی اس میں۔ چنانچہ فیصلے کے لئے کوفے کی یا بغداد کی مسجد کو منتخب کیا گیا کہ وہاں علماء کرام بیٹھیں اور بیٹھ کر اس مسئلے پر بحث اور غور و فکر کریں۔ امام صاحب بھی تشریف لائے اور باقی علماء بھی تھے (میں بات کر رہا ہوں عقل کی کہ عقل کسے کہتے ہیں) ہم اپنے عقلوں کو ناپتے ہیں اپنے عقل کے ساتھ اور اللہ کی بات کو بھی اپنے عقل سے ناپتے ہیں اور اللہ کے نبی کی بات کو بھی اپنے عقل سے ناپتے ہیں۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ کیا ہمارا عقل کبھی کبھی "غالب" ہو جاتا ہے امام الانبیاء کے عقل پر؟ —— اور یہ بہت بڑی بدنصیبی اور محرومی ہے —— چنانچہ امام صاحب تشریف لے گئے۔ اتفاق کی بات تھی کہ ایک آدمی غسل خانے میں غسل کر رہا تھا۔ امام صاحب وہاں نالی پر بیٹھ گئے، پانی کو دیکھ کر فرمایا کہ بھائی تم میرے ساتھ خواہ مخواہ کیوں جھگڑتے ہو، ابھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ دیکھو میں تمہارے ساتھ آیا ہوں مجھے نہیں پتہ اندر کون غسل کر رہا ہے میں اسے نہیں پہچانتا میں اس کے پانی میں دیکھ رہا ہوں کہ جو شخص غسل کر رہا ہے یہ اپنی ماں کا نافرمان ہے۔ اس کے پانی میں نافرمانی کے اثرات مجھے نظر آ رہے ہیں —— انہوں نے کہا یک نہ شد دو شد۔ پہلے اور مسئلہ تھا اب ولایت کی بھی دم مارنے لگے۔ چنانچہ جب وہ شخص غسل کے بعد باہر نکلا تو اس کو بتایا گیا کہ بھائی ہمارے درمیان ایک جھگڑا ہے۔ جو تیری وجہ سے فیصلہ ہو سکتا ہے تو بتا —— تو اس نے کہا یہ سچی بات ہے میں ابھی اپنی ماں کے ساتھ لڑ کر آیا تھا اور میں غصے میں تھا تو میں نے غسل کرنا چاہا تاکہ میرے بدن میں ٹھنڈک پیدا ہو جائے

تو دیکھا؟ امام صاحب نے اپنے عقل کو نہیں ناپا۔ امام صاحب میں اللہ نے وہ بصیرت پیدا کر دی تھی، وہ جانتے تھے کہ جو کچھ محمد رسول اللہ فرماتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔

حضور انور کے سامنے ایک عورت آئی (صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ لیا کریں) آکر بیٹھی، کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتی تھی۔ حضور نے دیکھ کر فرمایا کہ تیرے دانتوں میں کچے گوشت کے ٹکڑے موجود ہیں (مشکوٰۃ میں حدیث ہے) تیرے دانتوں کے سوراخوں میں کچے گوشت کے ٹکڑے موجود ہیں، تو نے کیا کھایا؟ تو اس نے عرض کیا۔ "اللہ کے نبی! میں نے تو گوشت نہیں کھایا، کچا گوشت تو حرام ہے۔ اور آج تو کھایا ہی نہیں، گوشت کچا کون کھاتا ہے" فرمایا نہیں، مجھے تیرے دانتوں کے جو سوراخ ہیں، ان میں کچے گوشت کی بوٹیاں نظر آرہی ہیں۔ تو نے کیا گناہ کیا ہے؟ کہنے لگی اللہ کے نبی! میں نے ایک عورت کی غیبت کی ہے۔ فرمایا کہ غیبت کے متعلق قرآن کا کیا ارشاد ہے؟ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ط (الحجرات ۱۲) غیبت کرنے والا اپنے مردار بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ تو حضور نے دیکھ لیا گوشت نظر آگیا کہ نہیں؟ اللہ کی بات کو امام الانبیاء نے اپنے عقل سے نہیں ناپا۔ اس یقین کے ساتھ دیکھا کہ مشاہدہ کرا دیا گیا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اس کے دانتوں میں گوشت کی بوٹیاں ہیں۔

اور امام ابو حنیفہ کو مشاہدہ کرا دیا گیا کہ پانی میں ماں کی نافرمانی کے اثرات ہیں اس لئے قرآن فرماتا ہے کہ خبردار! میری باتوں کو چودھویں صدی میں سگریٹ کے نشے میں قرآن کو مت ناپو۔ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ۝ یہ قرآن مجید کی آیتیں ہیں

اس کتاب کی جو بڑی حکمت والی کتاب ہے اور تم اس پر مت تعجب کرو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے قرآن کا علم دے دیا گیا یہ ہماری مرضی ہے۔

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا۔ کیا لوگوں کے لئے تعجب کی بات بن گئی ؟ مکے والے تعجب کرتے ہیں کہ محمد ابن عبداللہ کیسے محمد رسول اللہ بن گیا ؟ تعجب کی کون سی بات ہے ؟ کیا لوگوں کے لئے تعجب کی بات ہے ؟ اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ۔ کہ ہم نے وحی کردی ایک مرد کی طرف اُن میں سے۔ ہم نے محمد ابن عبداللہ کو امام الانبیائ بنا دیا (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں تعجب کی کون سی بات ہے ؟

اور وحی میں ہم نے کیا کہا ؟ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ کہ اے میرے حبیبؐ! آپ بشیر بھی ہیں، آپ نذیر بھی ہیں - اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وحی اس بات کی کی کہ آپ ڈرائیں لوگوں کو اللہ کے عذاب سے، اگر لوگوں نے نافرمانی کی، اُن کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا۔ اور بشارت دیں، خوشخبری دیں، ان لوگوں کو جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دو کام ہیں (۱) بشارت (۲) تنذیر اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (البقرۃ ۱۱۹) بشارت دیں اللہ کے مطیع اور فرماں برداروں کو، اور اللہ کے عذاب سے ڈرائیں نافرمانوں کو۔

اور بشارت دیں نیکوں کو کس بات کی ؟ اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط بے شک اُن کے لئے سچائی کا قدم ہے اُن کے رب کے ہاں "سچائی کے قدم" سے بہت سی باتیں مراد ہیں۔ بعض علماء تو یوں فرماتے ہیں پورا مرتبہ ملے گا، پورا اجر و ثواب ملے گا۔ اور ایک تفسیر یہ بھی کی گئی کہ اُن کو شفاعت حاصل ہوگی

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی۔ یہ بھی قَدَمَ صِدْقٍ ہے ۔ سچائی کا قدم جو لوگ دنیا میں امام الانبیاء کے رستے پر گامزن رہے انہوں نے، انہوں نے "امام الانبیاءؐ کی باتوں پر تنقید نہیں کی بلکہ عملی زندگی کو اس رنگ میں رنگنے کی کوشش کی، اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط۔ اُن کے لئے سچائی کا قدم ہے اُن کے رب کے ہاں۔

اب اللہ فرماتے ہیں اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟ کونسی ایسی بات ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ کونسی ایسی بات ہے جو تمہارے ذہن میں نہیں آتی؟ لیکن کافروں نے کیا کہا؟ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ٥ کہنے لگے کافر بے شک یہ تو کھلا ہوا جادوگر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو پہلا جو لقب دیا گیا اُمت کی طرف سے وہ کیا ہے؟ سٰحِرٌ مُّبِيْنٌ۔ یہ تو کھلا ہوا جادوگر ہے۔ بات بھی ایسی کرتا ہے جس میں کوئی جادو کی باتیں ہیں۔ کہتا ہے کہ تم مرجانے کے بعد پھر زندہ ہوگے اور کلام بھی پھر ایسا ہے کہ جو سنتا ہے سچّے دل کے ساتھ وہ مطیع اور پیروکار ہو جاتا ہے۔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ٥ کہتے ہیں کافر یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کھلا ہوا جادوگر ہے۔

اب اس پر اللہ تعالیٰ دلیل بیان کرتے ہیں۔ قرآن مجید سمجھنے کا میرے بزرگو ایک طریقہ اور قاعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے ایک بات بیان فرماتے ہیں جس کو ہمارے علمائے تفسیر" دعویٰ" کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ پھر اس کی اللہ تعالیٰ دلیل دیتے ہیں چنانچہ یہاں پر جو بات فرمائی اس کی پھر دلیل دی کہ تم میرا انکار کیوں کرتے ہو؟ تم مجھے کیوں نہیں مانتے؟ یہ ساری کائنات کس نے پیدا کی؟ تم نے پیدا کی؟ جب ساری کائنات

کے وجود کو مانتے ہو تو مجھے کیوں نہیں مانتے؟ اور مجھے جب مانتے ہو تو میرے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہیں مانتے؟ تمہارے پاس کیا دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ موجود نہیں۔ دلیل پیش فرمائی۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ۔ بیشک تمہارا پالنے والا (رب) مسئلہ سارا رب کا ہے۔ تمہارا پالنے والا کون ہے؟ اِنَّ رَبَّكُمُ بے شک تمہارا پالنے والا۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ وہ اللہ ہے، وہی اللہ ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو۔ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں۔ چھ دنوں سے کیا مراد ہے؟ رات اور دن تو بعد میں بنے۔ دنوں سے کیا مراد ہے؟ بعض علمائے تفسیر فرماتے ہیں کہ یہاں پہ عجلت مراد ہے کہ تمہارے جلدی کام کیا جائے تو تم سات دن، ہفتہ کہتے ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں بنائے۔ بہت جلدی بنایا زمین اور آسمان کو۔ اور بعض علمائے اسلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ کائنات سماوی اور ارضی میں جو منازل طے ہوئے، ارتقاء ہوا تو وہ کروڑوں اربوں سالوں کی بات ہے۔ پہلے آسمان کی کیفیات کیا تھیں؟ زمین کیسی تھی؟ پہاڑ کیسے ہوگئے؟ یہ جو طبقات الارض کے علماء بحث وغیرہ کرتے رہتے ہیں، دین کی کتابوں میں اس طرف بھی اشارات ہیں تو چھ دنوں سے مراد یا تو عجلت ہے، تیزی ہے، یا چھ ادوار ہیں، چھ دور ہیں، چھ زمانے ہیں، چھ قرن ہیں، اور بھی بہت سی تاویلات کی گئی ہیں، لیکن میرا اور آپ کا اسی پر ایمان ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو الفاظ فرمائے اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ۔ بے شک تمہارا پالنے والا وہ اللہ ہے جس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو

چھ دن میں یعنی بہت جلدی بنایا اور لفظ چھ کا ترجمہ ہمیں چھ دن ہی کہنے پڑیں گے۔

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ، پھر قائم ہوا پھر متوجہ ہوا اللہ تعالیٰ عزّ اسمہٗ کس پہ عَلَی الْعَرْشِ۔ عرش پہ۔ عرش پہ اللہ تعالیٰ مقیم نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش پہ بیٹھا ہوا نہیں ہے ورنہ اس سے جسم لازم آئے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا اور عرش مجید پہ بھی آپ کا تصرف ہے عرش مجید ساری کی کائنات پر حاوی ہے، عرش مجید ساری کائنات پر مسلط ہے اس لئے فرمایا رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ط وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ط عرش سے مراد وہ عرش اعظم ہے جو ساری کائنات پر محیط ہے۔ تو اللہ تعالیٰ عزّ اسمہٗ فرماتے ہیں کہ عرش پر میری حکومت، عرش پر میرا تسلط، عرش پر میرا تصرف اور اس کے ماتحت جتنی کائنات ہے ساری کائنات پر میرا تصرف ہے۔

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ط اللہ تعالیٰ ہی کاموں کی تدبیر کرتے ہیں۔ تدبیر امر کون کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ جتنے دنیا میں کام ہو رہے ہیں سب کاموں کو چلانے والا اللہ تعالیٰ یہ بارش باہر ہو رہی ہے، اسے کون برسا رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ اگر اللہ تعالیٰ نہ برساتا تو کوئی نہیں برسا سکتا۔ گرمی پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ، سردی پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ، یہ اَمر کا لفظ اتنا عمومی لفظ ہے کہ ساری کائنات پر حاوی ہے اللہ تعالیٰ میرے بزرگو! جس طرح اپنی صفات میں واحد لاشریک ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں بھی واحد لاشریک ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں بھی واحد لاشریک ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں بھی واحد لاشریک ہے

اور مسلمان کو ایمان بالصّفات کا حکم دیا پہلے ۔ دیکھئے ہم سورت فاتحہ جب پڑھتے ہیں تو کیا پڑھتے ہیں ؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ تمام تعریفیں حق ہیں اُس اللہ کا جو پالنے والا ہے جہانوں کا۔ یہاں پر الوہیّت بھی ہے، یہاں پر ربُوبیّت ہے، یہاں پر ایمان بالصّفات بھی ہے ۔شرک کا دھوکا یہیں سے لگتا ہے ۔ اس لئے فرمایا کہ اے انسانو! اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ تمام تعریفیں، دنیا میں جتنی تعریفیں کی گئیں، کی جاتی ہیں، کی جائیں گی۔ لِلّٰہِ ان تمام تعریفوں کا مستحق کون ہے ؟ صرف اللہ تعالیٰ ہے ۔ کیونکہ وہ مدبّر الامر ہے ۔ کائنات کا سارا امر اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط یعنی خالق بھی اللہ تعالیٰ اور آمر بھی اللہ تعالیٰ ۔ اس لئے معبودِ برحق رب العالمین ہے ۔ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، خدا پر ایمان نہ لائے، تو پھر تمہیں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا ۔ اس لئے مشرکین مکہ کے اس نظریے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ط کوئی بھی سفارش کرنے والا نہیں، کوئی بھی شفاعت کرنے والا نہیں، اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ط مگر اللہ کے اِذن کے بعد۔

یہاں دو باتیں بیان فرمائیں ۔ شفاعت کا مسئلہ برحق ہے ۔ جیسا کہ ہماری علم کلام کی کتابوں میں ہے، عقیدۂ شفاعت، امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے، انبیاء شفاعت فرمائیں گے، حافظ شفاعت فرمائیں گے، مجاہد فی سبیل اللہ شفاعت فرمائیں گے، مسلمان کا چھوٹا بچہ جو مر جاتا ہے وہ شفاعت کرے گا ۔ چنانچہ ہمارے ہاں معمول ہے چھوٹے بچے کا جنازہ ہم کیا پڑھتے ہیں ؟ وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا ط یہ دعا

کس نے بتائی؟ جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی۔ جب تم کسی چھوٹے بچے کا جنازہ پڑھو، جو مسلمان بچہ، گنہگار سے گنہگار انسان کا بیٹا ابھی پیدا ہوا ہے اور اس نے صرف سانس لیا ہے اور وہ دنیا سے چلا گیا، اب وہ تمہارا دوتر ہے، تمہارے حق میں شفاعت کر سکتا ہے اس لئے تم اس کی نمازِ جنازہ پڑھو تو اس کی بخشش کی دعا نہ کرو، وہ تو معصوم ہے۔

معصوم کے لئے بخشش کی دعا نہیں ہوا کرتی میں پہلے بھی عرض کرتا رہتا ہوں، بعض لوگوں کو یہاں مغالطہ لگا رہتا ہے (اللہ تعالیٰ سب کو عشقِ رسولؐ عطا فرمائے، امام الانبیاء کی اطاعت نصیب فرمائے) کہ امام الانبیاء پر جنازہ پڑھا گیا ہے۔ اور کس نے جنازہ پڑھایا تھا؟ ارے نبی کا جنازہ امت پڑھتی ہے؟ امام الانبیاء کو باہر رکھا گیا اور کیا امت نے کہا کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا۔ خدایا ہمارے نبی کو بخش! یعنی ایسا نبی تھا ہمارا (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نبی کے لئے ابوبکر صدیق نے دعا مانگی کہ خدایا اس نبی کو بخشش دے غلط ہے یہ بات۔ نبی کا کوئی جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اور نہ نبی کے جنازے پڑھے جاتے ہیں۔ اُمت نبی کو بخشواتی پھرے گی؟ اور پہلے جبریلِ امین اور دوسرے مقربانِ بارگاہِ الٰہی فرشتے آئے، انہوں نے امام الانبیاء پر درود پاک پڑھا جس کو قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے "رحمۃ للعالمین" میں درج کر دیا۔ پڑھ لیجئے حالانکہ وہ غیر مقلد تھے، مگر عشقِ رسولؐ میں اتنے سرشار تھے کہ بڑے بڑے مقلد بھی ان سے پیچھے ہیں۔ عشقِ رسولؐ بنیاد ہے میرے آپ کے ایمان کی۔ اگر عشقِ رسول ہی باقی نہ رہا تو پھر ایمان کہاں سے آئے گا؟

تو انبیاء علیہم السلام کا بھائی جنازہ نہیں پڑھا کرتے حضورؐ کا جنازہ نہیں پڑھا گیا کہ جھگڑا پڑ جائے اس میں جنازہ پڑھنے کی ضرورت کیا ہے؟ امت کہے گی اے اللہ! ہمارے نبی کو بخش۔ ایسے کو نبی ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے جو امت کی مغفرت کا محتاج ہو۔ نبی امت کی دعاؤں کے محتاج نہیں، ہم جو درود پڑھتے ہیں اس میں ہمارا اپنا تقرب ہے۔ ہم قریب ہو جاتے ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جس نے دنیا میں مجھ پر زیادہ درود پڑھا اسی تناسب سے وہ قیامت کے دن میرے زیادہ قریب ہو گا۔ تو اب درود پڑھ کر ہم اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں کہ آپؐ ہمارے نبی ہیں ہم آپ کی امت ہیں، ہم اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر مزید رحمتیں نازل کرے۔ اس کا یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ امت نبی کو بخشواتی پھرے گی۔

تو چونکہ چھوٹا بچہ بھی معصوم ہے، چھوٹے بچے کی نماز جنازہ میں کیا پڑھتے ہیں؟ آتا ہے جنازہ؟ آتا ہو گا۔ آپ تو بڑے نیک آدمی ہیں، ہم ہیں زیادہ اونچے تعلیم یافتہ، ہمیں جنازہ کم آتا ہے۔ اس کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) چھوٹے بچے کے جنازے میں کیا پڑھتے ہیں؟ وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعاً وَّمُشَفَّعاً ط اور لڑکی ہو تو ھَا پڑھتے ہیں۔ کیا مطلب؟ کہ یہ چھوٹا بچہ ہے ایک مسلمان کا بچہ ہے، یہ ابھی سن شعور کو نہیں پہنچا ہے، یہ ابھی دنیا میں آیا، ایک سیکنڈ دنیا میں رہا پھر چلا گیا، لیکن اللہ! تیرا بندہ ہے، تو نے

پیدا کیا ہے تیری صفتِ خلق کا مظہر ہے، اور اس کے ماں باپ دونوں پڑھتے ہیں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ہم یقین کے ساتھ عرض کر سکتے ہیں یا اللہ یہ مسلمان بچہ ہے، اس بچے کو ہمارے حق میں شفیع کر دے۔ بچے کی شفاعت ہوگی۔ تو اسی طرح نبی کا بھی جنازہ نہیں پڑھا جاتا، نبی بھی معصوم ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔ کَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۝ (یوسف ۲۴) قرآن نے یوسف علیہ السلام کے متعلق تصریح فرمادی تاکہ کوئی شبہ کرنے والا بے ہودہ شبہ نہ کرے۔

تو شفاعت کے متعلق عقیدہ یہ ہے اہل سنت والجماعت کا کہ شفاعت انبیاء برحق، شفاعتِ اولیاء برحق، شفاعتِ حفّاظ برحق، مؤذّن کی شفاعت برحق، لیکن ایک شرط ہے اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ جب اللہ تعالیٰ اجازت دیں گے کہ آپ شفاعت کریں تو پھر شفاعت ہوگی۔ بخاری کی طویل حدیث ہے

تو مشرکین مکہ کے اس عقیدے کو رد فرمایا کہ جو تم کہتے ہو کہ ہم اللہ کو نہیں پوجیں گے، ان کو پوجیں گے، اللہ کی بات کو نہیں مانتے، ان کی بات کو مانیں گے، اللہ کے قرآن کو نہیں سنتے، اللہ کے نبی پر ایمان نہیں لاتے، ہم کو یہ بخشوا دیں گے، جواب دیا، مَا مِنْ شَفِیْعٍ۔ نفی کر دی عموم کے ساتھ کوئی بھی سفارش کرنے والا نہیں ہوگا قیامت کے دن۔ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ مگر اللہ کے اذن کے بعد۔ تو اللہ اذن دیں گے تبھی تو ارشاد فرمایا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ مگر اللہ کے اذن کے بعد۔ تو تمہارا اتنا عظیم خدا ہے، تم اس عظیم خدا

سے کیوں منہ موڑتے ہو؟

ذَالِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ۔ اے دنیا والو! یہ اللہ ہے جو تمہارے پالنے والا ہے۔ فَاعۡبُدُوۡہُ ط پس تم اسی اللہ کی عبادت کرو۔ اسی اللہ کے بندے بنو۔ بندہ بننے کا معنی کیا ہے؟

عبد کے معنی غلام۔ غلام کا حق ہوتا ہے کہ مولی کی مرضی کے بغیر کچھ کر سکے؟ آپ میں سے اکثر میرے بھائی ہوں گے جن کے ہاں ملازم ہیں۔ آپ اپنے کسی ملازم سے کہتے ہیں کہ جا بازار سے گوشت لے آ۔ وہ جا کر توریاں لے آئے تو آپ خوش ہوں گے؟ اگر وہ کہہ دے کہ جی میرے خیال میں تھا کہ آج توریاں پکانی چاہئیں، آپ فرمائیں گے کہ تم کون ہوتے ہو؟ میرے ملازم ہو، تمہارا کیا دخل ہے میرے کاموں میں؟ حالانکہ وہ ہمارا عبد نہیں ہے، وہ ہمارا غلام نہیں ہے، وہ دو تین روپے کا ملازم ہے، وہ چاہے تو باہر جا کر کہہ دے کہ لو جی اپنا دستر خوان سنبھالو، السلام علیکم۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ خالق ہے، جس کا اللہ تعالیٰ مالک ہے، اس بندے یعنی عبد کا یہ فرض ہے کہ اپنے مولیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کام بھی نہ کرے ورنہ وہ اللہ کا باغی سمجھا جائے گا۔

فرمایا ذَالِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ۔ اے انسانو! اے دنیا والو! یہ وہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے، یہ اتنی صفات کا مالک، خالق، مالک، متصرف ہے اس کے بجائے کسی اور کے پاس جانے کی تمہیں کیا ضرورت ہے؟ فَاعۡبُدُوۡہُ ط پس تم اسی اللہ کی عبادت کرو، اسی اللہ کے بندے بنو۔

اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سوچتے؟ کیا تم

اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟ سارے دلائل میں نے سمجھا دیئے، پھر بھی تم نہیں سمجھتے؟
اللہ تعالیٰ تذکیر کے طور پر امام الانبیاء کے پہلے مخاطبین کو فرماتے ہیں اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ کیا تم اس بات کو نہیں سمجھتے؟
اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)
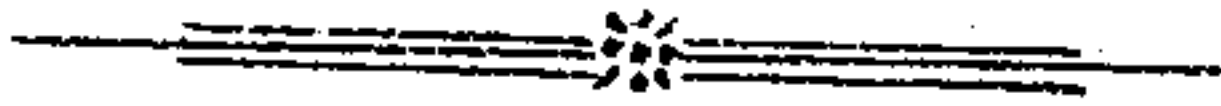
دسواں درسِ قرآن مجید

منعقدہ جمادی الاولیٰ ۸۷ھ مطابق اگست ۶۷ء

اس بابرکت درس میں مندرجہ ذیل علمی، دینی، روحانی، فوائد مذکور ہیں

- ادیان سماوی میں عقیدہ قیامت کا مقام اور اس کی حکمت
- حضرت عمر فاروق کا قیامت سے اور حضرت عثمان کا قبر سے خوف زدہ ہونا۔
- اسی بدن کے دوبارہ زندہ ہونے پر قرآنی دلائل
- ہول قیامت سے محفوظ رہنے والوں کی علامات
- حقوق العباد کا ادا کرنا خاتمہ بالایمان کے لئے مفید ہے
- انسان کے سوا دوسری مخلوق شرک نہیں کرتی
- حیوانات اور پرندوں میں قبولیت اثر کا ملکہ موجود ہے
- قرآنی ہدایت سے فیض یاب ہونے کے لئے تقویٰ ضروری ہے
- ایام بیض کے روزوں کا اجر و ثواب

واللہ الموفق

(سورۂ یونس) (آیت ۴ تا آیت ۶)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا اِنَّہٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَہُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ○ ہُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَہٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ○ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّہَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ○ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

میرے بزرگو، میرے بھائیو اور میری بہنو! گذشتہ درس میں سورۃ یونس کی ابتدائی تین آیتوں کی تلاوت کی گئی تھی، ان آیتوں میں حضرت یونس علیہ السلام کی اُس دعوت کا ذکر تھا جو دعوت سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم لے کر دنیا میں تشریف لائے۔

سورت فاتحہ میں میں عرض کر چکا ہوں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ رب العالمین کا یقین، ربوبیت پر اعتماد کامل، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ اللہ کی صفت رحمانیت اور رحیمیت پر پورا ایمان — اور ساتھ ہی فرمایا مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ رب العالمین مالک ہے بدلے کے دن کا۔ سورتِ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے یوم الدین پر ایمان لانے کا حکم دیا اور بعد میں تاکید فرمائی کہ تم اللہ تعالیٰ کو مالک یوم الدین بھی یقین کے ساتھ سمجھو۔

سورتِ بقرہ میں دیکھیے اللہ تعالیٰ نے وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ؕ فرمایا۔ اسی طرح آلِ عمران میں اور جتنی سورتیں پہلے گذر چکی ہیں ہر سورت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا مسئلہ بیان فرمایا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی امت کو قیامت کا مسئلہ سمجھایا۔ اگر ایک آدمی کو قیامت پر یقین ہو جائے، مرنے کے بعد دوسری زندگی پر یقین ہو جائے تو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس کے سامنے ہزار ہا قانون، ہزار ہا ضوابط، ہزار ہا انعامات اور اکرامات کچھ کام بھی نہیں کر سکتے جتنا کام وہ عقیدہ کرتا ہے یعنی قیامت کے دن پر یقین رکھنا بڑا بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے اس لیے ہر نبی علیہ السلام نے توحید کے ساتھ ساتھ اپنی امت کو قیامت سے ڈرایا اور یہ بتایا کہ ایک دن آنے والا ہے جس دن ہم سب کے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

دیکھ لیجیے، حضرت نوح علیہ السلام اپنی امتِ دعوت کو اور اپنی قوم کو کس طرح ڈراتے ہیں اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ (نوح ع۱) اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ،

اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (نوح)

عذاب الیم آنے سے پہلے ہر نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو، اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور ان کو بتایا کہ تمہاری اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی ہے جس زندگی کو اللہ تعالیٰ یوم الدین کے ساتھ تعبیر فرماتے ہیں۔ اگر اس کی تم بہتری چاہتے ہو جو ابدالآباد تک آنے والی زندگی ہے تو پھر اس کے لیے اس دنیا میں تم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رنگو، اللہ کی نافرمانی نہ کرو۔

میرے بزرگو، میرے بھائیو! دیکھ لیجئے جن لوگوں کو قیامت پر یقین ہے ان کے اعمال اور جن لوگوں کو قیامت پر یقین نہیں ہے ان کے اعمال میں کتنا فرق ہے۔ آج جس طرح دنیا میں فساد اور بربریت کا دور دورہ ہے، خون بہایا جا رہا ہے، انسان انسانیت کے لئے سردردی کا باعث بنا ہوا ہے حالانکہ انسان عربی لفظ ہے۔ عربی زبان میں انسان کو انسان کیوں کہتے ہیں؟ ؎

مَا سُمِّيَ الْاِنْسَانُ اِلَّا لِاُنْسِهٖ وَمَا الْقَلْبُ اِلَّا اَنَّهٗ يَتَقَلَّبُ

اور دل کو دل اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ڈولتا رہتا ہے کبھی ایک بات کو پسند کرتا ہے کبھی دوسری بات کو پسند کرتا ہے۔

اور لفظ انسان میں انس کا مادہ موجود ہے لیکن آج آپ دیکھ لیں انسانوں میں انس ہے یا دہشت ہے؟ آج انسان انسانیت کے لئے بدنامی کا باعث ہے اگر آج دنیا میں دوسری مخلوقات کو اللہ تعالیٰ زبان دے دے، دوسری مخلوقات کو اللہ تعالیٰ اقتدار دے دے، تو دنیا کے بڑے بڑے انسان

مجرموں کی طرح اُن کے سامنے پیش ہوں اور وہ اُن سے پوچھیں کہ تم ہمیں حیوان کہتے ہو حالانکہ تم خود حیوان ہو؟ ہم میں وہ حیوانیت کے اعمال ہیں یا تم میں ہیں؟ نام تو ہمارا حیوان ہے لیکن اعمال تمہارے ہم سے بدتر ہیں۔ قرآن مجید نے اسی کو فرمایا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝ (اعراف ۱۷۹) آج کی انسانیت جس بے دردی کے ساتھ انسانوں کے ہاتھوں سے ذبح ہو رہی ہے اُس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ قیامت پر یقین باقی نہیں رہا۔ نہ ہماری انفرادی زندگی میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کا ظہور ہے اور نہ ہماری اجتماعی زندگی میں ہے۔ کوئی اللہ کے نیک بندے اگر ہیں تو وہ خوش بخت اور سعید ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے دین کو پیدا کیا۔ وہ بھی قیامت پر یقین رکھنے کی وجہ سے دیندار ہوئے۔ اگر قیامت پر یقین نہ ہو میرے بزرگو! تو کوئی طاقت انسان کو دیندار اور منیب نہیں بنا سکتی۔

حضرت عمر فاروق کا واقعہ ہے۔ حضرت عمر فاروق کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ۔ حضرت عمر فاروق بڑے جابر اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننے والے اور منوانے والے بہت بڑے بہادر انسان تھے۔ ایک بدّو حاضرِ خدمت ہوا۔ اُس نے عربی میں کہا، بعض علماء نے اُس کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ میں آپ کو اُس کا ترجمہ سناتا ہوں اور قیامت پر یقین کا نتیجہ عرض کرتا ہوں۔ اس بدّو نے کہا کہ اے عمر! میری بیٹیاں جوان ہیں اور اُن کے بدن کو ڈھانپنے کے لئے ان کے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "تو پھر میں کیا کروں؟" وہ عرض کرتا ہے کہ "آپ مجھے کپڑا دیں تاکہ میں اُن کے بدن کو ڈھانپوں۔"

آپؓ فرماتے ہیں کہ "اگر میں نے تجھے کپڑا نہ دیا تو پھر کیا ہوگا؟" وہ عرض کرتا ہے "پھر ایک دن آئے گا جس دن اللہ تعالیٰ کے سامنے تجھے اور مجھے دونوں کو پیش ہونا ہوگا۔"
آپؓ فرماتے ہیں "پھر کیا ہوگا؟" وہ کہتا ہے کہ "پھر یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے پوچھیں گے کہ میرا ایک بندہ تیرے دروازے پر آیا، وہ چاہتا تھا کہ تُو اس کی بچیوں کو کپڑا دے تاکہ وہ اپنے بدن کو ڈھانپیں، لیکن تُو نے طاقت کے باوجود اس کو نہ دیا۔" عمر فرماتے ہیں "پھر کیا ہوگا؟"، تو وہ کہتا ہے "پھر یہ ہوگا کہ تیرے متعلق اللہ فیصلہ کریں گے اِمَّا اِلَی النَّارِ وَ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ
یا تجھے جہنم کی طرف بھیج دیں گے یا جنت میں بھیج دیں گے۔" یعنی وہ بدو، گاؤں کا، دیہاتی مسلمان آزادی رائے کے ساتھ، دنیا کے جری انسان عمر ابن الخطّاب کے سامنے قیامت کے تصوّر کو جب پیش کرتا ہے تو حالات میں ہے اسی کے ساتھ عمر فاروقؓ پر سکتہ طاری ہوا۔ آپ رونے لگے اور اُسی وقت اپنا کُرتہ اتار کر دے دیا کہ جا اپنی بیٹی کو پہنا دے۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ تھوڑی دیر بھی اگر تیرے آرڈر کی تعمیل کرنے میں لگ جائے، ہو سکتا ہے اللہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔

آج ہماری سوسائٹیوں میں، ہمارے اعمال میں، ہماری زندگی میں یہ جو بے راہ روی ہے اس لیے ہے کہ قیامت پر یقین باقی نہیں رہا — قیامت کا مسئلہ، مرنے کے بعد کی زندگی کا مسئلہ تو مسلمان نے اپنے کورس سے خارج کر دیا ہے۔ قیامت آئے گی، مرنے کے بعد ایک زندگی ہوگی، ہے کسی کتاب میں؟ اگر ہے تو صرف تھوڑا سا مسئلہ ہے۔ باقی جنت، دوزخ اٹھا کر

دیکھ لیں اسلامیات کی کتاب، کسی بھی کتاب کو آپ دیکھ لیں (پرانی کتابوں کو آپ چھوڑ دیں) یہ جو نئی کتابیں اپنے بچوں کو ہم پڑھاتے ہیں، ان میں دیکھ لیں کہیں قیامت کا ذکر ہے؟ قیامت کی علامات کا ذکر ہے؟ جنت کا ذکر ہے؟ دوزخ کا ذکر ہے؟ حوضِ کوثر کا ذکر ہے؟ کہیں ہے؟ نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے تو کہتے ہیں کہ دل خفا ہو جاتا ہے، دل تنگ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ قیامت کا یقین سب سے بڑا بنیادی اور اساسی مسئلہ ہے کہ جس مسئلے پر چل کر انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر قیامت پہ یقین نہ ہو اور اس کے بعد والی زندگی پر یقین نہ ہو تو میرے بزرگو نیکی کبھی نہیں آ سکتی اس لئے اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے جو داعی الی اللہ باذنہٖ ہوتے ہیں اور سچے ہوتے ہیں ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی امت کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا اور قیامت کا مسئلہ پیش فرمایا۔

حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، ان دس خوش بختوں میں سے ہیں جن کو حضورؐ نے دنیا میں فرمایا اَبُوْبَکْرٍ فِی الْجَنَّۃِ ط عُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ ط عُثْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ ط عَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ ط حضورؐ نے دنیا میں جن کو جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا، حضرت عثمانؓ بھی ان میں سے ہیں۔ اور حضرت عثمانؓ کو ذی النورین کہا جاتا ہے کہ دو لختِ جگر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے نکاح میں آئی تھیں باری باری۔ پہلے ایک صاحبزادی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوت ہو گئیں تو آپ نے دوسری آپؓ کے

عقدِ نکاح میں دیں اور دوسری کے وصال کے بعد فرمایا کہ عثمان! اگر میری تیسری بچی ہوتی تو وہ بھی تیرے نکاح میں دے دیتا۔ اس جاذب بلند مقام کے مالک مشکوٰۃ کی حدیث ہے، وہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تھے تو اتنا ہے کہ وہ قبر پر کھڑے ہو کر اتنا روتے تھے، حَتّٰى تَبُلَّ لِحْيَتَهُ ۔ یہاں تک کہ آپ کی داڑھی کے بال بھیگ جاتے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کے پاس آپ کھڑے ہو کر روتے ہیں تو فرمایا اَلْقَبْرُ اَوَّلُ مَنَازِلِ الْاٰخِرَۃِ ط قبر جو ہے یہ قیامت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، اس میں انسان اگر اللہ کے عذاب سے بچ گیا تو پھر باقی منازل آسان ہو جاتی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قیامت کی زندگی پر اتنا یقین تھا۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ہیں انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو اس چیز سے ڈرایا۔ یہ عقیدہ بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے۔ چنانچہ یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب تشریف لائے تو اس وقت آپ کی قوم کے اکثر لوگ بابل اور نینوا میں آباد تھے اور وہ ستارہ پرستی، کواکب پرستی میں مبتلا تھے۔ آپ نے ان کے سامنے قیامت کا مسئلہ پیش فرمایا اور بتایا کہ یہ لیل و نہار، یہ شمس و قمر، یہ سارے کے سارے تمہارے تابعدار اور مطیع ہیں، اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کر لیا تو تمہارے لئے قیامت بہتر ہو گی ورنہ تمہاری قیامت برباد ہو گی۔ سب سے بڑا مسئلہ جس نے کہ قوموں کے رخوں کو پھیرا اور قوموں میں، امتوں میں، اور ملتوں میں اللہ تعالیٰ نے جس کے ذریعے سے انقلاب پیدا کیا وہ قیامت پر یقین تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں بہت ذخیرہ قیامت کے متعلق ہے اور ہمارے اس عقیدے پر

مستقل کتابیں موجود ہیں حضرت شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے علامات قیامت پر ایک پورا رسالہ لکھا ہے۔ فارسی میں وہ تھا، اس کا اب اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے بتائیں قیامت کی علامات کون کون سی ہیں۔ اور ہماری حدیث کی ہر کتاب میں بَابُ عَلَامَاتِ الْقِيٰمَةِ کا ذکر ہے۔ کہ قیامت پر اگر یقین رکھا جائے گا تو ہماری ساری کی ساری پریشانیاں بھی دور ہوں گی اور ایک انسان صحیح طور پر اپنے آپ کو مسلمان بنانے کی کوشش کرے گا تاکہ وہ ابد الآبادی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے ساتھ سرفراز ہو۔

اب میں ان آیات کا ترجمہ بھی ساتھ ساتھ کرتا چلتا ہوں۔ ارشاد فرمایا۔ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ط تم سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ جَمِيْعًا ط جتنے کے جتنے تم ہو، چھوٹے بڑے، امیر غریب، بادشاہ رعیت، سارے کے سارے، اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا اللہ ہی کی طرف تم سب نے لوٹ کر جانا ہے، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے۔ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ط تاکید بیان فرما دی کہ اس بات کو معمولی نہ سمجھو، یہ اللہ کا وعدہ ہے، حَقًّا، جو ہو کر رہے گا حق کا معنی سچا بھی آتا ہے، حق کا معنی ہو کر رہنے والی بات جسے کوئی ٹال نہ سکے۔ قیامت کو بھی اَلْحَآقَّةُ فرمایا۔ اَلْحَآقَّةُ ۙ مَا الْحَآقَّةُ ج وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ط كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌ م بِالْقَارِعَةِ ٥ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ٥ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ م بَاقِيَةٍ ۝

(الحاقہ ۶۹: ۷-۸) سورت الحاقہ کا معنیٰ ہی یہ ہے، مفہوم ہی یہ ہے۔ اللہ فرماتے ہیں قیامت تو یقیناً آئے گی۔ اَلْحَآقَّةُ، حق سے مشتق ہے، واقع ہونے والی گھڑی، وہ گھڑی جس کے وہ وقوع میں تمہیں کوئی شک نہیں کرنا چاہئے۔ قوم ثمود اور قوم عاد نے اپنی تہذیب اور اپنے تمدن کے نشے میں اس کا انکار کر دیا تھا تو ہم نے اس دنیا میں اُن کو وہ رگڑا دیا هَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ م بَاقِيَةٍ ۝ نہ دنیا میں کوئی ثمودی باقی رہا، نہ دنیا میں کوئی عادی باقی رہا، اللہ کے عذاب کا شکار ہوئے، اللہ نے ان کا ایک متنفس بھی دنیا میں باقی نہیں رکھا۔ تو وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ط اللہ کا یہ وعدہ حق ہے۔ کیا مطلب؟ ہو کر رہے گا۔ حق کا معنیٰ وقوع ۔ اس کے وقوع میں کسی قسم کا تمہیں شک نہیں کرنا چاہئے۔

اور یہ قیامت کیوں آئے گی؟ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ط دلیل بیان فرمائی کہ اللہ کا وعدہ ہے اور یہ اللہ کا وعدہ ہو کر رہے گا، تمہیں اس میں کوئی شک نہیں کرنا چاہئے، تم اپنے آپ کو دیکھ لو۔ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ بے شک وہی اللہ تعالیٰ پہلی مرتبہ بھی تخلیق کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ پیدا کرنے والا کون ہے؟ مجھے، آپ کو، اس ساری کائنات کو کس نے پیدا کیا؟ اللہ ہی نے تو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ اگر نہ پیدا کرنا چاہے تو کوئی پیدا کر نہیں سکتا اور اللہ پیدا کرنا چاہے تو کوئی روک ہی نہیں سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق ہماری تفسیر کی کتابوں میں بہت کچھ لمبا ذکر ہے اور فرعون کے بارے میں جو قرآن نے تصور پیش کیا يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ

وَ يَسْتَحْيِي نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (القصص ۴) کہ فرعون بے عون جو مصر کا تھا وہ قتل کرتا تھا بنی اسرائیل کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑ دیتا تھا ان کی بیٹیوں کو۔ اور قتل کیوں کرتا تھا؟ تاکہ ان کی نسل کُشی ہو جائے، یہ دنیا میں بڑھ نہ سکیں، پھول نہ سکیں، پھل نہ سکیں۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنا چاہا، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پیدا ہو گئے اور پیدا بھی ہوئے اور پلے بھی کس کے گھر؟ فرعون کے گھر جس فرعون نے اُن کو ختم کرنا چاہا تھا اُسی کے گھر میں پلتے تھے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم چنانچہ فرعون نے پھر طعنہ بھی دیا۔ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۙ (الشعراء ۱۸) اے موسیٰ! تجھے ہم نے بچپن میں پالا اور تو کئی سال تک میرے ہاں پلتا رہا، بچپن تو نے میرے ہاں گذارا۔ تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اسی کے ہاں پلوا دیا۔ جسے اللہ تعالیٰ پیدا کرے، دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی اور جسے اللہ تعالیٰ نہ پیدا کرنا چاہے اسے دنیا کی کوئی طاقت پیدا نہیں کر سکتی۔ مُبدِئ کون ہے؟ اللہ کی ذات۔ مُعِید کون ہے؟ اللہ کی ذات۔ خالق کون ہے؟ اللہ کی ذات۔ مُحیی کون ہے؟ اللہ کی ذات۔ مُمیت کون ہے؟ اللہ کی ذات۔ اس لئے فرمایا کہ اُسی اللہ نے تمہاری تخلیق کو پہلے کیا۔ تمہیں پہلے پیدا کرنے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ اور اس وقت تو تمہارا کوئی میٹیریل (MATERIAL) ہی نہیں تھا۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ڰ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا ۝ (الدھر ۱، ۲) فرمایا اے انسان! تجھے پتہ ہے؟ تجھ پر

ایک ایسا دور گذرا ہے تیرا ذکر ہی کہیں نہیں تھا ہم یہاں جتنے بیٹھے ہیں ساٹھ ستر سال کے بوڑھے، سو سال کا تو میرا خیال ہے کوئی نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی ہے بھی تو سو سال پہلے ہمارا کہیں نام تھا؟ کہ دنیا میں کس کس نے نمودار ہونا ہے؟ کون آنے والا ہے؟ کچھ بھی پتہ نہیں تھا کسی کو علم نہیں تھا کوئی پیدا ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں معدوم سے وجود عطا کیا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا، عمر اور زندگی عطا کی، کسی کو کتنی کسی کو کتنی، پھر ہم دنیا سے چلے جاتے ہیں، جب مر جاتے ہیں یا دفن ہو جاتے ہیں (خوش نصیب) یا کچھ جل جاتے ہیں، کچھ پانی میں ڈوب جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جیسے وہ چاہے لیکن اسی کائناتِ ارضی پر ان کے ذرات موجود رہتے ہیں۔ خواہ ہمالیہ پر ان کی راکھ بکھیر دی جائے جیسا کہ ہندوؤں کی راکھ، نہرو کی بکھیر دی گئی تھی، کہیں بھی بکھیر دی جائے، رہتی کرۂ ارضی پر ہی ہے، ان ذرّوں کو پھر جمع کیا جائے گا۔ قرآن مجید نے فرمایا بَلٰى قَادِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ○ (القیمۃ ۴) تو میں اس پر بھی قادر ہوں کہ تیرے بند بند کو اکٹھا کروں، تیرے پوروں کو اکٹھا کر دوں تیرے معمولی معمولی ذرات کو جوڑ دوں اور پھر میں تجھے اپنے سامنے پوری مخلوق جیسے کہ تو مرا تھا بنا کر اپنے سامنے کھڑا کر دوں۔

تو ارشاد فرمایا کہ تجھے پہلے پیدا کرنے والا کون ہے؟ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ بے شک اسی اللہ نے ابتداء کی تخلیق کی، اسی اللہ نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ثُمَّ يُعِيْدُهٗ۔ وہی اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ لوٹائے گا۔ یعنی تمہارے مرنے کے بعد تمہاری دوبارہ زندگی کون عطا کرے گا؟ وہی اللہ تعالیٰ۔ اور

اُس وقت تو تمہارا کچھ نہ کچھ میٹریل، مادہ موجود ہوگا۔ خاک کے ذرّے ہوں گے، بعض خوش بختوں کے بدن بھی سلامت ہو سکتے ہیں، حدیثوں میں آتا ہے، اور آج تک سلامت ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے ابدان مبارکہ تو سلامت ہی رہتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے متعلق بھی حدیثوں میں موجود ہے کہ بعض دوسرے لوگوں کے بھی جو خوش نصیب ہیں، اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار ہیں، ان کے ابدان سلامت رہتے ہیں۔ تو پھر روح کا دوبارہ ان میں ڈال دینا، احیاء کر دینا، اور وہ قوت دینا جو پہلے عطا تھی یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں اس لئے فرمایا وہی اللہ تعالیٰ تمہاری تخلیق کو شروع کرتا ہے اور وہی اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ زندگی بخشے گا تمہارے مرجانے کے بعد، تمہارے معدوم ہو جانے کے بعد تمہیں پھر وجود میں لائے گا۔ اور اس کی حکمت کیا ہے؟ تمہیں دوبارہ زندہ کرنے کی حکمت کیا ہے؟ فرمایا میرے قسط اور میرے عدل کا یہ تقاضا ہے کہ ایک وقت آنا چاہئے کہ جن لوگوں نے زندگی بھر میری اطاعت میں بدنی طور سے اور بدنی اعتبار سے کچھ تکالیف برداشت کیں اُن کو میں وہ نعمتیں عطا کروں جو اُن کے اعمال صالحہ کا بدلہ ہو اور جن لوگوں نے بدنی راحت کو مقدم سمجھا اور میرے احکام کو روندا اُن کو میں وہ سزا دوں جس سزا کو وہ بھگتیں۔ میرے عدل کا تقاضا ہے۔ قسط، میرے قسط کا تقاضا ہے کہ ایک وقت آنا چاہئے کہ مطیعوں کو اُن کی اطاعت کے مطابق اجر ملے اور نافرمانوں کو ان کی بداعمالی کے مطابق سزا ملے۔ اسی کو میرے بزرگو قیامت کے عقیدے میں جو سورۃ فاتحہ میں ارشاد فرمایا مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ دِین کہتے ہیں بدلے کو، بدلے

کے دن کا مالک نیکوں کو نیک اعمال کا بدلہ اور بدوں کو بُرے اعمال کی سزا ملے گی اس لئے قیامت کا عقلی ثبوت بھی فرمایا کہ قیامت کا آنا ضروری ہے، یہ میرے قسط اور میرے انصاف کا تقاضا ہے، میری حکمت اس میں ہے کہ ایک ایسا وقت میں لے آؤں جس وقت میں تھکے ماندے بندوں کو اُن کے اعمال کے مطابق اجر دوں کچھ ایسے تھکے ماندے وجود ہیں جو دنیا میں میری راہ میں تھکے ہوں گے اور اُن کی تھکان پھر میں مرنے کے بعد دور کر دیتا ہوں - كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ٥ (الحاقہ ۲۴) اُن سے میں کہوں گا کھاؤ پیو، تم نے گذری زندگی میں میرا حکم مانا، میری اطاعت کی، آج تم پر کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہے، آج تمہارے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے - وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ٥ (حٰم السجدہ ۳۱) ہمارے تبلیغی بھائیوں کی تعبیر میں تم نے دنیا میں رب کے چاہنے والی زندگی بسر کی، تم نے دنیا میں رب کے حکموں کو مانا آج ہم تمہاری چاہت کو قبول کرتے ہیں، جو تم چاہتے ہو وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ٥ (حٰم السجدہ ۳۱) تمہیں ملے گا جنت میں جو تمہارے جی چاہیں گے مانگنے کی بھی تکلیف نہ ہوگی، جو تم چاہو گے تمہارے سامنے موجود ہوگا کہ تم نے دنیا میں میری چاہت کو اپنی بدنی چاہت پر مقدم کیا تھا ۔ اس لئے قیامت کو کہا گیا یَوْمُ الدِّیْن بدلے کا دن - جو اعمال ہم نے دنیا میں کئے ان کے مطابق ہمیں جزا ملے گی اور ان اعمال کے مطابق ہمیں سزا ملے گی - اللہ سزا دیتے تو

ہم سب کو سچائے اور جزا کا جو مسئلہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بہترین بہترین جزائیں عطا فرمائے۔
تو ارشاد فرمایا کہ یہ قیامت کا آنا، اعادہ تمہارے بدن کا۔ دیکھئے یُعِیْدُ کا
تمہیں ہم لوٹائیں گے نئی تخلیق نہیں ہوگی، لوٹائیں گے ہم تم کو، جس طرح تم اب ہو
اسی طرح ہم تم کو لوٹائیں گے۔ صحیح حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد
فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے دن مُردے قبروں سے نکلیں گے، قبر سے مراد یہ ڈھیری
نہیں ہے، جہاں جہاں ذرات پڑے ہیں، اور ذرات کا جمع کرنا بھائی کوئی اتنا مشکل
نہیں ہم خداوند تعالیٰ کو نعوذ باللہ اپنے پر قیاس کر بیٹھے ہیں تب ہمیں شبہ پڑ جاتا
ہے۔ خداوند تعالیٰ کو بڑی طاقتیں ہیں۔ خدا؛ رب العالمین جو چاہیں۔ اِذَا قَضٰی
اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ (البقرہ ۱۱۷) سورت بقرہ میں
دیکھ لیجئے حضرت عزیر علیہ السلام نے صرف اتنی بات عرض کی کہ

اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ج (البقرہ ۲۵۹)
کیفیت کا سوال تھا۔ اس بستی کو اللہ تعالیٰ کس طرح زندہ کریں گے؟ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ
مِائَةَ عَامٍ (البقرہ ۲۵۹) حضرت عزیر علیہ السلام سو سال تک مرے رہے،
زمین پر پڑے رہے، بدن مبارک پڑا رہا اور جس گدھے پر آپ سوار تھے اس
کے ذرات بھی گل گئے۔ سو سال بڑی چیز ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟
وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ (البقرہ ۲۵۹) عزیر! دیکھ تیرا گدھا کہیں نظر آتا ہے
تیرا گدھا تو کہیں نظر نہیں آتا، لیکن کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کَیْفَ نُنْشِزُهَا
ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ط (البقرہ ۲۵۹) دیکھ ہم اس کے ذرات کو یہاں سے
مٹی سے اٹھاتے ہیں، ابھی ہڈیاں جڑنے لگیں گی اور ان پر پھر ہم گوشت چڑھا دیں گے

اس میں کون سا استبعاد ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے مشاہدہ کرایا اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت عزیر کو اور مشاہدہ کرایا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو چار پرندوں کا جو قصہ سورت بقرہ ہی میں آتا ہے۔ تو اعادہ، اعادہ کا معنیٰ لوٹا دینا۔ اسی بدن کی کیفیت کے ساتھ۔

امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ مرنے کے وقت جو کیفیت جس انسان کی ہوگی اسی کیفیت کے ساتھ قیامت کے دن وہ اٹھے گا، اسی آواز کے ساتھ، اسی صوت کے ساتھ، اسی لہجے کے ساتھ، اسی شکل و شباہت کے ساتھ، اسی طریقے پر وہ قبر سے اٹھے گا تبھی تو بھائی پہچانیں گے۔ سورت اعراف میں آپ پڑھ چکے ہیں يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ جنتی آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ جنتی جہنمیوں کو پہچانیں گے، يَتَعَارَفُوْنَ معرفت کا معنیٰ پہچاننا۔ تو پہچانیں گے تب کہ شکلوں کو دیکھیں گے۔ شکلیں ساتھ ہوں گی تبھی تو پہچانیں گے اور شکل کا وجود بلا بدن کے نہیں ہو سکتا۔ بدن یہی ہوگا شکل یہی ہوگی، جس شکل میں ہم مریں گے اسی شکل میں ہم قیامت کے دن اٹھیں گے اسی طریقے پر اٹھیں گے اور قرآن میں میرے بزرگو فرمایا يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيْهِ ۝ (عبس ۳۴) قیامت کے دن بھائی بھائی سے بھاگے گا، باپ بیٹے سے بھاگے گا، بیٹا باپ سے بھاگے گا، بیوی خاوند سے بھاگے گی، خاوند بیوی سے بھاگے گا۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ (عبس ۳۷) ہر ایک آدمی اپنے حال میں مست ہوگا۔ تو بھاگیں گے۔ کیوں بھاگیں گے؟ اسی لئے تو بھاگیں گے کہ پہچانیں گے کہ یہ میرا بیٹا آرہا

ہے، ابھی یہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے، ہیں تو اپنے پسینے میں غرق ہوں۔ بھاگے گا باپ۔ اللہ ایسے تنفر سے مجھے اور آپ کو بچائے۔

چند ایسے وجود ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے بشارت دی، جو قیامت کے خوف سے محفوظ ہوں گے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۙ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۚ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (الانبیاء ۱۰۱ تا ۱۰۳) فرمایا جنہوں نے دنیا میں حُسنیٰ پر عمل کیا، علمائے تفسیر فرماتے ہیں کہ حُسنیٰ سے مراد لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بھی ہے۔ جنہوں نے کلمہ طیبہ کو قبول کیا اور اس کے مطابق اپنی زندگی گذاری فرمایا وہ جہنم کی آہٹ سے بھی محفوظ ہوں گے۔ اور وہ گھبراہٹ، اَلْفَزَعُ الْاَكْبَرُ بہت بڑی گھبراہٹ کہ بڑے بڑے جابر انسان گھبرا جائیں گے، جن کے ناموں سے دنیا لرزتی ہے وہاں اللہ کے عذاب کو دیکھ کر گھبرا جائیں گے۔ فرمایا کہ ان مسکینوں کو جنہوں نے دنیا میں میرے حکموں کو مانا، غربت کی زندگی گذار ڈالی، تنگدستی کی زندگی گذار ڈالی، بیماری کی زندگی گذار ڈالی، مصائب کا شکار ہوئے لیکن اللہ کی نافرمانی سے بچے لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (الانبیاء ۱۰۳) ان کو وہ گھبراہٹ غمناک نہ کر سکے گی۔ بلکہ فرشتے ان سے ملیں گے تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (الانبیاء ۱۰۳)۔ فرشتے آکر سلام کہیں گے اور کہیں گے هٰذَا یَوْمُكُمُ

الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (الانبیاء ۱۰۳) جس دن کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا، تم نے اللہ کی اطاعت کو قبول کیا، آج تمہیں بشارت دی جاتی ہے۔

ہمارے شیخ الشیخوں کے مشائخ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جب مالٹا میں اسیر تھے۔ چار سال مالٹا میں آپ اسیر رہے، اسیر مالٹا آپ کا لقب ہے اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب ہم انگریزوں کی طرح تنا کرتے تھے، انگریزوں کے ہم ترانے پڑھا کرتے تھے اور ہمارے ان بزرگوں نے اس وقت کہا تھا کہ انگریزوں کا بیڑا غرق ہو جائے۔ اس وقت کہا تھا مولانا مدنیؒ نے ؎

بڑا افلاک کو بھی دل جلوں سے کام نہیں   جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

۱۹۳۰ء میں آپ نے خط لکھا تھا کراچی سے، پھر کراچی میں آپ کو نظر بند کر دیا گیا، قید ہوئے آپ، کہ آپ نے حکم دیا تھا کہ انگریزوں کی فوجی بھرتی حرام ہے۔ ہاں! اگر مسلمان اس وقت یہ باتیں مانتا تو آج نہ یہ اسرائیل کا مسئلہ پیش ہوتا نہ یہ دوسرے مسئلے پیش ہوتے۔ یہ ہمارے اکابر کیوں دوڑے تھے؟ حضرت مدنیؒ کیوں دوڑے؟ شیخ الہندؒ نے کیوں یہ تکلیفیں برداشت کیں؟ امام انقلاب عبید اللہ سندھی نے تیس سال جلا وطنی گذاری۔ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سکھ کے بیٹے، سکھ کے گھر میں پیدا ہوئے، اسلام قبول کیا، اسلام کا اتنا درد تھا کہ تیس سال آپ جلاوطن رہے، دربدر کی ٹھوکریں آپ نے کھائیں اس لئے کہ ہندوستان میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ چمکے اور انگریز میرے ہندوستان کو چھوڑ دے اسی سلسلے میں یہ بزرگ مالٹے میں اسیر تھے۔ تو کسی نے پوچھا "حضرت! ابتلاء ہے کیا

حال ہے؟ تو آپ فرماتے ہیں " الحمد للہ میں مصیبت میں مبتلا ہوں، معصیت میں مبتلا نہیں "۔ مصیبت ہے، ابتلاء ہے رب العالمین کی طرف سے، لیکن اللہ کی نافرمانی تو نہیں کر رہا۔ اب اگر ان لوگوں کو بھی قیامت میں اللہ تعالیٰ یہ فرما دیں کہ او حسین احمد او شیخ الہند! او عبید اللہ سندھی! او امام انقلاب! آ جاؤ۔ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ۔ (الانبیاء ۱۰۳) تم نے میرے دین کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ آج تم پر کوئی گھبراہٹ نہیں ۔ تو اس میں کون سا استبعاد ہے؟ اللہ تعالیٰ کے قسط اور عدل کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اپنی حکمت کے ساتھ ان لوگوں کو جنہوں نے دنیا میں اپنے رب العالمین کے حکم کے مطابق زندگی گذاری سَلَامٌ عَلَيْكُمْ کا خطاب اللہ تعالیٰ ان کو فرمائیں ہمیں بھی ان کی جوتیوں کے طفیل اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھنی چاہئے ۔ اللہ میرے آپ کے بھی گناہوں کو معاف فرما دیں اور قیامت کی گھبراہٹ سے ہمیں بچائیں۔ میرے بزرگو! قیامت کا خوف موت کو آسان کر دے گا۔ قیامت کا خوف قیامت کی زندگی کو آسان کر دے گا، قیامت کا خوف قبر کو آسان کر دے گا۔

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحب زادے ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سارا گھرانہ پُر نور تھا اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے پر بڑی رحمتیں نازل کی تھیں۔ حضرت خواجہ مظہر جان جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے کے شیخ طریقت ہیں۔ وہ اپنے حالات میں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کشف دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سارے جہان کی سیر مثل کف دست کرائی ہم اس بات کے قائل ہیں، کوئی مانتا ہے تو مانئے نہیں

مانتا تو نہ مانے (ہم قائل ہیں کہ جب اللہ کے ذکر کے ساتھ انسان کا دل منور ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب پر رازوں کو کھول دیتے ہیں، اللہ جب چاہیں اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما دیتے ہیں) حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سارے عالم کی سیر مثل کف دست کرائی، میں نے اپنے زمانے میں شاہ ولی اللہ کا ثانی نہیں دیکھا۔

شاہ ولی اللہ کے سب صاحب زادے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے منور تھے، اللہ نے ان سب کو قرآن مجید کی معرفت سے نوازا تھا۔ رحمت دو عالم سے آپ مشرف تھے۔ امام الانبیاء کے پر تو آپ پر پڑتے تھے۔ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ملازمہ تھی۔ اگلے دن میں رسالے میں پڑھ رہا تھا ایک ملازمہ تھی پوربی۔ اُس علاقے کی زبان بولنے والی بہار وغیرہ کی۔ تو جب اُس کی موت کا وقت آیا تو وہ کچھ ایسی باتیں کر رہی تھی جو دوسرے نہیں سمجھتے تھے۔

میں اپنی بچیوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ قیامت کا خوف پیدا کریں اور موجودہ مسموم فضاؤں سے اپنے آپ کو بچائیں۔ مناسب نہ ہے ولا تحفل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے یعنی چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے

پہلے زمانے میں پنجابی کے اشعار لوگ پڑھا کرتے تھے، اب وہ تو کتابیں ختم ہو گئیں۔ پکی روٹی کتاب تھی پنجابی کی ہماری بچیاں پڑھا کرتی تھیں، مولوی پڑھا کرتے تھے، امام پڑھا کرتے تھے اور اس پکی روٹی کے آخر میں یہ ہے۔ مولوی غلام رسول صاحب ایک گزرے ہیں قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ میں۔ یہ

ان کی ایک تنبیہ بلکہ ایک واعظانہ نصیحت ہے۔

دلا! غافل نہ ہو یک دم یہ دُنیا چھوڑ جانا ہے
بغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے
تیرا نازک بدن بھائی جو لیٹے سیج پھولوں پر
بنے گا ایک دن مُردار یہ کیڑوں نے کھانا ہے
فرشتہ روز کرتا ہے منادی چار کونوں پہ
محلّاں اُچیّاں والے تیرا گوریں ٹھکانا ہے

تم نے کیا سمجھا؟ اَیْنَ الْمَفَرُّ ٥ (القیمۃ ۱۰) ہم کہاں جائیں گے بھائی؟ آخر مرنا نہیں ہے؟

تو وہ جب مرنے لگی حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خادمہ تو وہ کچھ اپنی پوربی زبان میں کہہ رہی تھی جس کو پاس بیٹھنے والے نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحب زادے تھے شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ، وہ بھی بڑے کامل ولی تھے اگرچہ اُن کا تعارف کم لوگوں میں ہوا۔ ان کو بلایا گیا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کے سب صاحب زادے اور خود شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علوم کے پُورے ماہر اور واقف تھے اُن کے ہاں جنّات کا بھی آنا جانا تھا جنّات کو آپ پر بہت بڑا اعتماد تھا۔ وہ لمبے قصّے ہیں ۔۔۔ اور جن مسلمان کا مطیع ہو جاتا ہے (بشرطیکہ مسلمان کا) صحیح حدیث ہے، حضور فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جنّات نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ ہم آپؐ کی امت کے نیک لوگوں کے گھروں میں جا کر فسا د نہیں

کریں گے مسلمان ہو اور جن سے ڈر جائے؟ "جی جن چڑھ گیا ہے"! او مسلمان اللہ جن قابو پالے؟ مسلمان پر اللہ کی کوئی مخلوق قابو نہیں پا سکتی۔ مسلمان تو اللہ کا خلیفہ ہے۔ خلیفے پر مزدور قابو پالے؟ مل مالک پر مزدور غالب آجائے بھائی یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

تو جب وہ خادمہ بولتی تھی تو اس کی بولی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ شاہ اہل اللہ کو بلایا گیا کہ حضرت آپ تشریف لائیں، یہ کیا کہہ رہی ہے؟ مرنے والی ہے یہ کیا کہہ رہی ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ یہ اپنی بولی میں کہتی ہے کہ مجھے کہا جا رہا ہے کہ لَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ — اور مرنے والی عبدالعزیز کی غلام ملازمہ! (آغا کا رنگ ملازمہ پر بھی چڑھ گیا (اپنا تو چاہئے، نیک لوگوں کے گھروں میں جو رہتے ہیں وہاں تو رنگ چڑھ جاتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے کہا جاتا ہے کہ لَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ کہ تو خوف نہ کر، تو غم نہ کھا۔ یہ الفاظ مجھے کہے جا رہے ہیں۔ شاہ اہل اللہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تو تو دنیا میں کچھ ایسی رہی تھی، تو نے کون سا نیکی کا کام کیا تھا کہ آج تجھے یہ بشارت مل رہی ہے؟ (اب موت کا سوال جواب ہے) ہمارے کبھی ناک میں ٹیوب چڑھا دیتے ہیں، کبھی پاؤں میں ٹیوب چڑھا دیتے ہیں، نہ کلمہ نہ درود نہ ذکر نہ کوئی تلاوت۔ یہ کیا مصیبت ہے؟ بھائی مرنا ضرور ہے۔ جب سمجھو کوئی مرنے والا مر رہا ہے تو اس کے پاس قرآن پڑھو، صدقہ دو فی سبیل اللہ اللہ کے دین کی باتیں کرو، استغفار پڑھو درود پڑھو چارپائی سے دور بیٹھ کر۔ اس کی عاقبت کو کیوں برباد کرتے ہو؟ وہ تو مر رہا ہے، وہ بچے گا نہیں تمہاری ٹیوبوں وُوبوں سے، وہ تو جانے والا ہے۔ اگر بچنا ہو گا تو

بچ جائے گا، تم کلمہ پڑھو تاکہ اس کا خاتمہ تو ایمان کے ساتھ ہو۔

تو آپ پوچھتے ہیں" اچھا تو تو نے کونسا ایسا کام کیا تھا کہ جس کی بدولت تجھے یہ بشارت ملتی ہے ؟" وہ کہتی ہے" شاہ صاحب! میں نے اور تو کوئی کام کیا ہے یا نہیں کیا، میں ایک دن گئی حضرت شاہ صاحب کے گھر کے لئے گھی لانے کے لئے۔ گھر والی میں، میں گھی جب لائی (ملازمہ تھی گھر کی) وہ کا نڈا سے گھی جب میں نے دوسرے برتن میں ڈالنا چاہا تو میں نے دیکھا کہ نیچے روپیہ پڑا ہے۔ اُس زمانے کا سکہ روپیہ۔ چاندی کا روپیہ تھا، نوٹ تو اب بنے ہیں۔ اب میں کشمکش تھی کہ یہ روپیہ میں واپس کر دوں یا میرے پاس رہے؟ (یہ اُس زمانے کی بات ہے جب ایک روپے کی من گندم تھی) کہتی ہے کہ میں سوچنے لگی کہ یہ روپیہ میں واپس کر دوں یا رکھ لوں؟ اس کشمکش میں مجھے خیال آیا کہ اگر میں نے یہ روپیہ رکھ لیا تو اس سے میرے دنیا کے کچھ کام تو نکل جائیں گے لیکن قیامت کے دن اگر اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ جس روپے کی تو مالک نہ تھی وہ روپیہ تو نے کیوں رکھا تو میرے پاس کیا جواب ہوگا؟ اس خیال سے حضرت میں چلی گئی اور وہ روپیہ میں نے بقال کو دو کا ندار کو واپس کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اب مجھے بتایا جاتا ہے کہ اے عبدالعزیز کی ملازمہ! تو نے جو وہ کام خدا کے خوف سے کیا تھا آج اس کی برکت سے اللہ تجھ پر جان کندنی اور سکرات موت کو آسان کر رہے ہیں اور تو ڈر نہیں، تیری قبر بھی منور ہوگی۔

کہتے ہیں جی قیامت میں کیا ہے؟ کر لو، زور لگا لو۔ دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا ہتھیاروں کی دوڑ سے۔ یہ دنیا کے تمام گورکھ دھندوں سے

امن تب قائم ہو گا جب قیامت کا خوف پیدا ہو۔ انسان انسان کو سمجھنے لگے اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو پیر نور رحمت دو عالم ہے وہ دنیا پر چھا جائے میرے بزرگو اس وقت دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ دنیا کی ساری اقوام کو تبلیغ اسلام کی جائے۔ اگر وہ صحیح مسلمان بن جائیں، پہلے ہم خود صحیح مسلمان بنیں ہم اپنے ہاتھ رنگ رہے ہیں خون سے، اپنے بھائیوں کو قتل کرتے ہیں، چوری کرتے ہیں، اور بداعمالیوں کے ہم مرتکب ہیں، اس کے بعد پھر جا کر کہیں امن قائم ہو گا۔ جب تک امام الانبیاء کو نہ مانا جائے گا دنیا کی کوئی تجویز، دنیا کی کوئی سکیم بھی امن قائم نہیں کر سکتی۔

تو میں اسی ضمن میں عرض کر رہا تھا۔ قرآن مجید نے فرمایا قیامت کا مسئلہ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ؕ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے، بِالْقِسْطِ ؕ بدلہ دے ساتھ انصاف کے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نیکوں کے ساتھ جو کچھ برتاؤ کرے گا وہ کوئی ایسا برتاؤ نہیں کہ بُروں کا حق تھا نیکوں کو خدا نے (نعوذ باللہ) دے دیا۔ نیکوں نے دنیا میں اللہ کی اطاعت کی، نیکوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو مانا، نیکوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کی فرماں برداری کی تو قیامت میں انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال کا بدلہ ان کو دے۔

اور بُروں کے لئے؟ وَالَّذِينَ كَفَرُوا۔ اور وہ لوگ جو منکر ہیں قیامت کے، وہ لوگ جو منکر ہیں رب العالمین پر ایمان لانے کے، وہ لوگ جو منکر ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ

اُن کے لئے پینے کا پانی ہو گا جو کھولتا ہوا ہو گا بشکل پانی کی ہو گی لیکن اندر سے وہ کھولتا ہوا ہو گا۔ حَمِیْم۔ کھولتا ہوا پانی۔ دوسرے مقام پر فرمایا وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ٥ (محمد ۱۵) جہنمیوں کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ اُس کھولتے ہوئے پانی کی تاثیر یہ ہو گی فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (محمد ۱۵) ان کی انتڑیاں کٹ کٹ کر باہر نکل آئیں گی۔ اللہ مجھے بھی آپ کو بھی مسلمانوں کو حمیم سے بچائے۔

فرمایا کہ اُن کے لئے شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ پینے کا پانی ہو گا جو کھولتا ہوا ہو گا۔ وَعَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ٥ عذاب کی ایک جز بیان کر دی، تخصیص کر دی، اب تعمیم بیان فرمائی۔ اُس عذاب کا ایک حصہ یہ ہو گا کھولتا ہوا پانی وَعَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اور دردناک عذاب ہو گا۔ اور عذاب بھی ہو گا۔ وہ اور قسم کا ہو گا۔ دردناک عذاب۔ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ٥ ان کی نافرمانی کی وجہ سے۔ دنیا میں انہوں نے کفر کیا۔ میرے نافرمان رہے۔ اُن کے لئے قیامت میں عذاب الیم ہے۔ اور جن لوگوں نے میری باتوں کو مانا، اُن کے لئے فرمایا میں جزائے خیر دوں گا۔ یہ میرے عدل کا تقاضا ہے۔

اب اس پر دلیل بیان فرمائی کہ اللہ کے بندو! تم قیامت کو کیوں مستبعد سمجھتے ہو؟ (یہ آفاقی دلیل ہے) تم یہ کیوں مشکل سمجھتے ہو؟ کہ مرجانے کے بعد پھر زندگی مشکل ہے؟ فرمایا رات دن تم نہیں دیکھتے؟ هُوَ الَّذِیْ

جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ دیکھو تم۔ فرمایا اسی اللہ نے جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً۔ بنایا سورج کو روشنی۔ سورج بنانے والا کون؟ اللہ تعالیٰ۔ تم سورج بنا سکتے ہو؟ پھر سورج ہیں، لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (یٰسٓ ۴۰) چاند اپنے نظام پر چلتا ہے، سورج اپنے نظام پر چلتا ہے۔ دنیا کی کوئی مخلوق اللہ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتی سوائے انسان کے یعنی اگر آپ غور فرمائیں میرے بزرگو! دیکھئے جس بیج کا موسم ہو جب ہمارا زمیندار بھائی اس بیج کو اس موسم میں صحیح ضابطے کے ماتحت بو ڈالے تو وہ بیج اُگ پڑتا ہے۔ پھلوں کا بیج اُگتا ہے، پھولوں کا بیج اُگتا ہے۔ جون اور جولائی کے مہینوں میں دن لمبے راتیں چھوٹی۔ دسمبر اور جنوری میں ہمارے علاقے میں دن چھوٹے راتیں لمبی، کبھی سورج نے سرتابی نہیں کی، کبھی چاند نے سرتابی نہیں کی، کبھی چارپایوں نے سرتابی نہیں کی، کبھی پودوں نے سرتابی نہیں کی سوائے انسان کے اس لئے قرآن مجید نے شہادت کے طور پر پیش فرمایا۔ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ (العٰدیٰت ۱ تا ۶) اللہ فرماتے ہیں مجھے قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے تم نے ایڑ ہی لگائی گھوڑا دوڑ پڑا، ہانپ پڑا فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ اور ان کے پاؤں کی ٹاپوں سے آگ چمک رہی ہے

اتنے تیز دوڑ رہے ہیں، پتھر پر، سڑک پر، یہ آلیس ہیں جب نعل ٹکراتے ہیں تو اس سے آگ نکلتی ہے۔ فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحًا ○ اور تمہارے حکم کے اتنے تابع ہیں کہ تمہیں لے کر، تمہاری فوجوں کو لے کر دشمن پر صبح سویرے حملہ کر دیتے ہیں۔ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ○ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ○ اور دشمن کے مرکز میں جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اب فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ○ مگر انسان اپنے رب کا بڑا ہی نافرمان ہے۔ یعنی وہ گھوڑا جس کا میں خالق ہوں، تم نے ذرا سا اُسے بھوسہ کھلایا، چنے کھلائے، گھاس کھلائی، وہ گھوڑا تیرا اتنا فرمانبردار بنا کہ تُو نے کہا اتنے میل فی گھنٹہ چل وہ چلتا ہے، تو نے کہا دشمن کے پاس پہنچتے ہیں، وہ پہنچ گیا، تُو نے گھوڑے سے جو کام لیا، گھوڑے نے تیری بات مانی اور تیرا اتنا فرماں بردار رہا کہ جو تُو نے کہا اس نے تیری طبیعت کو، رنگ کو قبول کیا، میرے بزرگو حیوان رنگ قبول کر لیتا ہے۔ لیکن انسان انسان کا رنگ قبول نہیں کرتا۔

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس اونٹنی پر سوار تھے۔ ابن ہشام نے حضورؐ کی سیرت میں اس واقعے کو نقل کیا ہے، باقی سیرت کی کتابوں میں بھی ہو گا۔ کہ جب امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچتے ہیں مدینہ منورہ تو راستے میں تقریباً گیارہ بارہ جگہ پر آپؐ کا استقبال کیا اہل مدینہ نے۔ مدینہ میں حضورؐ کے ماموں تھے، آپؐ کی والدہ ماجدہ مدینہ منورہ کی تھیں اور ماموں کو اپنے بھانجے سے ویسے بھی محبت ہوتی ہے اور پھر وہاں کے لوگ ایمان سے مشرف ہو چکے تھے (کچھ گھرانے)۔ تو دس بارہ جگہ پر لوگوں نے استدعا کی کہ

آپؐ ہمارے پاس اتریں، ہمارے پاس اتریں، ہمارے پاس اتریں۔ ایک جگہ پر حضورؐ کی اونٹنی کی مہار کو پکڑ لیا گیا اور درخواست کی کہ اللہ کے نبیؐ ہمارے پاس آپؐ نزول فرمائیں، نزولِ رحمت فرمائیں۔ امام الانبیاء کیا فرماتے ہیں؟ اُتْرُکُوْھَا میری اونٹنی کو چھوڑ دو فَاِنَّھَا مَامُوْرَۃٌ میری اونٹنی کو بھی خدا کی طرف سے حکم ہے۔ یہ ویسے نہیں جا رہی، اس کو بھی حکم ہے اللہ کی طرف سے، جہاں اللہ کا حکم ہوگا وہاں جا کر یہ بیٹھ جائے گی۔ نبیؐ کی اونٹنی بھی غلطی نہیں کر سکتی فَاِنَّھَا مَامُوْرَۃٌ اس کو بھی حکم ہے من جانب اللہ۔ اونٹنی نے رنگ قبول کر لیا محمد رسول اللہ کی اطاعت کا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) چنانچہ ابو ایوبؓ انصاری کے گھر کے سامنے جا کر پہلے اونٹنی بیٹھی، مگر حضورؐ نہیں اترے (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ اونٹنی پھر کھڑی ہو گئی، حضورؐ سوار تھے۔ دو چار قدم آگے جا کر پھر واپس ہوتی ہے، پھر وہاں آ کر بیٹھ جاتی ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جگہ ہے جہاں مجھے ٹھہرنے کا حکم دیا گیا ہے عبدالکریم نیشاپوری بہت بڑے ولی گزرے ہیں، مفسر بھی تھے قرآن مجید کے وہ گھوڑے کی سواری کرتے تھے۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد سات دن تک اُن کے گھوڑے نے چارہ نہیں کھایا اور پھر اسی غم میں وہ بھی بیچارا مر گیا حیوانات اثر قبول کرتے ہیں، بندہ نہیں کرتا۔ جو میرے بھائی بٹیر رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں، بٹیر اثر قبول کرتا ہے کہ نہیں کرتا؟ لڑتا ہے، پیسے کما کر دیتا ہے بٹیر باز کو۔ کبوتر اثر قبول کرتا ہے۔ کہاں کہاں چلا جاتا ہے، پھر واپس آ جاتا ہے سارے حیوانات، ساری مخلوق اثر قبول کرتی ہے مگر انسان اللہ کا خلیفہ ہو کر

اللہ کا باغی ہے۔

جب ہدہد ملکہ سبا سے واپس آیا اور سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "تو کہاں رہا اتنا زمانہ؟ فوج سے غیر حاضر رہا" وہ عرض کرتا ہے جِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ۝ (النمل ۲۲) اے سلیمان! میری پہلے بات سن لے (علیک الصلوٰۃ والتسلیم) میں کسی مشن پر گیا تھا، میں ملک سبا سے یقینی خبر لایا ہوں" "کیا خبر؟" إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۝ (نمل ۲۳) "سلیمان! میں نے ایک عجیب مخلوق دیکھی (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ میں نے دیکھا وہاں مردوں کی بادشاہ بھی عورت ہے۔ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ اور اللہ نے اس کو ہر چیز دی ہے۔ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۝ اور اس کا ایک بہت بڑا تخت ہے۔ لیکن جو بڑے تعجب کی بات ہے وہ یہ ہے تَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ (نمل ۲۴) میں نے دیکھا کہ ملکہ سبا اور اس کی ساری قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتی ہے" پرندے نے بھی تعجب کیا شرک پر کہ انسان اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہو کر خداوند قدوس کا نافرمان ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ فرماتے ہیں جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً۔ اسی اللہ نے تمہارے لئے سورج کو روشنی بنایا۔ ضِيَاءً۔ روشنی کون دیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ وَالْقَمَرَ نُورًا۔ اور اسی اللہ تعالیٰ نے چاند کو منور فرمایا۔ آج یہ جو ہو رہی ہے تگ و دو چاند کے مسئلے میں۔ قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے

فرمادیا تھا۔ ضِیَآءً ۔ روشنی کون ہے؟ سورج۔ نور حاصل کرتا ہے چاند کس سے؟ سورج سے۔ ہماری منطق کی چھوٹی چھوٹی کتابوں میں، ہمارے علمائے اسلام نے درسِ نظامی کا کورس مرتب کیا اور منطق و معقول کی کتابیں لکھیں ان کتابوں میں دیکھ لیں انہوں نے کیا لکھا ہے؟ نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ نُّوْرِ الشَّمْسِ ط چاند کا نور، یہ حاصل ہوتا ہے کس سے؟ سورج کے نور سے تو اس لئے چاند میں کمی بیشی ہوتی ہے، جتنا وہ سورج کے مقابل رہتا ہے اتنے حصے پر اس کے روشنی پڑتی ہے، وہ منور ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو بنایا روشنی ۔ "روشنی" فرمایا۔ اور چاند کو کیا فرمایا؟ وَالْقَمَرَ نُوْرًا۔ اور چاند منور ہے۔ چاند میں نور ہے۔ کس کے نور سے چاند منور ہے؟ سورج کے نور سے۔ حقیقی نور سورج میں ہے اور چاند اس کے نور کا اقتباس کرتا ہے۔ جتنا جتنا اس کا حصہ پڑتا ہے اتنا اتنا وہ منور ہوتا ہے کبھی ہلال ہوتا ہے کبھی قمر ہوتا ہے، کبھی بدر ہوتا ہے پھر اس میں کمی آجاتی ہے۔ ساتھ ہی اشارہ فرمادیا بابل اور نینوا کے کواکب پرستوں کو کہ تم چاند کو کیسے معبود سمجھتے ہو؟ تم سورج کو کیسے معبود سمجھتے ہو؟ تم کواکب کو کیسے معبود سمجھتے ہو یہ تو میری مخلوق ہیں۔ اور میری مخلوق بھی تمہارے فائدے کے لئے ہیں تم اپنے غلام کو معبود سمجھ رہے ہو؟ اپنے غلام کو آقا سمجھ رہے ہو؟ تم سے بڑا ذلیل تو کوئی اور ہے ہی نہیں! جو اپنے غلام کو اپنا آقا سمجھے۔

چنانچہ فرمایا یہ تمہارے خادم ہیں، ملازم ہیں کیا ملازمت کرتے ہیں۔

وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ ۔ اور اللہ تعالیٰ نے چاند کی منزلیں مقرر کردیں۔

سورج کی بھی منزلیں ہیں۔ سورج کی منزل روزانہ ہے۔ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ (الرحمٰن ع۱) اللہ تعالیٰ مشرقوں کا بھی رب ہے مغربوں کا بھی رب ہے۔ سورج روزانہ اپنا مطلع بھی بدل دیتا ہے اپنا مغرب بھی بدل دیتا ہے لیکن وہ ۳۶۰ دنوں میں جا کر فرق پڑتا ہے۔ اور چاند روزانہ تمہیں بتاتا ہے۔ تمہارے دن کی کیفیت کو روزانہ بتاتا ہے۔ قمری مہینے۔ آج مسلمان کو پتہ ہے قمری مہینے کا؟ پتہ ہی کوئی نہیں۔ بیس سال ہو گئے انگریز کو رخصت ہوئے ابھی تک قمری مہینوں کا کسی کو پتہ نہیں ہمیں مولویوں کو نہیں پتہ آج چاند کی کونسی تاریخ ہے تو آپ بھائیوں کو کیا پتہ ہو گا۔ البتہ ایک آدمی کو چاند کا پتہ ہوتا ہے، جو آدمی ایامِ بیض کے روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو خدا کے ساتھ جوڑنے کے کیسے طریقے بتائے ہیں؟ فرمایا دن میں ۵ مرتبہ نماز پڑھو، فرمایا سحری کو جاگ، فرمایا چاشت کی نماز پڑھو، فرمایا اشراق پڑھو اور فرمایا ایامِ بیض کے روزے رکھو۔ تین روزے رکھو ہر مہینے میں۔ ۱۳ کو، ۱۴ کو، اور ۱۵ کو۔ اب ہم میں سے جو بھائی، جو بہن روزے دار ہے اللہ اس کے روزے کو قبول فرمائے اور مجھے بھی اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ ان روزوں پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے وہ تلاش میں رہتے ہیں کہ تیرھویں کب ہو گی؟ کیونکہ روزہ رکھنا ہے۔ تیرھویں تاریخ کا روزہ، چودھویں کا، پندرھویں کا۔ امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو آدمی ان تین دنوں کے روزے رکھیں گے ان کو پورے سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ ایک نیکی کے ۱۰ ہیں

دس نیکیوں کا ثواب ہے۔ ہر مہینے میں تین روزے رکھیں گے تو تیس روزوں کا ثواب مل گیا۔ گیارہ مہینوں میں رکھے تین تین روزے تو گیارہ مہینوں کا ثواب مل گیا اور رمضان کا مہینہ تو ویسے ہی بارہواں مہینہ ہے۔ تو ایام بیض کے روزے رکھنے والی بھائی اور بہنیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورے سال کے روزوں کے درحقیقت ثواب کے مستحق ہیں۔

تو فرمایا کہ یہ چاند اور سورج میں نے کیوں بنائے؟ قَدَّرَهُ مَنَازِلَ۔ اور چاند کی اللہ تعالیٰ نے منزلیں مقرر فرما دیں لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ط تاکہ تم جان سکو سالوں کو اور دوسرے حساب کو۔ سالوں کا حساب، مہینوں کی گنتی مہینوں کی تعداد، چاند چڑھے گا، مہینہ شروع ہے، چاند ختم ہو جائے گا، مہینہ ختم ہے۔ مسلمان کو حساب آسان بتا دیا، لڑنے جھگڑنے کی بات نہیں فرمایا۔ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ ۔ جب روزہ رکھو، چاند دیکھ کر رکھو، جب عید کرو چاند کو دیکھ کر کرو۔ قصہ ختم۔ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ۔ تاکہ تم جان لو تعداد سالوں کی، تاکہ تم جان لو گنتی مہینوں کی۔ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ (التوبۃ ع ۳۶) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مہینوں کی گنتی کیا ہے؟ بارہ مہینے۔ اور ہر مہینہ شروع ہوتا ہے چاند سے ختم ہوتا ہے چاند پر۔ اور فرمایا وَالْحِسَابَ ط اور تمہارے دوسرے جو حساب ہیں، ملازمت کی تنخواہ، اپنے کاروبار کا نظام یہ سارے کا سارا تم کرو کس سے؟ چاند کی کمی بیشی سے۔ مسلمانوں کے لئے قمری مہینوں پہ عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مَا خَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ ج نہیں پیدا کیا اللہ نے ان چیزوں کو چاند کو، سورج کو، تمہیں اے انسانو، باقی کائنات کو، اِلَّا بِالْحَقِّ ج مگر صحیح صحیح تدبیر کے ساتھ۔ یہاں پر حق کا معنی تدبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی نہیں پیدا کر دیا۔ حق باطل کا مقابل ہے۔ سورت آل عمران کے آخر میں جو آیتیں ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ایک رات کو اٹھے (بخاری میں آتا ہے) تو آسمان کی طرف دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آل عمران کی آخری آیتیں پڑھیں۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج آسمان کی تخلیق میں اور زمین کی تخلیق میں چاند اور سورج کی تخلیق میں، ساری کائنات ارضی اور سماوی کی تخلیق میں لَاٰیٰتٍ بہت بڑی نشانیاں ہیں لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ عقلمندوں کے لئے۔

تو یہاں پر بھی فرمایا۔ مَا خَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ ج نہیں بنایا اللہ نے ان چیزوں کو مگر صحیح تدبیر کے ساتھ۔ اس لئے وہاں پر فرمایا کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج (آل عمران ع ۱۹۱) وہ آسمان کو دیکھ کر کہا کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ان چیزوں کو بے کار نہیں بنایا۔ یعنی یہ چیزیں ویسے ہی نہیں پیدا ہو گئیں بلکہ ان پر تیری تدبیر ہے تیری حکمت ہے اور وہ حکمت کیا ہے؟ ہمارے لئے اس میں فلاں فلاں فائدے ہیں۔

یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ اللہ تفصیل کے ساتھ

بیان کرتے ہیں اپنی آیتوں کو اس قوم کے لئے جو علم والی ہو اور جو قوم سمجھنے والی ہو۔

اور ساتھ ہی پھر ایک آفاقی دلیل اور بھی فرمائی۔ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ۝ بے شک رات کے اختلاف میں اور دن کے اختلاف میں کیا مطلب؟ کبھی رات لمبی کبھی دن لمبا، کبھی رات چھوٹی کبھی دن چھوٹا، رات کے کام اور، دن کے کام اور، رات کو تم اللہ کی عبادت کر سکتے ہو، رات کو تم سو سکتے ہو، دن کو تم اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ رات ہی رات رکھے، دن لانے والا کوئی نہیں اگر اللہ تعالیٰ دن ہی دن رکھے، رات لانے والا کوئی نہیں۔ اختلافِ لیل و نہار میں تمہارے لئے جو فوائد ہیں ان کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ بے شک رات اور دن کے اختلاف میں وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور ان تمام چیزوں میں جو بنائیں اللہ نے آسمانوں میں اور زمین میں، خالی زمین اور آسمان کو نہ دیکھو بلکہ ہر چیز کو دیکھو، جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کا شعر میں اکثر پڑھا کرتا ہوں ؎

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَّهٗ اٰیَةٌ ۔۔۔ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ

ہر چیز میں، کائنات کے ذرے ذرے میں، ایک تنکے کو بھائی اگر تم لے لو میرے دوستو! اس سے بھی پتہ چل جاتا ہے کہ اس تنکے کا خالق بھی کوئی ہے۔ میں تو خالق نہیں۔ یہ جو آپ سبزہ دیکھتے ہیں، یہ جو آپ بارش دیکھتے ہیں، یہ جو آپ پہاڑوں کو دیکھتے ہیں، کائنات کی کسی چیز کو بھی آپ لے لیں مٹی کے ایک ذرا سے

ذرے کو لے لیں اس ذرے میں سے بھی آپ کو پتہ چلے گا کہ اس ذرے کا خالق کون ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ اس لئے فرمایا وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ اور جو کچھ پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں، وَالْاَرْضِ اور زمین میں، لَاٰيٰتٍ بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ لیکن کس کے لئے؟ لِقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ○ اس قوم کے لئے جو اللہ سے ڈرنے والی ہے۔ جو اللہ سے ڈرتی ہی نہیں اس کے لئے نشانیاں کیا ہو سکتی ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرعون سے یہی کہا تھا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ط میرا رب وہ ہے جو مشرق کا رب ہے میرا رب وہ ہے جو مغرب کا رب ہے لیکن وہ بیوقوف اس بات کو نہ سمجھا، وہ خدا سے ڈرتا نہیں تھا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کیا کہا؟

فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ (البقرہ ۲۵۸) اللہ تعالیٰ مشرق سے سورج کو لاتا ہے، تو مغرب سے پیدا کر دے۔ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ط (البقرہ ۲۵۸) میرا رب وہ اللہ ہے جو زندگی بخشتا ہے۔ تو جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں، يَتَّقُوْنَ ○ جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں، جو پرہیزگار بننے والے ہیں، ان کے لئے تو اس میں بہت بڑی نشانیاں ہیں، اور جو خدا سے ڈرتا ہی نہیں، جس کو عذاب الٰہی کا فکر ہی نہیں، جس کو حساب اور کتاب کے متعلق کوئی غم اور فکر نہیں، اس کے سامنے ساری کائنات اگر پیش کر دی جائے، سارے دلائل پیش کر دئیے جائیں تو اس کے دل میں کسی قسم کا خوف اور یقین نہیں پیدا ہو سکتا اس لئے میرے بزرگو آپ دیکھیں قرآن مجید ہدایت ہے ساری کائنات کے لئے هُدًى لِّلنَّاسِ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

لیکن قرآن سے فائدہ کون اٹھا سکتا ہے؟ پہلی سورت کو دیکھیں سورت بقرہ کے شروع میں فرمایا ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ

یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں اور یہ کتاب کیا ہے؟ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ راہ دکھاتی ہے ان لوگوں کے لئے جو متقی ہیں، پرہیزگار ہیں، جن میں استحصال نہیں بلکہ رکاوٹ ہے۔ اسلام تو بھائی رکاوٹ کا مذہب ہے۔ تقویٰ۔ تقویٰ کا معنیٰ رُک جانا۔ اسلام بریک لگاتا ہے، اسلام آزادی نہیں دیتا۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ جب تیرے سامنے کوئی انسان آجائے، تیری آنکھ کو تقویٰ اختیار کرنا چاہئے۔ دیکھ! اگر شرعاً تو دیکھنے کا مجاز ہے تو دیکھ، نہیں تو رُک جا تیرے سامنے کھانے کی چیز آتی ہے، اپنی زبان کو بریک لگا، اپنے دانتوں کو بریک لگا۔ اگر تیرے کھانے کی چیز ہے بے شک کھا ورنہ زبان کو روک لے۔ تیرے سامنے کوئی چیز بھی آئے تو متقی ہے۔ تیرا مذہب تقویٰ ہے اور تقویٰ کے معنے پرہیز اور پرہیز کا معنیٰ بے لگامی نہ ہو بلکہ بے لگامی سے بچے تو قرآن مجید ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے ہادی ہے جو متقی ہیں۔ یہاں بھی ارشاد فرمایا اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ بے شک انقلاب لیل و نہار میں، اختلاف لیل و نہار میں، کائنات کی ہر مخلوق میں لآیات۔ بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے، اللہ ہم سب کو قیامت کے عذاب سے محفوظ رکھے، اللہ تعالیٰ اپنی ذات پر وہ یقین پیدا فرمائے جو صحابہ کرام کو حاصل تھا جن بزرگوں نے ہمارے جیسے گنہگاروں کو قرآن کی طرف مائل کیا

اللہ تعالیٰ اُن کی قبروں کو پُر نور فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے موجودہ مربیت حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم کو صحت کاملہ عطا فرمائے اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت پیدا فرمائے تاکہ ہم جیسے گنہگار ان سے نورِ ہدایت حاصل کرسکیں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ وجمال عرشہٖ مولانا محمد وّ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ○

گیارھواں درس قرآن مجید

منعقدہ جمادی الثانی ۸۳ھ ستمبر ۶۳ء

اس درس مقدس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی روحانی فوائد مذکور ہیں

1. اسلام کا نظریہ معاشرت
2. سب سے بڑی کرامت احکام دین کی پابندی ہے
3. اسلامی نظام حیات انسانی تقاضوں کا راہ نما ہے
4. قرون اولیٰ کے علماء اور سلاطین کا تعلق
5. شہاب الدین غوری کا دینی اصلاحی کارنامہ
6. صحابہ اسلامی نظام کی کامیابی کی روشن دلیل ہیں
7. قرآنی تعلیم دین و دنیا کی جامع ہے
8. دینی تعلیمات پر کامل اعتماد سے عمل کی ضرورت
9. اہل جنت کی کلام
10. مسلمانوں کا باہمی سلام عبادت ہے

واللہ الموفق

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ   بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ لا اُولٰٓئِكَ
مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ج تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا
سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ج وَاٰخِرُ
دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ع صدق الله العظيم

میرے محترم بھائیو، بزرگو اور عزیزو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اُس نے آج پھر ہمیں اپنا کلام سننے اور سنانے کے لئے جمع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔

آج آپ کا اور میرا اکٹھا ہونا، درسِ قرآن کی برکت، اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام اور قرآن مجید کا ایک اعجاز ہی سمجھ لیجئے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں آج بیسویں کی

ہڑتال ہے۔ ہم کیمبل پور سے نکلے ہمیں تو پتہ ہی نہیں تھا۔ اڈے پر پہنچے تو
بس کوئی نہیں۔ گاڑی کا وقت دیکھا تو عوامی ریل آٹھ بج کر پانچ منٹ پر چلی
جاتی ہے ہم ۹ بج کر ۱۵ منٹ پر بلکہ اس سے بھی لیٹ اڈے سے سٹیشن
پر چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ گاڑی آج لیٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا
عوامی میں بیٹھے تو ٹیکسلا میں اترے، پھر ٹیکسلا سے تانگہ پکڑا اور حاضر خدمت
ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اس تگ و دو کو اپنے دین کے لئے قبول فرمائیں۔ معلوم ہوتا
ہے اللہ تعالیٰ قرآن کی راہ میں جو مشکلات آئیں ان کو خود بخود دور فرما دیتے
ہیں۔ اللہ دنیا میں، قبر میں اور قیامت میں مجھے بھی اور آپ کو بھی قرآنی تعلیمات
کے ساتھ منسلک ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔

میرے بھائیو! پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ عز اسمہ نے اپنی وحدانیت کے
چند دلائل بیان فرمائے ہیں اور ایسے دلائل جو بالکل واضح اور بیّن ہیں جیسے کہ
رات اور دن کا اختلاف اور پھر فرمایا کہ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ۔ زمین اور آسمان میں جو کچھ بھی اللہ نے پیدا کیا ہے ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ
کی وحدانیت پر دلیل بیّن ہے لیکن بات صرف اتنی ہے ان لوگوں کے لئے جو
اللہ سے ڈرنے والے ہوں، جو یہ چاہتے ہوں کہ ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل
کریں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا قرب اور تعلق قائم ہو جائے ان کے لئے تو کسی
قسم کی دلیل اور لمبی بحث کی ضرورت نہیں، وہ تو کائنات کی کسی چیز کو بھی دیکھ کر
جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○
(الذاریات ع۲۱) تمہاری اپنی زندگی میں، تمہارے اپنے بدن میں، میرے وجود کے

اور میری وحدانیت کے دلائل ہیں۔ اگر تم دیکھو، غور و فکر کرو تو تم مجھے سمجھ سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو سمجھنے کے لیے، ایمان باللہ کے لیے کسی بڑی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان ذرا بھی غور و فکر سے کام کرے، ذرا بھی سمجھ پیدا کرے تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لیے اس کو اس کی طبیعت، اس کی فطرت، اس کے حواس اس کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ مان لے کہ اللہ تعالیٰ عزاسمہ موجود ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے آفاقی دلائل میں ان چیزوں کو بیان فرمایا جو بالکل بیّن اور روشن ہیں۔ کہیں تو فرمایا۔ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ۝ (الغاشیۃ) کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اونٹ کو کیسے پیدا کیا؟ اب عرب اونٹ سے واقف ہیں۔ اگر یہ فرما دیتے کہ گینڈے کو جا کر دیکھو تو عرب میں تو گینڈا نہیں ہوتا وہ کہاں افریقہ کے جنگلوں میں جاتے۔ اللہ نے بیّن دلیل بیان فرما دی ہے اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ۝ اور پھر اگر اونٹ کو دیکھتے ہیں، سمجھنے میں کچھ اشکال ہو۔ علم الحیوانات نہیں پڑھ سکتے ہو، یا اگر تم کہتے ہو کہ اس میں کچھ پابندیاں مزید نہیں تو، وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ۝ تم آسمان کو ہی دیکھ لو۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ آسمان تک تمہاری رسائی کیسے ہو، ہوائی جہاز کوئی نہیں، راکٹ کوئی نہیں، فرمایا وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ ۝ زمین کو ہی دیکھو۔ یعنی دلائل ایسے بیّن بیان فرمائے کہ ان دلائل کو ڈھونڈنے میں سمجھنے میں انسان کو کسی قسم کی کاوش نہیں کرنی پڑتی۔ یہی وجہ ہے میرے بزرگو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا جو طریقہ ہے یہ عقیدہ فطرتی ہے یعنی سمعی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے

کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عزّ اسمہ کے سامنے ایک آدمی یہ عذر پیش کرے کہ یا اللہ تو نے مجھے فلپائن کے جزائر میں یا افریقہ کے باد بینے صحرائی علاقے میں پیدا فرمایا جہاں میرے پاس کوئی بھی انسان نہیں پہنچا میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا، نہ مجھے یہ پتہ ہے کہ نبی کون ہوتا ہے، قیامت کیا ہوتی ہے، مجھے کچھ علم نہیں، مجھے کوئی نبی نہیں ملا، میں نے کسی بندے بشر کو نہیں دیکھا تو اس لئے اے میرے اللہ! میں معذور تھا، اس لئے میں تجھے نہیں مان سکا، میں تجھ پر ایمان نہ لایا تو ہمارے علم کلام کا مسئلہ ہے کہ اس عذر پر اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرمائیں گے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ماننا یہ سمعی نہیں ہے، بلکہ یہ عقلی بھی ہے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ (النحل ۱۲) فرمایا کہ عقل والے سمع، بصر والے، غور و فکر والے اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ رب العالمین موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کے لئے کسی لمبی دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس پر میں اپنے پہلے کسی درس میں بیشمار مثالیں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کی عرض کر چکا ہوں۔

آج جو آیات تلاوت کی گئی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر بیّن اور واضح حقیقت سے اعراض کی وجہ بیان فرمائی کہ اصل میں بات یہ ہے کہ کچھ لوگ اس مادی دنیا میں آکر اس قدر مادہ پرست ہو جاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کی طرف دھیان ہی نہیں دیتے۔ وہ اپنی دنیاوی خواہشات میں اس قدر ملوث ہو جاتے ہیں پھنس جاتے ہیں کہ ان کے سامنے نہ تو قیامت کا مسئلہ ہوتا ہے، نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا مسئلہ ہوتا ہے، نہ اللہ تعالیٰ کی تلاش کا مسئلہ ہوتا ہے۔

وہ سمجھتے ہیں کہ بس دنیا ہی دنیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام آیات بینات سے اپنے آپ کو غافل پاتے ہیں اس لئے ایسے انسان کے لئے بڑی سے بڑی بھی اگر دلیل پیش کر دی جائے وہ کبھی بھی ماننے والا نہیں بنتا۔

اس آیت میں میرے بزرگو اللہ تعالیٰ اعز اسمہ نے اسلام کے نظریۂ حیات کی حکمت اور نظریۂ حیات کا جوہر بیان فرمایا۔ اس کو سمجھنے سے پہلے یوں عرض کیا جا سکتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے دنیا میں دو قسم کے نظریات تھے۔ ایک نظریہ تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے، اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لئے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ترہّب کو اختیار کیا جائے۔ نہ تو بیوی ہو نہ بچے ہوں، نہ مال ہو نہ دولت ہو، نہ گھر ہو نہ گھاٹ ہو پہاڑوں کی غاروں میں جا کر چھپ جائے، پودوں کے نیچے بیٹھ جائے، انسانیت سے دور وحشت کی زندگی اختیار کر لے تو وہ شاید خدا کو پا لے۔ ایک تو نظریہ یہ تھا۔

دوسرا نظریہ یہ تھا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی حقیقت ہے ہی کوئی نہیں یہ کائنات یونہی آتی ہے اور یونہی جائے گی، نہ کوئی دار العمل ہے، نہ کوئی دار الجزاء ہے، کھاؤ پیو اور عیش کرو، دنیا اسی طرح چلتی رہے گی اور اسی کا نام دنیا ہے۔

اسلام جب دنیا میں آیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مقام عطا ہوا اس کو بیان فرمایا۔ دیکھئے پہلے ہی پارے میں اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط (بقرہ ع ۳) اور دوسرے مقام پر فرمایا هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (الانعام ع ۱۶۵) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس زمین میں اپنا خلیفہ بنایا۔ انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اس کرۂ ارضی پر تو خلیفہ جب بنایا اللہ تعالیٰ نے انسان کو، تو خلیفے کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو، اللہ تعالیٰ کی مرضی کو دنیا میں نافذ کرے اور اس کی مرضی کے مطابق دنیا کو آباد کرے۔ اگر ایک انسان دنیاوی مسائل سے کٹ، دنیاوی تعلقات سے کٹ کر کسی غار میں جا کر بیٹھ جاتا ہے، ہو سکتا ہے اس کی اپنی نجات ہو جائے وہ اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھ سکتا ہے لیکن جو خلافت کا مفہوم تھا اس نے وہ ادا نہیں کیا۔ خلافت کا مفہوم تو یہ ہے وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا (ھود ع ۶۱) اللہ نے تم کو دنیا میں آباد کیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اس کرۂ ارضی پر بھیجا، کس لئے خلافت عطا کی؟ تاکہ یہ کرۂ ارضی آباد ہو، اس کرۂ ارضی پر اللہ تعالیٰ کی مشیت نافذ کی، جاری وساری ہو، تو اب اگر ایک انسان مسائل حیات سے فرار اختیار کرے یعنی کہ نظریہ یہ ہو کہ ہمیں مسائل حیات کے ساتھ کیا تعلق ہے تو دنیا پیچھے رہ جائے گی دنیا آباد رہے گی یا غیر آباد رہے گی؟ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ حاصل ہو گا، یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو (نعوذ باللہ) بیکار سمجھا جائے گا اس لئے امام الانبیاء فرماتے ہیں (جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لَا رُهْبَانِیَّةَ فِی الْاِسْلَامِ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے اور قرآن مجید نے سب سے اونچے انسانی مقامات کے مالک انبیاء علیہم السلام کا جو تصور

پیش فرمایا یعنی انسانیت کا سب سے بلند مرتبہ، روحانی اعتبار سے، اللہ کے قرب کے اعتبار سے جو ہے وہ نبوت اور رسالت ہے۔ نبوت اور رسالت سے بڑھ کر کسی کا مقام نہیں ہو سکتا ـــ کسی بھی انسان کا، بلکہ فرشتے بھی دربارِ نبوت کے خادم ہوتے ہیں۔ تو جو تصور قرآن مجید نے انبیاء علیہم السلام کی رسالت اور نبوت کا بیان فرمایا وہ یوں ہے وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ط (الرعد ۳۸) دوسرے مقام پر فرمایا لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ (الفرقان ع۲) ہم نے جن لوگوں کو، جن خوش بختوں کو نبوت اور رسالت عطا کی ہے ان کی بیویاں بھی تھیں اُن کے بچے بھی تھے، وہ بازاروں میں بھی چلا پھرا کرتے تھے وہ کھانا بھی کھاتے تھے۔ کیا مطلب؟ کہ ان کا تعلق دنیاوی زندگی کے ساتھ تھا۔ وہ دنیا میں ربّ العالمین کی مرضی پر انسان چلنے لگیں۔ اگر رہبانیت ہوتی ترکِ دنیا کرتے تو تبلیغ کون کرتا؟ مبلّغ کون بنتا؟ دیکھئے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو وہ طور پر اللہ تعالیٰ اُن کو بلاتے ہیں۔ آپ حاضر ہوتے ہیں، ربّ العالمین نے فرمایا کہ اے موسیٰ! تو میرا رسول ہے۔ تو میرا نبی ہے۔ کتنا اونچا مقام ہے؟ کتنا متبرک مقام ہے؟ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ (طٰہٰ ع۱۲) تو اُس وادی میں ہے جو بڑی پاکیزہ وادی ہے، وادی الایمن، لیکن کیا حکم دیا؟ یہ نہیں فرمایا کہ آپ یہاں وادی ایمن میں ایک جھونپڑی بنا لو اور یہاں پر بس تم بیٹھ جاؤ، ترکِ دنیا کر لو کیونکہ تم کو تجلی یہاں سے ملی ہے۔ نہیں فرمایا یہ بات نہیں ہے۔ فرمایا تجھے میں نے نبوت اور رسالت سے نوازا ہے لیکن تیرا منصبِ نبوت اور کارِ رسالت کیا ہے؟ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۙ (النّٰزعات ۷۹: ۱۸) جا فرعون کو راہ راست پر لا، جا فرعون باغی اور سرکش ہے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا نعرہ لگا رہا ہے اس کو دعوت الی اللہ دے اور بنی اسرائیل کو اس کے پنجے سے نجات دے، وہاں پر اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کر۔

تو رہبانیت سے دُور کیا۔ فرمایا کہ موسیٰ! یہاں نہ بیٹھنا، وہاں جا کر مصر میں جس نے میرے خلاف دعویٰ کیا خدائیت کا اس کو جا کر دعوت الی اللہ دو۔ اس کے مکر و فریب کو چاک چاک کرو۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو رہبانیت کی زندگی سے منع فرمایا۔

یہ میں باتیں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آج اس دَور میں بعض مسلمان بھائیوں کی نظروں میں ولایت اور قرب الٰہی کس میں ہے؟ کہ ایک آدمی کھاتا تھوڑا ہے پیتا نہیں ہے (پتہ نہیں اندر تو کھاتا ہی ہو گا پیتا ہی ہو گا لیکن سامنے تھوڑا کھاتا ہے تھوڑا پیتا ہے) کپڑے نہیں پہنتا، پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہوا ہے، کسی پودے کے نیچے بیٹھا ہوا ہے، رات کو بھی باہر رہتا ہے، دن کو بھی باہر رہتا ہے لہٰذا یہ ولی ہے، یہ اللہ کا قریبی ہے، یہ اللہ کا مقرب ہے۔ ہم اس پر اعتراض نہیں کرتے، میں ایک بات عرض کر رہا ہوں کہ اس میں جی ولایت کی کون سی بات ہے؟ کپڑے نہ پہننا ولایت ہے؟ روٹی نہ کھانا ولایت ہے؟ پانی نہ پینا ولایت ہے؟ بیوی بچوں کو قریب نہ چھوڑنا یہ ولایت ہے؟ تجرّد کی زندگی یہ ولایت ہے تو پھر نعوذ باللہ یہ ولی پھر ان ولیوں سے بلند ہیں جن کو نبوت کا نام دیا گیا (صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم) میرے دوستو اور میرے بزرگو! ولی وہ ہے جو متبع ہو ربّ العالمین کے احکام کا، جو پیروی کرتا ہو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی،

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور وہ لگاتار ایک سال رہا (یہ بھی ان کے حالات میں کہیں پڑھا ہے) یہ پورا سال رہنے کے بعد جب وہ جانے لگا تو اس نے کہا جی میں تو بڑی آرزوئیں لے کر آیا تھا اور آپ کے متعلق میں نے بہت کچھ سنا تھا، لوگ کہتے ہیں کہ بایزید بہت بڑے ولی ہیں، بہت بڑے قطب ہیں، بہت کچھ ہیں، لیکن میں نے آپ کے پاس کوئی کرامت نہیں دیکھی جس سے پتہ چلتا کہ آپ ولی ہیں۔ فرمایا یہ ٹھیک ہے تو نے کوئی کرامت نہ دیکھی ہو مجھے یہ تو بتا ایک سال میں تو نے دیکھا کہ میں نے کوئی کام سنت کے خلاف کیا ہو؟ تو میرے پاس ایک سال رہا ہے، ایک سال کے اندر گھر میں، مجلسوں میں، خلوتوں میں تو میرا ساتھی رہا ہے، تو نے کوئی ایسا کام دیکھا ہے جو سنت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا ہو؟ اس نے کہا یہ تو میں نے نہیں دیکھا تو فرمایا اس سے بڑی کرامت اور کونسی دیکھنی ہے؟ اسی پر صوفیائے کرام نے فرمایا اور ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ دین پر پکا رہنا، یہ کرامت سے بھی بلند ہے۔ یہی تو کرامت ہے کہ ایک مٹی کا بندہ خاک و خون کا بنا ہوا وجود جس میں کہ عناصر اربعہ ہیں بلکہ کچھ بھی عناصر جمع ہیں خواہشات نفسانی کی وادیوں میں پھنسا ہوا، حیرت ہوگی اگر آج ایک انسان کو ایک مسلمان کو پانچ وقت کی نماز نصیب ہو جائے، میری کسی بہن کو بھی اگر پانچ وقت کی نماز نصیب ہو گئی، کسی بھائی کو بزرگ کو پانچ وقت کی نماز باجماعت نصیب ہو گئی تو میں سمجھتا ہوں وہ بہت بڑا ولی ہے جس نے کہ دن میں اپنے رب کی پانچ مرتبہ اظہار بندگی کی، پانچ مرتبہ خدا تعالیٰ کے سامنے سربسجود

ہوگیا، یہ تو بہت بڑا ولی ہوگیا، اللہ کے قریب ہوگیا۔ اور اگر ایک انسان نے ساری زندگی منہ نہیں دھویا، ہاتھ پاؤں گندے ہیں اور وہ اپنے آپ کو ولی کہتا پھرتا ہے۔ کس لیئے ؟ کہ اس کی کچھ ایسی باتیں ہمارے ذہن میں آگئیں یا ہم نے مشاہدہ کرلیں اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا صحیح حدیث ہے صحابہ کا ایک گروہ حاضر خدمت ہوا۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف فرما تھے۔ عائشہ صدیقہ موجود تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا حضورؐ کی نماز کے متعلق، حضورؐ کے روزے کے متعلق، حضورؐ کی عبادت کے متعلق، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے، جو امام الانبیاء کے حالات سے پوری طرح باخبر تھیں۔ آپ کے پورے حالات بیان فرمائے کہ حضورؐ رات کو کبھی جاگتے ہیں، کبھی سوتے ہیں، کبھی روزہ ہوتا ہے، کبھی کھو جا ہوتا ہے، ساری عبادت۔ تو حدیث کے الفاظ ہیں کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا۔ وہ صحابہ سمجھے کہ حضور تو اللہ کے نبی ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ عبادت تو شاید بہت تھوڑی ہے اس لئے کہ آپؐ تو اللہ کے نبی ہیں، مقرب بارگاہ الوہیت ہیں، ہمیں اس کے سوا کوئی اور راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ کسی نے کہا۔ اَقُوْمُ وَلَا اَرْقُدُ اللہ کی قسم ہے میں کبھی بھی نہ سوؤں گا، ساری رات نفل پڑھتا رہوں گا۔ کسی نے کہا میں کبھی بھی کھو جا نہ کروں گا، ہمیشہ روزے میں رہا کروں گا۔ اتنے میں امام الانبیاء تشریف لائے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا یہ بات ہوئی ہے ہم نے یہ کہا۔ تو حدیثوں میں آتا ہے آپ فرماتے ہیں اَیُّکُمْ مِثْلِیْ۔ تم میں سے

کون ہے جو میری طرح ہوسکے۔ تم میں سے کوئی ہے میری طرح ہونے والا؟ اپنے آپ کو مجھ پر مت قیاس کرو۔ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔ میں تو اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں وہ رب مجھے کھانا بھی کھلا دیتا ہے، پانی بھی پلا دیتا ہے۔ اور پھر آگے چل کر فرمایا ایک حدیث میں لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ وَلِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ وَلِزَوْرِکَ حَقٌّ۔ تیرے مہمان کا تجھ پر حق، تیری بیوی کا تجھ پر حق، تیرے نفس کا تجھ پر حق۔ لِاَھْلِکَ، تیری اہل کا تجھ پر حق۔ اسلام تو حقوق دلانے والا مذہب ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو ایک نظریہ یہ تھا میرے بزرگو کہ ترہّب کو قربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا اس لیے یہودیوں میں، عیسائیوں میں راہب تھے۔ اب بھی راہبانہ زندگی کے مدعی ہیں (اگرچہ ہیں بڑے دنیا پرست مگر دعویٰ یہ ہے کہ وہ راہبانہ زندگی گزار رہے ہیں)۔

دوسرا نظریۂ حیات یہ تھا کہ قیامت کوئی چیز نہیں، مرنے کے بعد زندگی کوئی چیز نہیں، کھانا ہے، پینا ہے، بس یونہی وقت گزرتا رہے گا وَمَا یُہْلِکُنَا اِلَّا الدَّھْرُ (جاثیہ ع ۲۴) اللہ تعالیٰ کے کسی نظام کی پابندی کی ضرورت نہیں، دنیا ہی دنیا ہے۔ قرآن مجید نے آ کر سے متعین فرمایا کہ دیکھو دنیا میں تم اللہ کے خلیفے ہو، اللہ نے تم کو خلافت ارضی عطا کی، تم اس سرزمین کو آباد کرو، اللہ کی مشیّت کو نافذ کرو، اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ، اللہ کی نعمتوں سے تمتع حاصل کرو۔ لیکن بات اتنی سی ہے، دونوں نظریوں میں ایک تیسرا نظریہ ہے کہ دنیا سے فائدہ حاصل کرو، دنیا میں رب العالمین کی مرضی کو نافذ کرو۔

دنیاوی ساز و سامان سے فائدہ حاصل کرو لیکن اتنی بات کرو جیسے کہ ہماری پنجابی میں کہتے ہیں ہتھ کار وَل اور دل یار وَل (دست بکار دل بیار) ہاتھ تمہارا کام میں لگا ہو اور دل رب العالمین کے ذکر سے منوّر ہو۔ تم دنیاوی زندگی کو اخروی زندگی پر ترجیح مت دو۔ تمہارے سامنے یہ نظام ہو کہ یہ میری جو دنیا کی زندگی ہے یہ قیامت کی زندگی کے لئے دار العمل ہے جیسا کہ فرمایا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ ؕ دنیا قیامت کی کھیتی ہے۔ اسے تو یہاں پر بو تاکہ اسے بونے کے بعد اس کا جو پھل ہے وہ تجھے اُخروی زندگی میں حاصل ہو جو ابد الآباد تک رہنے والی ہے اس میں کسی قسم کا انقطاع نہیں وہ ابداً ابداً رہنے والی زندگی ہے۔

پھر یہاں ہر ایک چیز پیدا ہوتی ہے آج کل سوالوں کا زمانہ ہے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی آپ کو بھی ایسے نظریات سے بچائے۔ چودہ سو سال میرے بزرگو ہو چکے ہیں۔ اب مسلمانوں کے دلوں میں شکوک اور شبہات پیدا کئے جارہے ہیں بات بات پر کہ جی قیامت کو مانا تو کیا فائدہ ؟ قبر کی زندگی کو مانا تو کیا فائدہ - اب یہ جو" فائدے" کی بات ہے نا یہ بڑی چل پڑی ہے۔ میرے بزرگو فائدہ یہ ہے آپ ہزار ہا دفعات بنالیں، انتظام کرلیں، نظم و نسق کرلیں لیکن جب تک آپ اللہ پر ایمان اور قیامت کا خوف کسی کے دل میں پیدا نہ کرسکیں گے اس وقت تک برائی کبھی نہیں مٹ سکے گی۔ قیامت پر ایمان، یہ تو بہت بڑا فلسفہ حیات کا ہے مبداء ہے۔ جن افراد کو جن قوموں کو جن انسانوں کو قیامت پہ ایمان حاصل ہو گیا، جو یہ سمجھتے ہیں کہ میری اس زندگی کا انجام وہاں ہوگا اس کا حساب وہاں ہوگا تو وہ

اپنی زندگی کو اُس خطِ مستقیم پر گذارتے ہیں جس پر چلنے کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ساری کائنات انسانی خوش رہتی ہے۔ آج دیکھ لیں ہم خوش ہیں؟ ساری کائنات انسانی خوش ہے؟ میرے بزرگو یہ ایک عام محاورہ ہو گیا ہے اگر کسی دوکاندار کے پاس ہم جاتے ہیں اور وہ دوکاندار کوئی چیز بیچنا چاہتا ہے پوچھیں کیا قیمت ہے؟ وہ کہتا ہے جی پانچ روپے ہم کہتے ہیں یار اک بات کرو۔ سچی گل کرو۔ وہ کہتا ہے جی میں نے کبھی دو باتیں نہیں کیں میں تو ایک ہی بات کرتا ہوں۔ ہم نہیں مانتے اور کہتے ہیں او تجھے یار آج کل سچ آکھنے والا کون اے؟ یعنی ایک محاورہ بن گیا ہے، ہمارا ایک یہ نظام بن گیا ہے، ہمارا یہ جوہر بن گیا ہے ہماری زندگی کا کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ سچ بولنے والا کوئی نہیں۔ کسی پر اعتماد باقی نہیں رہا۔ تو یہ کیوں؟ قیامت کا انکار، عملی انکار قیامت کا، قبر کی زندگی کا عملی انکار۔ اگر قبر کی زندگی کا عملی انکار نہ ہوتا قیامت کا عملی انکار نہ ہوتا تو ہم یہ سوچتے کہ میرا یہ جتنا جاہ و جلال ہے، علم و فن ہے، میرے پاس جو مال و دولت ہے، یہ سب کی سب فنا ہونے والی ہے ایک وقت میں نے رب العلمین کے حضور پیش ہونا ہے تو پھر میری دنیاوی زندگی اس لائن پہ چلتی جو لائن پیش کی ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر کے مصنف، مفسر، بہت بڑے امام گزرے ہیں، عالم بھی تھے، بعض لوگوں نے کہا ہے تفسیر کبیر میں سب کچھ ہے سوائے تفسیر کے، اس سے ہمارے اکثر بزرگ متفق نہیں ہیں۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے روایت بھی جمع کی، درایت بھی جمع کی۔ وہ جو فلسفیانہ

دلائل دیئے ہیں وہ مفید ہیں آج کل ہمارے دماغوں کے لئے۔ آج کل ہم ہر بات کی لِم پوچھتے ہیں ان پوچھتے ہیں۔ ہمارا مینٹل بڑا المیا ہو گیا ہے۔ یہ ہر بات کو مانتا ہے لیکن قرآن کو نہیں مانتا اور فلسفے کو مانتا ہے امام فخر الدین رازی کے زمانے میں بھی یہ بیماریاں تھیں تو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں جو آٹھ جلدوں میں ہے روائت بھی پیش کی، درائت بھی پیش کی۔ قرآن مجید کی تفسیر کی احادیث نبویہ کے ساتھ اقوال صحابہؓ کے ساتھ اور پھر فلسفیانہ دلائل بھی آپ نے پیش کئے اس لئے تفسیر کبیر اچھی تفسیر ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ معز الدین غوری کے زمانے میں ہوئے ہیں جس کو شہاب الدین غوری بھی کہا جاتا ہے۔ شہاب الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ سلاطین غوریہ میں سے بہت بڑے سلطان تھے۔ بڑے دیندار بادشاہ تھے اللہ ان کی قبر پر نور فرمائے۔ آپ اکثر دوست پڑھے لکھے ہیں اور جانتے ہیں کہ شہاب الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ کا جو مشن تھا وہ کیا تھا؟ وہ ہندوستان میں کیوں آئے؟ ملتان میں اور پنجاب میں بعض مقامات پر فرقۂ باطنیہ کا بڑا زور تھا۔

باطنی فرقہ کسے کہتے ہیں؟ جو ابھی میں نے ابتداء میں مثال کے طور پر چند باتیں عرض کیں، باطنی فرقہ اُسے کہتے ہیں، ان سے کہا جائے "او بھائی! نماز پڑھو"۔ "او جی میں دل وچ نماز پڑھناواں" — پڑھتا ہوں مگر دل میں پڑھتا ہوں— "روزہ رکھو"۔ "اجی اُتوں تے میں بھنگ افیم کھاناواں پر دِ لوں میرا روزہ ہونداا اے"— "بھائی حج کو جاؤ"— "جی میں تو ہر روز خانے کعبے دا طواف کرناواں"— یہ ہے فرقۂ باطنیہ— محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے دل کا روزہ نہ رکھا؟ حضور نے دل کی نماز نہ پڑھی؟ یہ "دل" کیا ہوتا ہے؟
اللہ نے فرمایا تیرے کہ اعضاء اور جوارح اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ میرے
بزرگو یہ ملتان فرقۂ باطنیہ کی تھیں اور فرقۂ باطنیہ کا مرکز تھا ملتان۔ اور ہمارے
سارے علاقے میں فرقۂ باطنیہ کے پیروکار پھیلے ہوئے تھے شہاب الدین غوری
رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں خواجہ غریب النواز
سلطان الہند معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اجمیر میں اپنا مرکز قائم کیا
اس کی بھی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ فرقۂ باطنیہ کا فتنہ اس زمانے میں پھیلا ہوا
تھا۔ ہندو بھی تھے اور مسلمانوں میں فرقۂ باطنیہ پھیلا ہوا تھا اس لئے
سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک علی منہاج النبوۃ نافذ کرنے کے لئے
وہاں ڈیرہ لگایا اور لوگوں کو کفر اور گمراہی سے بچایا۔
تو شہاب الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ کی بات میں عرض کر رہا تھا انہوں نے
بڑے کافی باطنیئے دنیا سے ختم کئے، ان کے خلاف جہاد کیا اور ان کو اس
ملک سے نکالا، کسی کو مارا، کوئی بھاگ گئے، کوئی قتل ہو گئے اور پھر
شہاب الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ جہلم کے قریب باطنی فرقے کے ایک پیروکار
کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ آپ کو شہید کیا فرقۂ باطنیہ کے ایک فرد نے۔ تو
شہاب الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ نے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا۔
کبھی کبھی بلایا کرتے تھے۔ سلاطین جو گذرے ہیں پہلے زمانے میں میرے بزرگو
یاد رکھئے یہ دو پہیے ہیں امت کی گاڑی کے (۱) امراء (۲) علماء۔ علماء
دین کا حکم دیتے ہیں، امراء اس کو نافذ کرتے ہیں۔ امراء علماء کا احترام کرتے ہیں

علماء امراء کی طرف داری کرتے ہیں دین کے لئے، پھر اس سے قوم کی نشوونما ہوتی ہے۔ جہاں پر امراء ہی علماء کے مخالف ہو جائیں اور علماء امراء کے خلاف ہو جائیں تو یہ دونوں پہیئے آپس میں جدا ہو گئے، قوم کی گاڑی کبھی نہیں چل سکتی۔ ہمارے ان علاقوں میں بھی پہلے — اب بھی بعض جگہوں پر جو خوانین ہوتے ہیں، گاؤں کے دیہات کے ملک اور خان لوگ وہ اپنے علماء کا احترام کرتے ہیں۔ گاؤں میں کوئی مسئلہ ہو جائے تو مولوی سے مسئلہ پوچھا جاتا ہے، مولوی صاحب حکم دیتے ہیں۔ گاؤں کا ملک اور خان اس حکم کو نافذ کرتا ہے۔ گاؤں میں امن رہتا ہے۔ اگر خان ہی اپنے پیشوا کے خلاف ہو جائے تو پھر گاڑی نہیں چل سکتی۔

اس سے پہلے زمانے میں امراء اور علماء کا آپس میں بڑا تعلق رہا ہے۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ جن کے نام پر محلہ عبدالحکیم اب بھی سیالکوٹ میں ہے ان کو شاہجہان نے اور جہانگیر نے دونوں نے چاندی اور سونے میں تولا تھا — مولوی صاحب کو چاندی اور سونے میں تولا — اور وہ دولت ان کے حوالے کر دی اور ان کو کچھ اور بھی انعام واکرام دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ علماء حقیقت میں جو بات علماء حق کہتے ہیں وہ بات دین ہی کی کہتے ہیں گنہگار قسم کے بھی ہوتے ہیں لیکن علمائے حق اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہیں تو فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ملے شہاب الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اس پر میں عرض کر رہا تھا کہ پہلے وقتوں میں علماء اور امراء آپس میں ملا کرتے تھے ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔

میں نے کہیں پڑھا ہے علامہ ذہبیؒ کے حوالے سے کہ حضرت ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ

خلفائے عباسیہ میں ایک بہت بڑے خلیفہ گذرے ہیں۔ خلیفۂ عادل تھے ۔
ہارون الرشید نے اپنے زمانے کے ایک عالم کو بلایا جن کا نام تھا ابو معاویہ ۔ اور وہ
اندھے تھے۔ ان کو بلایا ۔ فلسفہ سمجھ نہ آیا کہ اندھے کو کیوں بلایا ہارون الرشید نے
بلایا اور اپنے خادموں سے کہا کہ کھانا لایا جائے۔ کھانا پیش کیا گیا ۔ سب کو نکال دیا
گیا، دروازے بند کر دیئے اور خود اس ہارون الرشید نے اپنے ہاتھ میں لوٹا
لیا چونکہ ابو معاویہ اندھے تھے ۔ ان کے ہاتھ پر پانی ڈالا، ہاتھ دھلائے، کھانا
کھلایا۔ کھانا کھلانے کے بعد پھر ہاتھ دھلائے ۔ پھر پوچھا کہ مولانا آپ جانتے
ہیں آپ کے ہاتھوں پر کس نے پانی ڈالا ؟ تو وہ تو اندھے تھے، فرمانے لگے مجھے کیا
پتہ کس نے ڈالا ۔ فرمایا کہ وہ میں نے پانی ڈالا آپ کے ہاتھوں پر میں نے سوچا کہ
میرے ہاتھ تو روزانہ دھلائے جاتے ہیں کبھی میں بھی خدا کے کسی بندے کے
ہاتھ دھلادوں۔ یہ ہے ہمارے خلفاء کا کردار۔

تو شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے امام فخر الدین رازیؒ کو بلایا اور ان کے
سامنے یہ بات پیش کی کہ حضرت کچھ مجھے بھی سمجھائیں، وعظ و نصیحت کریں۔ آپ
نے جو کچھ عربی میں فرمایا اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے غوری! نہ تیری حکومت باقی
رہے گی نہ میرا علم باقی رہے گا۔ دونوں کو خدا کے سامنے پیش ہونا ہے ۔ میں بھی
دنیا سے چلا جاؤں گا، تو بھی دنیا سے چلا جائے گا اور دونوں کو خدا کے سامنے
پیش ہونا ہے۔ علامہ ذہبیؒ اس پر لکھتے ہیں کہ فخر الدین رازیؒ کی یہ بات کہنی تھی ع

از دل خیزد، بر دل ریزد

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے ... پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

غوری کے دل پر ایک ایسی چوٹ لگی، اسی وقت رونا شروع کیا۔ انابت الی اللہ کا جذبہ پیدا ہوا۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا قرآن مجید کی ان آیتوں کی تفسیر میں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم دنیاوی زندگی میں رہو، تم کھاؤ پیو، حلال کا رزق پیدا کرو، بیوی رکھو، بچے رکھو، دنیا میں بالکل مشغول اور مصروف رہو لیکن تمہارے دل میں اللہ کی محبت کے بغیر کسی کی محبت نہ ہو۔ یہ محبت، تم کو خدا سے نہ روک سکے۔ جیسا کہ آگے آجائے گا انشاء اللہ، سورت توبہ میں آتا ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (التوبہ ۲۴) فرمایا اگر تمہارے بیوی بچے، تمہارے رشتہ دار، تمہارے اموال، تمہاری تجارتیں، تمہاری دولت، یہ تمہاری نظر میں اَحَبَّ (اَحَبَّ اسم تفضیل کا صیغہ ہے) زیادہ محبوب ہو اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے۔ یعنی محبت تو رکھو، زیادہ محبت نہ رکھو۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی آئے، اقرع بن حالس بیٹھے ہوئے تھے۔ امام الانبیاء کے پاس امام حسنؓ یا امام حسینؓ تشریف لائے۔ حضورؐ نے آپ کو گود میں لیا اور ان کو بوسہ دیا۔ اقرع نے اس بات کو عجیب سمجھا۔ امام الانبیاءؐ تاڑ گئے، پوچھا "کیوں؟" کہنے لگا "حضور! میرے دس بیٹے ہیں، میں نے کبھی کسی کو نہیں چوما، آپ نے بوسہ دیا اپنے نواسے کو؟" فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا جو رحم نہیں کرتا۔ تیرے دل میں رحم نہیں؟ تیرے دل میں محبت نہیں؟ تیرے دل میں شفقت نہیں؟ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد کے ساتھ، اپنے بیوی بچوں کے ساتھ، اپنے اموال کے ساتھ، اپنی جائیداد کی حفاظت کی اور حکم فرمایا، ترمذی کی حدیث ہے میرا خیال ہے اور کتابوں میں بھی ہوگی۔ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِیْنِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ عِرْضِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ فرمایا کہ آدمی اپنا دین بچاتے مارا جائے وہ بھی شہید ہے، جو آدمی اپنی عزت بچاتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے اور جو آدمی اپنا مال بچاتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔ یہ ہمارے شہداء ملک بچاتے ہوئے جان کی بازی لگا گئے۔ انہیں ملک سے محبت تھی اور ہماری افواج کو اپنے ملک سے محبت ہے کس لئے محبت ہے؟ کہ ملک میں اللہ کا دین جاری ہے۔ یہاں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا جاتا ہے۔

تو ان آیتوں میں میرے بزرگو! اسلام نے اپنا نظام حیات پیش فرمایا کہ مسلمان دنیا کی زندگی میں اس طرح رہے کہ وہ دنیا کا خلیفہ ہے، وہ سمجھے یہ بحر و بر سب میرا ہے سب پر میری حکومت اور سطوت ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ سوچے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس میں کسی کی حق تلفی نہ ہو، اللہ کی ناراضگی نہ ہو، اللہ کی نافرمانی نہ ہو۔ ایک طرف خداوند قدوس کی رضامندگی کا خیال اور خداوند قدوس کی رضامندگی کے ساتھ ساتھ کرۂ ارضی کی آبادی، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھانا، یہ ہے دین کا نظام جس کو قرآن نے پیش کیا دنیا کے سامنے۔ اسلام

نہ رہبانیت سکھاتا ہے اور نہ عیاشی سکھاتا ہے، اسلام دونوں کے درمیان وہ راستہ دکھاتا ہے جس کو قرآن مجید نے صراط المستقیم کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے سورت فاتحہ کے شروع میں بھی آتا ہے۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنے انعام و اکرام فرمائے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔ تو مغضوب علیہم یہود ہیں اور ضآلین نصاریٰ ہیں (عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے مطابق) تو یہودیوں میں کیا تھا؟ دولت، مال، شائیلاک جیسے گذرے ہیں جو سود کے بدلے میں گوشت کاٹ لیا کرتے تھے۔ اور نصاریٰ میں ترہّب اور رہبانیت تھی۔ اسلام نے کہا، نہیں، مال بھی حاصل کرو، حلال طریقے پر، اور ترکِ دنیا مت کرو، دنیا میں خداوند تعالیٰ کی مرضی کو نافذ کرو تاکہ تم دنیا میں خداوند تعالیٰ کے اس نظام کے امین بن جاؤ جس نظام کو دے کر بھیجا اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ میرے بزرگو! وہ لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے جنہوں نے صحابہ پر اعتراضات کیے یا ان کے ذہن میں یہ بات نہ آسکی ہو۔ یاد رکھئے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس نظامِ حیات کے مکمل نمونہ ہیں عملی طور پر جس کو لے کر آئے ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ امام انقلاب (اللہ ان کی قبر پر نور فرمائے) ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ اگر صحابہ کی زندگیوں کو نکال دیا جائے تو پھر اسلام ایک جامد سا دین نظر آتا ہے۔ صحابہ کی زندگی دلیل ہے اس بات پر کہ اسلام کا نظامِ حیات کامیاب ہے۔ تھیوریاں اور رائیں اور اصول، فارمولے یہ تو بڑے بڑے ہیں کتابوں میں ڈھیر لگے پڑے ہیں لیکن جس فارمولے نے، جس تھیوری نے، جس

نظام حیات نے دنیا میں تھا جو پیش کیا وہ نظام ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ نے بتا دیا کہ اسلام متحرک دین ہے صحابہ نے بتا دیا کہ اسلام دنیا کے ساتھ چلنے والا دین ہے۔ صحابہ نے بتا دیا کہ قرآن مجید وہ دین ہے کہ جس پر انسان عمل کر کے اپنے جا عمل کر سکتا ہے۔ صحابہ کامل نمونہ تھے اسلام کے صحابہ کرام نمونہ تھے قرآن کے اصحابہ کرام نمونہ تھے جناب محمد رسول اللہ کی سیرت مقدسہ کے اگر صحابہ کو نکال دیا جائے تو پیچھے رہ کیا جاتا ہے؟ صرف تھیوری رہ جاتی ہے۔ تو تھیوری جو ہے وہ کبھی قابل قبول نہیں ہو سکتی جب تک اپنا نمونہ نہ پیش کر سکے۔ نمونہ پیش کیا صحابہ کرام نے کہ ہم بتا سکتے ہیں کہ اسلام اس چیز کا نام ہے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ صحابہ کرام کی زندگی ہمارے سامنے اس نظام حیات کو پیش کرتی ہے جس میں دنیا بھی ہے لیکن تعلق اللہ کی ذات کے ساتھ ہے۔ دنیا بھی چل رہی ہے آدھی دنیا پر حکومت بھی ہو رہی ہے۔ قیصر و کسریٰ کے ایوان بھی لرز رہے ہیں لیکن راتوں کو اللہ کی عبادت بھی ہو رہی ہے، دنیا پہ نظام چل رہا ہے، حکم چل رہا ہے آسلم تسلم۔ میری بات مان، ورنہ میری فوجیں آ رہی ہیں چیلنج دئے جا رہے ہیں، لیکن اگر جب دیکھتے ہیں تو کیا ہے؟

آپ حضرات نے پڑھا ہوگا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس قیصر نے مخبر اور جاسوس بھیجے کہ جا کر دیکھو یہ کیسا آدمی ہے کہ ہمارے سینے کانپتے ہیں اس کے نام سے۔ آ کر دیکھا تو حضرت عمر فاروق مسجد نبوی میں لیٹے ہوئے تھے، سر کے بالوں میں سنگریزے پڑے ہوئے تھے اور کھدر کا لباس زیب تن تھا، یہ حال تھا لیکن آپ کے نام سے، قوت روحانیہ سے، قوت بدنیہ سے سارا یورپ کانپتا تھا

اور بعقوبہ نیچا پیپ کے آدھی دنیا پر حکومت کی اسلامی خلافت سے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

تو قرآن مجید کی ان آیتوں میں میرے بزرگو جس نظام کو پیش کیا گیا وہ نظام یہ ہے کہ مسلمان دنیا میں بھی ہے جیسے دین میں بھی چلے۔ دنیا کو بھی اچھا کرے۔ قیامت کو بھی اچھا کرے۔ قیامت کی بھی اچھا کرنے کا فکر جب پیدا ہوگا تو دنیا میں عدل اور نظام ایسا قائم ہوگا کہ جو دنیا میں بھی مفید ہوگا اس لئے جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو ہماری نماز میں کیا دعا ہے؟ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا۔ اس علاقے کے لوگ، اکثر ہم لوگ مسلمان جب نماز پڑھتے ہیں تو یہ دعا پڑھتے ہیں بعض جگہ اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا پڑھتے ہیں لیکن ہمارے اس علاقے میں یہی دعا پڑھی جاتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط دنیا کی بہتری اور قیامت کی بہتری دونوں مسلمانوں کو سکھائی گئیں۔ دنیا کی بہتری بھی خدا سے مانگو اور قیامت کی بہتری بھی مانگو۔ دنیا کی بہتری اس وقت ہوگی جب تمہارے دل میں دنیا کی محبت دھنس نہ جائے۔ وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ط (بقرہ ع ۹۳)
دنیا کی محبت دھنس نہ جائے دل میں، اگر دھنس گئی تو پھر قیامت برباد ہے۔ دنیا میں رہ کر گذارہ کرو تو قیامت بھی اچھی ہو جائے گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ یہ دعا اسلام کی پوری تعلیمات کا مظہر ہے اور یہ دعا اللہ کو اتنی محبوب ہے اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کا جو محل اور مقام بتایا، جن جن بھائیوں نے حج کیا ہے اللہ ان کے حجوں کو قبول فرمائے

اور جو نہیں کر پائے اللہ ان کو بھی سعادت نصیب فرمائے، اللہ ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرمائے، اللہ ہماری بچیوں کو بھی حج اور زیارت نصیب فرمائے۔ تو وہاں پر جب آدمی طواف کرتا ہے بیت اللہ المقدس کا تو طواف شروع کرتا ہے خانہ کعبے کے دروازے کے پاس سے وہاں پھر لبیک اللھم لبیک پڑھتا ہے، تو جب پہنچتا ہے رُکنِ یمانی پر تو وہاں پر کیا پڑھتا ہے؟ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رُکنِ یمانی سے لے کر بیت اللہ شریف کے دروازے تک جہاں سے طواف شروع کیا تھا یہ جو حصّہ ہے یہ قبولیت کے لئے بہت بڑا مقام اور محل ہے، ویسے سارا خانہ کعبہ، سارا حرم قبولیت دعا کے لئے مجرّب ہے لیکن درجات ہیں، تو وہاں کیا حاجی دعا پڑھتا ہے؟ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ تو معلوم ہوا کہ اسلام کا نظامِ حیات جس کی قرآن دعوت دیتا ہے وہ دنیاوی زندگی کو بھی اچھی طرح گذارنا لیکن دنیاوی زندگی گذارتے ہوئے یہ سوچنا ہے کہ میری دنیاوی زندگی کا یہ قدم میری قیامت کو تو برباد نہیں کرتا؟

اب میں آیات کا ترجمہ کرتا ہوں تاکہ اگلا درس دوسری سورت سے شروع ہو:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا۔ بے شک وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے ہمارے ملنے کی۔ ان کے دماغ میں قیامت کا مسئلہ ہے ہی نہیں، کہتے ہیں

کہاں ہے قیامت؟ پوچھتے پھرتے ہیں۔ وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ اور خوش ہو گئے قریب کی زندگی پر، دنیاوی زندگی پر آ کر لٹو ہو گئے۔ وَاطْمَاَنُّوْا بِھَا۔ اور اس دنیا پر اطمینان حاصل کر لیا کہ بس میری دنیا کامیاب ہو گئی، مجھے اب کوئی ضرورت نہیں۔ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۙ اور وہ لوگ جو ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں دن رات کے انقلابات، ان کے اپنے بدن کے انقلابات، رد و بدل وہ دیکھتے ہیں لیکن توبہ نہیں کرتے، اُولٰٓئِکَ مَاْوٰىھُمُ النَّارُ۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝ ان کی بداعمالی کی وجہ سے جب قیامت کے منکر ہیں تو قیامت کے لئے تو محنت نہیں ہو سکتی۔ قیامت کے لئے تو محنت وہی کرے گا جو قیامت کو مانتا ہو گا آپ دوستوں کی محنتوں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آپ یہاں پر تشریف لائے درس قرآن سننے کے لئے تو دماغ میں ایک بات آ ہی گئی کہ درس قرآن سننا ہے تو آپ تشریف لے آئے۔ مجھ جیسے سیاہ کار کو بھی اللہ نے پہنچا دیا۔ اگر ہم ارادے ہی نہ کرتے تو یہاں کیسے پہنچتے؟ آپ کیسے پہنچتے؟ میں کیسے پہنچتا؟ اس لئے فرمایا کہ وہ ہماری آیات سے بے خبر ہیں اور وہ محنت ہی نہیں کرتے قیامت کے لئے۔ ان کے لئے پھر ٹھکانا کیا ہو گا؟ جہنم کی آگ۔

اور اس کے بالمقابل؟ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو یقین لائے ایمان کا معنیٰ یقین۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر یقین ہے کہ جو فرمائیں امام الانبیاء بالکل صحیح ہے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ اور نیک اعمال

کیئے۔ ایمان کے ساتھ عمل بھی کیئے يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ ، ہدایت کرتا ہے (یا ہدایت کرے گا) ان کا رب ان کے ایمان کی برکت سے۔ یعنی جب دل میں ایمان پیدا ہو جائے تو اعمال آسان ہو جاتے ہیں۔ یقین پیدا نہ ہو تو اعمال آسان نہیں ہوتے۔ شبہ پڑ جائے کسی بھی بات میں۔ دیکھئے میں آپ ہم سب صبح گھر سے نکلتے ہیں۔ دیکھئے نا بھائی امکانات تو سب ہیں۔ اگر صبح ہم گھر سے نکلیں بازار کے لیئے، مارکیٹ کے لیئے، دفتر کے لیئے، کسی اور کام کے لیئے تو ہمارے سامنے کسی نے یہ بات پیش کر دی کہ میاں صاحب! قاضی صاحب! کہاں جاتے ہیں؟ "بھائی کالج" "اوجی آپ کالج جاتے ہیں؟ ہو سکتا ہے راستے میں گر جائیں"۔ شبہ پڑ گیا۔ "ہو سکتا ہے آپ راستے میں بیمار ہو جائیں" تو یہ سارے شبہات ڈال دیئے جو بازار میں جانے والا ہے اس سے کہہ دیا کہ بھائی ہو سکتا ہے تم راستے میں کہیں گر جاؤ، بیمار ہو جاؤ ـــــ تو امکان اگر ہو گیا، امکان پہ نظر پڑ گئی، شبہات پہ نظر پڑ گئی پھر تو کوئی کام بھی نہیں ہو سکتا اس لیئے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لے آتے ہیں، یقین لے آتے ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی صداقت پر، ان کی رہنمائی اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے۔ اس یقین کے بعد اُن پہ عمل کی راہیں کھل جاتی ہیں، ان کے لیئے پھر نماز آسان، ان کے لیئے پھر روزہ آسان، ان کے لیئے پھر جہاد آسان، اپنی جان پر کھیل جانا آسان، یعنی وہ اس یقین پہ ایسے اڑ جاتے ہیں کہ اپنی جان کی قربانی دے دیتے ہیں لیکن اپنے یقین سے پیچھے نہیں ہٹتے۔

تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ○ دنیا میں ان کو

یہ رہنمائی ملے گی اور قیامت میں اُن کا بدلہ کیا ہوگا ؟ ایسی جنتیں، نعمت والی جنتیں جیسے کہ دوسرے مقام پر قرآن مجید نے فرمایا۔ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ط نعمتوں کی جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ج وہاں ان کی دعا کیا ہوگی ؟ وہ کیا کہیں گے وہاں پر ؟ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ۔ اللہ! تجھے پاکیزگی حاصل ہے سو ہاں بھی اپنے جرموں کا اعتراف فخر اور غرور نہیں ہوگا کہ یا اللہ! میں نے نماز پڑھی، جنت میں آ گیا، میں نے حج کیا، جنت میں آ گیا، نہیں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ۔ اللہ! تیرے لئے پاکیزگی ہے۔ دیکھئے کتنا پاک کلمہ ہے ؟ ہم جو لوگ نماز پڑھتے ہیں، اللہ ہماری نمازوں کو قبول فرمائے اور بے نمازوں کو بھی اللہ تعالیٰ نمازی بنائے ہم پہلے کیا پڑھتے ہیں ؟ ثنا۔ ہاتھ باندھ کر کیا پڑھتے ہیں ؟ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ۔ دیکھا ؟ یہ جنتیوں کی پکار ہے۔ جنتی جنت میں کیا کہیں گے ؟ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ اللہ کی پاکیزگی بیان کریں گے۔ جنت کا کلام کیا ہے ؟ سُبْحَانَ اللّٰهِ ط سُبْحَانَ اللّٰهِ ط سُبْحَانَ اللّٰهِ ط اسی لئے امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جب تم دنیا میں سبحان اللہ کا کلمہ ایک دفعہ کہتے ہو جنت میں تمہارے لئے ایک پودا اسی وقت لگ جاتا ہے۔ فرمایا جنت چٹیل میدان ہے وہاں سرسبزیوں کے لئے اپنے پودے اگاؤ، بیج لگاؤ۔ صحابہ نے پوچھا حضورؐ وہ کون سا بیج ہے ؟ فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ ط جنت کا بیج، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ط

جنت کا بیج اَللّٰہُ اَکْبَرُ جنت کا بیج، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
جنت کا بیج۔ تم یہاں پر کلمہ پڑھتے ہو وہاں پر تمہارے لئے پودا لگ جاتا
ہے۔

تو فرمایا جنتیوں کی پکار وہاں پر کیا ہوگی؟ اللہ کی حمد و ثنا کیسے کریں گے؟
سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ یہ تو اللہ کا حق ہوا۔ اور پھر انسانی حقوق کیسے ادا کریں گے؟
بندوں کے حق کیسے ادا کریں گے؟ وَتَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلَامٌ آپس میں
ایک دوسرے کو جو محبت کا تحفہ دیں گے، محبت کا ہدیہ دیں گے، وہ کیا ہوگا؟ سَلَامٌ
آج ہم جو کہتے ہیں السلام علیکم اس کو ہم نے مذاق بنا رکھا ہے۔ "سَلَامٌ لَیْکُمْ"
"سَلَامْ لَیْکُمْ" پتہ ہی نہیں وہ کیا کہہ رہا ہے اور وہ کیا کہہ رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ
ہمارے حال پر رحم کرے میرے بزرگو! ہماری کوئی بھی کل سیدھی نہیں حالانکہ
سنت یہ ہے کہ کہنے والا کیا کہے؟ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" سننے والا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ
کہے اور وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ و بَرَکَاتُہٗ بڑھا دے تو بہتر ہے ورنہ کم از کم اتنا جواب تو
دے۔ سلام مسلمانوں کی ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
نے سلام کے متعلق بہت کچھ ارشاد فرمایا صحابہ کرام کا اس پر بہت بڑا عمل تھا۔

طفیل صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے حدیثوں میں۔ وہ عبداللہ ابن عمرؓ
کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں بیٹھے تو انہوں نے فرمایا کہ آؤ بھائی ذرا بازار چلتے
ہیں۔ عبداللہ ابن عمر اس صحابی کو لے کر بازار پہنچے اور بازار میں گھومتے رہے،
پھرتے رہے، کافی دیر بعد جب واپس آئے تو وہ صحابی جو حاضر خدمت ہوئے
تھے انہوں نے کہا جی آپ بازار ویسے چلے گئے مجھے بھی لے گئے، سودا تو

آپ نے خریدا کچھ نہیں، کام کیا کچھ نہیں۔ فرمایا، میں نے بڑا کام کیا، تو نے دیکھا نہیں تھا؟ انہوں نے کہا، "نہیں جی میں نے تو نہیں دیکھا، آپ نے کیا کام کیا؟" فرمایا "اللہ کے بندے تم دیکھتے نہیں تھے؟ جو مجھے ملتا تھا میں کہتا تھا السلام علیکم۔ وہ کہتا تھا وعلیکم السلام۔ اس سے بڑا کام کیا ہو سکتا ہے کہ میں نے اپنے بھائیوں کو اللہ کا پیغام دیا السلام علیکم، رحمتوں کا اور اللہ کی برکتوں کا انہوں نے مجھے پیغام دیا، کیا یہ بڑا کام نہیں ہے؟ یعنی سلام، یہ جنتیوں کا تحفہ ہے اور اسی لئے میرے بزرگو! نماز جب ہم پڑھتے ہیں تو شروع کرتے ہیں اللہ اکبر کے ساتھ اور ختم کس پر کرتے ہیں؟ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ یعنی نمازی نماز شروع کرتے وقت کیا کہتا ہے؟ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ جنت کی بات۔ اور جب نماز ختم کرتا ہے تو پھر کیا کہتا ہے؟ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ یہ بھی جنت کی بات۔ گویا نمازی نماز پڑھتے ہوئے جنت میں ہوتا ہے۔

قرآن کی اس آیت کی روشنی میں جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری نماز کی جو ہیئت ترکیبی بتائی اس میں دیکھ لیں کہ شروع بھی جنت کے کلام سے اور خاتمہ بھی جنت کے کلام پر۔

اور پھر فرمایا وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اور جنتیوں کی آخری پکار۔ یا تو یہ مفہوم ہے کہ اس کے بعد بولیں گے نہیں اور یا یہ کہ انتہائی آخری پکار، آخری جو کلام جنتیوں کا ہے جس سے بڑھ کر اونچا کوئی کلام نہیں ہو سکتا وہ کیا کلام ہے؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ کہ تمام تعریفیں

حق ہیں اس اللہ کا جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا۔ اس آیت مقدسہ کے متعلق سورت فاتحہ کے پہلے درس ہی میں بہت کچھ عرض کر چکا ہوں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اتنا مبارک کلمہ ہے کہ آدم علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائے آپ کے بدن میں جب روح پھونکا گیا تو جیسے حدیث کی کتابوں میں ہے، سب سے پہلا جملہ جو آدم علیہ السلام نے فرمایا تھا وہ کیا تھا؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط اس لئے فرمایا جب چھینک مارو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط کہو۔ اور پھر قیامت کے دن بھی جو جنتیوں کی آخری پکار ہو گی وہ کیا ہو گی؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اللہ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آج ہم کچھ لیٹ تو آئے تھے مگر کسر نکل گئی۔

دعا

یا اللہ اس درس مقدس کو تو قبول فرما۔ درس کے سننے والوں پر اپنا فضل و رحم فرما۔ شیرانوالہ دروازہ لاہور میں ایک درویش انسان جناب الحاج قائم دین صاحب المعروف بہ بابا قائم دین کا ۹ ستمبر ۷۶ء ظہر کی نماز کے وقت انتقال ہو گیا دعا فرمائیں اللہ ان کو جنت نصیب فرمائے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے عشاق اور خدام میں سے تھا۔ اور حضرت رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس دنیا کا کسی نے جنتی دیکھنا ہو تو قائم دین کو دیکھ لے۔ اللہ ان کی قبر قیامت بہتر فرمائے۔ آمین

بارھواں درس قرآن مجید

رجب ۹۶ھ - اکتوبر ۷۶ء

یہ درس کریم سورۃ ہود کی پہلی آیت کا درس ہے ۔جس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد ہیں

(۱) سورۃ یونس اور سورۃ ہود کا ربط

(۲) یقینی راہ عمل وہی ہے جو من جانب اللہ ہے

(۳) عذاب الٰہی کے اثرات صدیوں باقی رہتے ہیں۔

(۴) وادیٔ حجر، وادیٔ محسّر اور وادیٔ عُرنہ کا ذکر

(۵) آثارِ قدیمہ کی تباہی کے اسباب

(۶) قرآنی حکمت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا

(۷) شاہ ولی اللہ اور مفتی عبدہ کا ذکرِ خیر

(۸) ہمارے اکابر پر اتباعِ سنّت کا اثر

واللہ الموفق

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ

(صدق اللہ العلی العظیم)

میرے محترم بھائیو اور بزرگو اور بہنو! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں زندگی میں آج پھر ایک موقع سا عطا فرمایا کہ ہم اکٹھے ہو کر اللہ کے دین کی بات کو سنیں اور سنائیں۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس ہماری تھوڑی سی محنت کو قبول فرما کر ہمارے گناہوں کا کفارہ بنائے اور ہماری قبر اور قیامت کو منور فرما دے۔

یہ جو سورت آج شروع ہو رہی ہے اس کا نام ہے سورۃ ہود۔ یہ مکی سورت ہے، ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ ہود اللہ تعالیٰ کے ایک نبی گزرے ہیں قوم عاد میں جو مبعوث ہوئے تھے وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا (ہود ۵۰) اللہ فرماتے ہیں ہم نے قوم عاد میں حضرت ہود کو نبی بنا کر بھیجا تھا۔ اس سورت میں ہود علیہ السلام کی بعثت کا بھی کچھ ذکر آیا ہے۔ اسی مناسبت سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کا نام رکھا ہے سورۃ ہود۔

پہلی سورت جو تھی میرے بزرگو وہ سورت یونس تھی۔ اس سورت میں

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زندگی کے کچھ واقعات بیان فرمائے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسکین دی کہ جس طرح یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قوم آخر وقت میں عذاب الٰہی سے بچ گئی تھی اور وہ قوم مسلمان ہو گئی تھی اسی طرح مکے والے آخر وقت میں جہنم سے بچ جائیں گے چنانچہ فتح مکہ کے دن جب سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو مکہ کی تقریباً ساری بستی نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا اور وہ لوگ جو حضور کے خون کے پیاسے تھے حضور کے جان نثار بن گئے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ان لوگوں نے حاصل کر لی۔

سورت یونس کے آخر میں اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے پھر دہراتے ہوئے فرمایا تھا۔ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ٥ (یونس ۱۰۹) خطاب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (اور ہم سب اس میں آجاتے ہیں) کیونکہ قرآن کے سب سے پہلے مخاطب تو خود امام الانبیاء ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ اے نبی کریم صلی اللہ علیک وسلم یا اے مسلمان! اے دنیا والو! تم اس چیز کی پیروی کرو اپنے عمل میں، اپنے عقیدے میں جس کی وحی کی جاتی ہے تمہاری طرف۔ گویا انسان جب دنیا میں اپنے عقل و شعور کے ساتھ نمودار ہوتا ہے اپنی ضروریات زندگی کے لئے، اس عارضی زندگی کو طے کرنے کے لئے، اس یوم حقیر کو طے کرنے کے لئے جو گویا چھوٹا سا دن ہے ساٹھ یا ستر سال کی زندگی چھوٹی سی زندگی ہے اس کو کیا نسبت ہے قیامت کی زندگی کے ساتھ جس کے متعلق اسی رکوع کی تیسری آیت میں يَوْمٍ كَبِيرٍ فرمایا

ایک یوم کبیر ہے، ایک یوم حقیر ہے چھوٹا دن۔ یہ ہماری زندگی

میرے بزرگو بہت چھوٹی ہے اس کو تو کوئی نسبت ہی نہیں ہے یوم کبیر کے ساتھ۔ جس کے بارے میں قرآن مجید یوں فرماتے ہیں اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ٥ (الحج ۴۷) وہ دن تیرے رب کے ہاں، تمہارے دنیا کے ایک ہزار سالوں سے بہتر ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ ج (المعارج ۴) اُس دن کی مقدار اِس دنیا کے پچاس ہزار (۵۰،۰۰۰) سالوں جتنی ہو گی۔

تو انسان جب عقل و شعور کے ساتھ اس دنیا میں نمودار ہوتا ہے تو اس کے سامنے زندگی کے تقاضے ہوتے ہیں اور زندگی کے تقاضوں کو طے کرنے کے لئے میرے بزرگو اور میرے بھائیو انسان جب قدم اٹھاتا ہے تو اس کو سامنے پھر دو راہیں آجاتی ہیں۔ ایک راستے کو قرآن مجید نے شکور کہا اور ایک راستے کو کفور کہا۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ قصلے نَّبْتَلِیْہِ فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا م بَصِیْرًا ٥ اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا ٥ (الدھر ۲، ۳) فرمایا کہ ہم نے انسان کو جب وہ بالکل معدوم تھا، اس کا کوئی تذکرہ بھی نہ تھا داستانوں میں، نہ پیشین گوئیوں میں، کوئی پتہ ہی نہیں تھا ہم نے انسان کو نُطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ سے پیدا کیا پانی کی بوند سے پیدا کیا اور پھر ہم نے اس کو اتنی قوتیں عطا کیں جن میں سے سمع اور بصر بہت بڑی قوتیں ہیں فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا م بَصِیْرًا ٥ سمیع بنایا کہ بات سنے میری ہدایت کی، بصیر بنایا کہ ہدایت کے راستے کو دیکھے۔ اور پھر لے اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ، انسان کو راہ بھی دکھائی کہ یہ رستہ ہے مجھ تک

پہنچنے کے لئے لیکن انسانوں کی پھر دو قسمیں بن گئیں۔ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا ۝ کسی نے تو دینِ حق کو قبول کر لیا شَاکِرًا قدر کے ساتھ، اللہ کا شکر ادا کیا، اللہ! تو نے مجھ پر بڑا کرم فرمایا کہ مجھے ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لایا مجھے ایمان کی دولت بخشی، مجھے اپنی توحید سمجھائی اور سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا طریقہ سمجھایا۔ مجھے اُمتی بنایا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس نے شکر ادا کیا۔ اِمَّا شَاکِرًا، اسلام کا شکریہ ادا کیا، اسلام کی قدر کی۔ وَاِمَّا کَفُوْرًا ۝ اور کوئی انسان ایسا بنا کہ جس نے راہِ حق کو دیکھ کر بھی نافرمانی کی اور رستے پر چلنے سے انکار کر دیا۔ یہ شاکراً اور کفوراً انسان کے عملی متعلقات میں سے ہیں۔ اللہ نے تو جو انسان کو رستہ دکھایا وہ رستہ شکر ہی کا رستہ ہے۔ انسان نے اس رستے کو اختیار کرنے میں دو طریقے اختیار کئے۔ کسی نے شکر کا رستہ قبول کر لیا اور کسی نے کفر کے رستے کو قبول کیا۔ اللہ کفر کے رستے سے مجھے بھی اور آپ کو بھی بچائے اور شکر کے رستے پر زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ سورت یونس کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْکَ۔ اے انسان! اے مسلمان! اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! تو پیروی کر، تو چل اس راستے پر، اُس نظامِ حیات پر جس کی وحی کی گئی تیری طرف۔ اور وحی کرنے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ جو رستہ تیرے لئے تیرے خالق نے متعین کیا تو اُس کو اختیار کر۔ تو مخلوق بن کر خالق کے مقابلے میں نہ آ۔ اور جب تُو اس رستے کو اختیار کرے گا جو رستہ تیرے خالق نے تیرے لئے متعین

کیا تو پھر آپ جانتے ہیں کہ اس رستے پر چلنے کے لئے تکلیفات ہیں، مصائب ہیں، پریشانیاں ہیں تو فرمایا۔ وَاصْبِرْ۔ اور تو صبر کر۔ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ۔ تو پیروی کر اس راہِ عمل کی جس پر چلنے کے لئے تجھے وحی کی گئی۔ اور وَاصْبِرْ۔ جب تیرے راستے میں مصیبتیں آئیں، تکلیفیں آئیں، کانٹے بچھائے جائیں، وَاصْبِرْ۔ ان کو برداشت کر، صبر کر، گھبرا نہیں، حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ۔ یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ اللہ خود فیصلہ کر دیں گے۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝ اور اللہ سب فیصلہ کرنے والوں میں بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔

یہ سورت یونس کے آخر میں ارشادِ خداوندی تھا۔ یہ میں نے ابتداء میں اس لئے عرض کر دیا کہ قرآن مجید میرے بزرگو! جیسا کہ میں کبھی کبھی عرض کر دیتا ہوں کہ یہ کیف ما اتفق کلام نہیں ہے کہ جو دل میں آیا کہہ دیا۔ یہ کسی بندے نے نہیں بنایا بلکہ یہ کلام اللہ ہے، اللہ کی کلام ہے۔ اور وہ اللہ جو علیم اور حکیم ہے وہ اللہ جو عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہے۔ تو اللہ کا جو کلام ہے اس میں ربط ہے اس میں نسبت ہے، مناسبت ہے، قرآن مجید کا الٓمٓ سے لے کر وَالنَّاسِ تک یہ موتیوں کا ایک ہار ہے اس میں ایک موتی بھی آگے پیچھے نہیں یہ لڑی ایسی ترتیب کے ساتھ تنظیم دی گئی کہ دنیا کی کسی کتاب میں اتنی ترتیب اور تنظیم نہیں جتنی کہ کتاب اللہ میں ہے۔ تو اس میں ربط کا سمجھنا بڑا ضروری ہوتا ہے ہمارے علمائے کرام نے اس پر بڑی محنتیں کیں خصوصیت کے ساتھ امام بقاعی رحمۃ اللہ علیہ۔ انہوں نے تفسیر لکھی جو مکہ مکرمہ میں موجود ہے تیس جلدوں میں

انہوں نے اس پر بڑی محنت کی۔ قرآنِ مجید کی ہر سورت کے آخری حصے کو پہلے حصے کے ساتھ ربط کے ساتھ بیان فرمایا اور سمجھایا اس سنت کو۔ اللہ تعالیٰ ان علماء کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے بڑی محنتیں کر کے قرآن مجید ہمارے سامنے پیش فرمایا

تو سورت یونس کے آخر میں حکم تھا سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی وساطت سے مسلمانوں کو اور عام انسانوں کو کہ تم اپنی زندگی کی راہ عمل متعین کرنے میں کیا کرو؟ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ اُس راستے کی پیروی کرو جو راستہ وحی سے ہو جس راستے کو متعین کرنے والا وہ ہے جو تمہارا خالق ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور پیدا کر کے پھر تمہیں بے لگام نہیں چھوڑا بلکہ تمہارے لئے نظام حیات بھی نازل کیا تو اس نظام حیات پر چلو جو تمہارے خالق کا مجوزہ اور پیش فرمودہ ہے اور اس کے راستے میں تمہیں تکلیفیں جب آئیں تو، وَاصْبِرْ تم صبر کرو، اسی لئے سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی سورتوں میں صبر کا بہت حکم دیا گیا ہے۔ اور صبر کا معنیٰ کیا ہے؟ برداشت کرنا، جو کچھ تمہارے سامنے آئے اس کو برداشت کرو اور اپنے لائحہ عمل پر یقین کے ساتھ قدم اٹھاؤ دنیا کی ساری طاقتیں، دنیا کی ساری فہم و دانش اگر تمہارے خلاف بھی ہو جائے تو وہ انسانی عقول ہیں۔ وہ خاک اور خون سے بنے ہوئے عقول ہیں اُس عقل سلیم کا اُس عقل کامل کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتے جو وحی نبوت سے مستفاد ہے۔ اس لئے ربّ العالمین کی جو بات ہو اس بات کو تم ترجیح دو اور اس راستے میں کچھ تکالیف آئیں تو اس پر تم صبر کرو۔ چنانچہ سورت ہود میں جو آیات ابھی تلاوت کی گئیں یا ان شاء اللہ پھر کبھی تلاوت کی جائیں گی ان میں میرے بزرگو! اسی

بات کو بیان کیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے انبیاء اور رسل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مبعوث فرمائے، حضرت نوح سے لے کر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک، اللہ تعالیٰ نے سورت ہود میں سب نبیوں کی دعوت کا خلاصہ اور قوموں کا ان کے ساتھ مقابلہ، یہ بیان فرمایا۔ نوح علیہ السلام طوفان نوح کے بعد پہلے نبی ہیں جو انسانیت کے لئے رہنما تھے۔ آدم علیہ السلام کے بعد جو انسانی کائنات تھی وہ طوفان نوح میں بہہ گئی تھی، غرق ہو گئی تھی اس لئے ابن کثیر کی روایت میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خطاب فرمائیں گے، تو آپ کو ابوالبشر ثانی کا لقب دیا جائے گا۔ گویا آپ دوسرے آدم ہیں۔ پہلے آدم آدم علیہ السلام تھے، ان کے بعد کائنات انسانی تباہ ہو گئی طوفان نوح میں اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے اور پھر دوبارہ جو دنیا آباد ہوئی وہ حضرت نوح کے وقت سے آباد ہوئی۔ تو سورت ہود میں نوح علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیائے کرام تشریف لائے، ان انبیاء نے جو راستے پیش فرمائے، اور ان کی قوموں نے ان کے ساتھ جو مقابلہ کیا اس کا اجمالی اجمالی تذکرہ ہے۔ اس لئے سورت ہود پڑھنے کے بعد اگر معنی انسان کو آتا ہو تو دل پر ایک وحشت طاری ہوتی ہے، خوف طاری ہوتا ہے، انسان اپنے اعمال کا جائزہ لینے کے لئے غور و فکر شروع کر دیتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ بڑھاپے سے پہلے بوڑھے ہو گئے؟ سورت ہود مکی ہے تو مکہ مکرمہ میں حضور پچاس سال ہے ۔ ۴۰ سال کی عمر تک

آپ نے اعلانِ نبوّت نہیں فرمایا تھا۔ تو دس سال آپ نبوت کے طور پر رہے تو صدیقِ اکبر نے جو امام الانبیاء کے خادم تھے عرض کیا "اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ تو بڑھاپے سے پہلے بوڑھے گئے"! تو حضورؐ نے کیا جواب دیا؟ شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ (یا شَیَّبَتْنِیْ تِلَاوَۃُ ھُوْدٍ) مجھے سورتِ ہود کی تلاوت نے بوڑھا کر دیا ہے جب سورت ہود میں پڑھتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ قوموں پر کیسے اللہ کے عذاب آئے، ان قوموں نے کیسے رب العالمین کے حکموں کو ٹھکرایا، نبیِ وقت کا مقابلہ کیا، ان خوفناک اور ہیبت ناک واقعات کو پڑھ کر میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ تلاوت ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ تو تلاوت ہود سے کیوں بوڑھے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم؟ اس لئے کہ آپ صلعم نے دیکھا کہ پہلی امتیں تباہ اور برباد ہوئیں۔ کیوں تباہ اور برباد ہوئیں؟ ان کے پاس مال نہ تھا؟ اُن کے پاس دولت نہ تھی؟ اُن کے پاس علم نہ تھا؟ ان کے پاس طاقت نہ تھی؟ اُن کے پاس کیا نہ تھا؟ سارے دنیاوی سازو سامان موجود تھے۔ قرآن مجید نے تو اس حد تک فرمایا لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِی الْبِلَادِ (فجر) قوم ثمود کی طرح تو کوئی بستی پیدا ہی نہیں کی گئی۔ ایسے متمدن تھے۔ پہاڑوں میں مکانات بناتے تھے۔ میرے بزرگو! آج جو آثارِ قدیمہ آپ دیکھتے ہیں یہ آثارِ قدیمہ کسی نے بنائے ہی ہیں، تو کتنے پختہ بنائے؟ کوئی قبل مسیح بنایا کوئی بعد مسیح بنایا۔ ہم کھنڈرات تلاش کر رہے ہیں، دیکھتے ہیں مگر ہم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ یہ تباہ کیوں ہوئے؟ کوئی اپنی مرضی سے تباہ ہوتا ہے بھائی؟ کوئی اپنی خوشی سے اپنے علاقے کو

تباہ کرتا ہے؟ ان پر عذاب الٰہی آئے فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ٥
(الحاقہ ۸) فرعون کے متعلق فرمایا آج اس کی نسل بھی باقی نہیں رہی۔ تو
جتنی پہلی قومیں تباہ ہوئیں وہ کیوں تباہ ہوئیں؟ انہوں نے وحیٔ الٰہی کے ساتھ
ٹکراؤ کیا۔ اللہ کے نبی نے جو بات کہی اس بات کے مقابلے میں اپنی رائے
پیش کر دی۔ قرآن سارا پڑھیں خاص کر یہ سورت ہود، انشاء اللہ آپ سمجھ
جائیں گے جو میں عرض کر رہا ہوں (اللہ مجھے آپ کو قرآن کی سمجھ نصیب
فرمائے) (اور عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے) کہ قومیں اور افراد۔ میں تو عرض
کرتا ہوں کہ افراد بھی تبھی تباہ ہوتے ہیں جب یہ اللہ کے ساتھ ٹکراتے ہیں
اللہ تعالیٰ کسی کو برباد نہیں فرماتا۔ صحیح حدیث ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک نبی حدیث میں فرمایا۔ اور وہ حدیث قدسی ہے۔ یعنی معانی اللہ تعالیٰ
کے ہیں اور الفاظ ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ حضور
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو بڑے رحیم ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بندے جب
مجھ سے کھانا مانگتے ہیں، میں کھانا دیتا ہوں، مجھ سے جب پانی مانگتے ہیں میں
پانی دیتا ہوں مجھ سے جب لباس مانگتے ہیں میں لباس دیتا ہوں۔ یعنی میں
اپنے بندوں کی دعائیں رد نہیں کرتا۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ٥
(حٰمٓ سجدہ ۴۶) وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ٥ (قٓ ۲۹) پھر خود ہی
حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کو ترجمہ کرتے ہوئے ارشاد
فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندو! جو تم پر مصائب
آتے ہیں یہ تمہارے اپنے اعمال کا خمیازہ اور ان کا نتیجہ ہوتے ہیں کہ جب تم

وحی کے مقابلے میں اپنے آپ کو لے آتے ہو، میں کہتا ہوں کہ یوں زندگی گذارو تم کہتے ہو ہم یوں گذاریں گے، تمہارا میری وحی کے ساتھ جب تقابل ہوتا ہے تو پھر میں اس وقت تم کو چھوڑ دیتا ہوں اور جب میری مدد تم کو چھوڑ دیتی ہے تو پھر تم پر میرا عذاب آجاتا ہے۔

تو میرے بزرگو میں نے ابھی ابھی عرض کیا۔ سورت ہود میں اللہ تعالیٰ اعتنا نے پہلی قوموں کے اُن تمدنوں کو ان تہذیبوں کو بیان کیا، اُن اطوار زندگی کو بیان کیا جو اس وقت موجود تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان میں نبی مبعوث کئے۔ تو انہوں نے بجائے اس کے کہ نبی کی بات کو قبول کر لیتے، انبیاء کی بات کے ساتھ ٹکر لی۔ اُس کا نتیجہ کیا نکلا؟ وہ ساری کی ساری قومیں تباہ ہو گئیں کوئی قوم دنیا سے بالکل مٹ گئی اور ان کے وقت جو انبیاء تھے وہ اپنی قوموں کو چھوڑ کر جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے جگہ جگہ نبیوں کے متعلق آتا ہے وَتَوَلّٰی عَنْهُمْ انبیاء علیہم السلام نے جب قوموں کی تباہی کا منظر دیکھا تو ان سے پیٹھ دے کر چلے گئے۔ کہاں چلے گئے؟

بعض ہمارے علمائے تفسیر نے اور علمائے تاریخ نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کی تباہی کے بعد پھر اس علاقے کو بھی چھوڑ جاتے تھے کیونکہ جن علاقوں پر خدا کا عذاب نازل ہو جائے وہاں پر میرے بزرگو صدیوں تک پھر رحمتیں نازل نہیں ہوتیں (اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے گھروں کو عذابوں سے دور رکھے) جہاں اللہ کا عذاب نازل ہوا پھر صدیوں تک، قرنوں تک وہاں پھر رحمتیں نازل نہیں ہوتیں۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کا گذر ہوا وادیِ حجر پر۔ قوم صالح جہاں پر تباہ ہوئی (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) صحابۂ کرام نے وہاں سے پانی لیا، آٹے گوندھے۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ آٹا مت کھاؤ، یہ گوندھا ہوا آٹا اپنے اونٹوں کو ڈال دو۔ نکلو یہاں سے، اس کنوئیں میں ابھی تک عذاب کے آثار ہیں (مسلم کی حدیث ہے) اور میرا خیال ہے بخاری میں بھی ہوگی۔ مسلم میں تو میں نے خود دیکھی ہے) یعنی صالح علیہ السلام کی قوم جہاں تباہ ہوئی وادیِ حجر میں۔ وہاں حضورؐ نے ایک دن پڑاؤ کیا۔ صحابۂ کرامؓ نے وہاں سے پانی لیا اور آٹے گوندھے۔ حضورِ انور نے فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ آٹے مت کھاؤ۔ آج ہم کہتے ہیں "جی نماز کو دل نہیں چاہتا" بھائی کیسے دل چاہے؟ جو کھانا کھایا اس میں کیا تھا؟ پتہ نہیں کتنے عذابوں سے نکل کرکے وہ آیا تھا؟ میں تو ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں کہ اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہیئے، اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے۔ ہم کسی پر شکوہ نہیں کرتے۔ نہ کرنا چاہیئے۔ ہم تو گنہگار ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے اور آپ کے گناہوں کو معاف فرمائے لیکن کوشش یہ کی جائے کہ جو لقمہ میرے پیٹ میں جا رہا ہے یہ کسی عذاب میں تو نہیں ملوث ہو کر آیا؟ جو میں نے لباس پہنا ہے، یہ کسی عذاب کی دعوت تو نہیں دے رہا؟ جس کوٹھی میں میں لمبا پڑا ہوں یہ کوٹھی کیسی ہے؟ عذاب کو تو نہیں بلا رہی؟ اگر ایسی ہی کیفیت ہو تو بھائی پھر تو رحمتیں نہیں آتیں، پھر تو عذاب ہی آتا ہے۔ تو حضورِ انور نے فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے، صحابہ کرام سے کہ یہ آٹے مت کھاؤ۔ یہ گوندھے ہوئے آٹے اونٹوں کو ڈال دو اور نکلو اس وادی سے — اور ساتھ ہی وجہ بیان فرمائی کہ اس وادی میں، اس پانی میں ابھی تک عذاب کے آثار باقی ہیں — ابھی تک —

امام الانبیاء کے زمانے تک ۔ اور پھر میں عرض کروں ۔ اب بھی باقی ہیں ۔ اس وقت بھی باقی ہیں ۔ جو لوگ حج کو تشریف لے جاتے ہیں وہاں وہاں پہ ایک وادیٔ مُحَسِّر ہے ایک وادیٔ عُرَنہ ہے ۔ فرمایا ان دونوں وادیوں میں قیام نہ کرو۔

حدیثوں میں آتا ہے ۔ آج تک یہ مسئلہ ہے اور قیامت تک رہے گا کہ جب تم عرفات کے میدان میں پہنچو ، مُزدلفہ اور منیٰ کے میدان میں پہنچو تو نہ وادیٔ عُرَنہ میں ٹھہرو نہ وادیٔ محسّر میں ٹھہرو ۔ وہاں پر اصحابِ فیل پہ ابابیل نے پتھر برسائے تھے آج تک عذاب ہو رہا ہے ۔ جو حاجی حج کو جاتے ہیں پوچھ لو وہاں کھڑا ہو دیتے ہیں ؟ ممکن ہے انہیں پتہ نہ ہو لیکن مسئلہ یہی ہے ۔ نہ وادیٔ محسّر میں کھڑے ہوں ، نہ وادیٔ عُرَنہ میں کھڑے ہوں ، قیام نہ کریں ، خیمے وغیرہ نہ لگائیں ۔ آج تک وہاں پر عذاب نازل ہو رہا ہے ۔ جن لوگوں نے خانہ کعبے پر چڑھائی کی تھی مسجدوں کو گرانے والے رب العالمین کی تعمیروں کو ڈھانے والے ، کیا وہ سمجھتے ہیں کہ عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہیں ؟ آج تک وہاں عذاب ہو رہا ہے قرآن کی شہادت ہے ، حدیثوں کی شہادت ہے ۔ اور امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ وہاں پر کوئی حاجی کبھی بھی نہ کھڑا ہو چنانچہ منع کیا گیا اور آج تک وہاں حجاج لوگ نہیں ٹھہرتے حاجیوں کو وہاں کھڑا ہونے سے روکا گیا ۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ پہلی قوموں نے اپنے اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ٹکر لی اور ٹکر کیوں لی ؟ نبیوں نے جو چیزیں پیش فرمائی تھیں وہ نُورِ وحی تھا اور نُورِ وحی کے مقابلے میں انہوں نے اپنی رائے کو پیش کیا اپنی رائے کو

ترجیح دی نبیوں کی باتوں کو ٹھکرایا، عذاب الٰہی کا شکار ہو گئے۔ تو سورۃ ہود میں ان واقعات کو رب العالمین عزاسمہ نے اجمالی طور پہ بیان فرمایا جس کو پڑھ کر امام الانبیاء رحمت دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شَیَّبَتْنِیْ تِلَاوَۃُ ھُوْدٍ مجھے ہود کی تلاوت نے بوڑھا کر دیا، جب سورت ہود پڑھتا ہوں، سوچتا ہوں، دیکھتا ہوں، پہلی قومیں تباہ ہوئیں تو اس ہیبت کو، اس وحشت کو، اس عذاب الٰہی کو دیکھ کر، سوچ کر میں بوڑھا ہو جاتا ہوں، میری طبیعت میں بڑھاپا آ گیا، میرے بال سفید ہو گئے۔

تو میرے بزرگو اور میرے دوستو! سورت ہود کا ربط سورت یونس کے ساتھ یہ ہے کہ سورت یونس کے آخر میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیا گیا، آپ کی وساطت سے امت کو، اور سارے انسانوں کو حکم دیا گیا وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ۔ سورت ہود میں ان مثالوں کو پیش کیا، ان تاریخی حقیقتوں کو اجمالی طور پہ پیش کیا جو جھٹلائی نہیں جا سکتیں، آج آثار قدیمہ جن کی تباہی پر آج بھی مرثیے پڑھ رہے ہیں اور قیامت تک مرثیے پڑھتے چلے جائیں گے۔

اس تمہید کے بعد میں چاہتا ہوں کچھ تھوڑا سا ترجمہ اور تشریح ہو جائے تو بہتر ہے۔ ارشاد فرمایا۔ الٓرٰ۔ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں جیسے کہ پہلے ہی بھی عرض کیا جا چکا ہے۔ ان کا معنی اور مطلب اللہ ہی جانتے ہیں اور یہ جن سورتوں کے شروع میں لائے جاتے ہیں، اشارہ ادھر ہوتا ہے کہ جس طرح تم ان حروف کا معنی نہیں سمجھتے مگر پھر بھی تم مانتے ہو کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ ہر کلام کا معنی سمجھنا

ضروری نہیں ہوتا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ حروف مقطعات کے معنی سمجھنے چاہئیں تو پھر جو بعض لوگ قرآن مجید کے معانی نہیں سمجھتے تو کیا ان کا ایمان نہیں ہوگا؟ دنیا میں تو ۹۰ فیصدی نہیں، ۹۹ فیصدی نہیں بلکہ ہزاریں سے دو تین آدمی ہوں گے جو قرآن مجید کے معانی اور معارف کو سمجھتے ہیں باقی سب مجھ جیسے طالب علم ہیں، یا جانتے ہی نہیں ہیں، تو کیا ان کا ایمان مستحکم نہیں ہوگا؟ قرآن مجید کو اللہ کی کتاب سمجھنا ایمان کے لئے یہ کافی ہے۔ باقی قرآن کا ترجمہ، قرآنی معارف، قرآنی تفسیر یہ ازدیاد ایمان کا سبب ہے۔

الٓرا ۔ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ یعنی اس کا مطلب، اس کی مراد، اس کا صحیح معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جس نے نازل کیا اس کتاب کو یا وہ جانے جس پر نازل کی گئی یہ کتاب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ میں اور آپ اس کا معنیٰ جاننے کے مکلف نہیں ہیں کہ خواہ مخواہ ہم اس کو کریدتے پھریں اس کا پوسٹ مارٹم کریں کہ کیا معنیٰ ہے۔ بس اللہ جانتا ہے اس کا کیا معنیٰ ہے اور نازل اس لئے فرمایا کہ اے مسلمانو! جس طرح تم الٓرا کا معنیٰ نہ سمجھنے کے باوجود اس کو اللہ کا کلام سمجھتے ہو، آگے اس سورت میں جو حقیقتیں آنے والی ہیں، جو تاریخی واقعات ہیں، ہو سکتا ہے تمہارے ناقص عقول ان کو نہ سمجھ سکیں لیکن تم ان کو یقینی سمجھنا کیونکہ وہ بھی اُسی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اُسی اللہ تعالیٰ کا وہ حکم اور امر ہے جس اللہ نے قرآن کو نازل کیا۔ عموماً ایسی سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات لائے جاتے ہیں۔

کِتٰبٌ ۔ یہ قرآن مجید سب سے بڑی کتاب ہے (التنوین للتعظیم)

بہت بڑی کتاب۔ جس سے بڑھ کر دنیا کی کوئی کتاب نہیں، ادب والی کتاب، علم والی کتاب، حکمت والی کتاب، نور بصیرت والی کتاب، جس کے پڑھنے سے کافروں کی قسمتیں بدل گئیں، جس کے پڑھنے سے ایمان بڑھا، جس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے راہ ہدایت نصیب فرمائی، جس کو پڑھ کر وہ قوم جن کے متعلق قرآن کا یہ فیصلہ تھا۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ (ترجمہ) کھلی گمراہی والی قوم، اس قرآن کو پڑھ کر دنیا کی حاکم بنی اور دنیا پر اپنی حکومتیں کیں اور دنیا کو راہِ عمل سے نوازا اور دنیا کی رہنمائی کی ـــ یہ بڑی اونچی کتاب ہے ـــ کِتٰبٌ ـ قرآن مجید بہت بڑی کتاب ہے، بہت عظیم کتاب ہے، بہت معانی اور مطالب سے پر کتاب ہے۔

اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ ـ پختہ کی گئی ہیں جس کی آیتیں ـــ اُحْكِمَتْ، محکم، پکی ہیں جس کی آیتیں ـ اس کے بہت سے ترجمے ہیں۔ ایک تو ترجمہ یہ ہے اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ، اس کی آیتوں کو اب کوئی مٹانے والا نہیں، قرآن آخری کتاب ہے جس طرح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، قرآن آخری کتاب ہے۔ حضورؐ کے بعد کسی نبی نے نہیں پیدا ہونا۔ کوئی نیا الہام نازل ہونے والا نہیں ہے اس لئے حضورؐ کی نبوت کو نہ کوئی نبی چیلنج کر سکتا ہے اور حضورؐ کی کتاب کو نہ کوئی نبی منسوخ کر سکتا ہے۔ محکم آیتیں۔ حضورؐ سے پہلے تورات منسوخ ہوئی، حضورؐ سے پہلے انجیل منسوخ ہوئی، حضورؐ سے پہلے زبور منسوخ ہوئی، حضورؐ سے پہلے صحائف منسوخ ہوئے، لیکن قرآن سارے کا سارا محکم ہے اس کو کوئی منسوخ نہیں کر سکتا۔ کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ

قرآن مجید وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم ہیں۔ ایک محکم کا یہ معنی ہے کہ ان کو کوئی مٹانے والا نہیں، اس میں نسخ نہیں ہوگا، یہ قرآن انسانوں کے لئے آخری ہدایات کا مجموعہ ہے اور ایک ترجمہ یہ بھی ہے اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ اس کی آیتیں ہر اعتبار سے محکم ہیں۔ زبانی پڑھو تب محکم، معانی پر غور کرو تب محکم، مطالب پر غور کرو تب محکم، روحانی اُمور پر غور کرو تب محکم، دنیا کے کسی فلسفے کو دیکھنا چاہو قرآن مجید میں صحیح فلسفے کو تب محکم۔ قرآن مجید کی آیات ہر اعتبار سے محکم ہیں اور بھی اس میں ترجمے کئے گئے لیکن میرے آپ کے لئے یہ دو ترجمے کافی ہیں۔

ثُمَّ فُصِّلَتْ۔ فرمایا اس کی آیتیں محکم ہیں، پھر مفصّل بیان کی گئیں۔ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍۙ اس اللہ کی طرف سے جو حکیم بھی ہے اور اس اللہ کی طرف سے جو خبیر بھی ہے۔ یعنی قرآن مجید کیف ماتفق بات نہیں، یہ ویسے کسی معمولی طاقت کی بات نہیں، یا کوئی تاریخی قصے کہانیاں نہیں بلکہ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ۔ پھر اس کی تفصیل کی گئی۔ یعنی قرآن مجید میں جو آیات گرامیہ ہیں، محکم ہیں، وہ منسوخ نہیں ہیں وہ غیر نسخ ہیں اُن میں نسخ نہیں ہو سکتا اُن میں ترمیم نہیں ہو سکتی، ان میں آگا پیچھا نہیں ہو سکتا، جہاں حق ہے وہاں مت نہیں پڑھ سکتے، جہاں لا ہے وہاں میم نہیں پڑھ سکتے جہاں قُل ہے وہاں دوسرا کلمہ نہیں پڑھ سکتے۔ اور پھر اُن آیات کی جو تفصیل ہے ان آیات کے جو مطالب اور معانی ہیں وہ بھی کس کی طرف سے ہیں؟ اللہ ہی کی طرف سے ہیں، کیونکہ میں نے ابھی عرض کیا حضور انور کے بعد کسی

دوسرے نبی نے نہیں آنا۔ آپ دوستوں میں سے اگر کسی نے کبھی انجیل پڑھی ہو تو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب جانے لگے دنیا سے (انجیل کی روایت کے مطابق) (اور ہمارا بھی عقیدہ ہے کہ آپؑ آسمان پہ اٹھائے گئے) تو آپؑ نے صاف کہا، میری اور بہت سی باتیں ہیں..... (اس کلام کا ترجمہ یہ ہے، ممکن ہے الفاظ میں ہیر پھیر ہو جائے کیونکہ انجیل بھی ترجمہ شدہ ہے اتنے ترجمے کبھی کتنی دفعہ ہو چکے ہیں، ہمیشہ ہر سال نیا ترجمہ ہوتا ہے) آپ فرماتے ہیں: "میری اور بہت سی باتیں ہیں جو تمہیں میں کہنا چاہتا ہوں مگر تم ان کو برداشت نہیں کر سکو گے، میرے بعد جو روحِ حق آئے گی، تم اس کی بات سننا"۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے جو بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں حوالہ دیا اپنی باتوں کی تکمیل اور تتمیم کا آنے والے نبی پر، وہ آنے والے نبی کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو قرآن مجید کی یہ کیفیت نہیں ہے۔ قرآن مجید کی آیات تو محکم بھی ہیں اور مفصل بھی ہیں۔ محکم ہیں، اَنمٹ ہیں، ان میں کسی قسم کی ترمیم اور تنسیخ اب نہیں ہو سکتی ۔۔۔ اور مفصل بھی ہیں۔ قرآن مجید اپنی تفصیل خود کرتا ہے۔ قرآن مجید اپنے واقعات کو خود بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید نے ایک جگہ اجمال فرمایا، دوسری جگہ تفصیل فرما دی۔ پھر ایسا اجمال فرمایا کہ اجمال خود بخود کھلتا چلا جاتا ہے یعنی قرآن مجید نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی میرے بزرگو! وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○ (الانعام ۵۹) کہ بندوں کو کسی اور کتاب کی طرف توجہ کرنی پڑے۔ جب ہم توجہ کرتے ہیں حدیث کی طرف، جب ہم توجہ کرتے ہیں تفاسیر کی طرف تو اس لئے کہ ہمارے عقول حسبِ ارشاد حضرت

مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے شیخ ہیں اور جن کی برکت سے یہ درس قائم ہے (اللہ تعالیٰ سب کو ایسے درس قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے) آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ کامل ہے ہمارے عقول ناقص ہیں اس لئے ہمیں کتاب اللہ سمجھنے کے لئے حدیث کی ضرورت پڑتی ہے ورنہ کتاب اللہ خود محکم بھی ہے، کتاب اللہ خود مفصّل بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو بات بیان فرمائی اتنی تفصیل کے ساتھ بیان فرما دی کہ اب کسی اور تفصیل کی ضرورت نہیں۔ یہ جو تفاسیر ہوتی ہیں یہ فقط اس چھلکے کو ہٹا دیتی ہیں۔ تفسیر کا معنیٰ ہی میرے بزرگو یہ ہے۔ تفسرہ کہتے ہیں کسی چیز کے چھلکے کو ہٹا دینا۔ ایک پھل جو کسی چھلکے میں چھپا ہوا ہو، آپ نے چھلکے کو ہٹا دیا، پھل نظر آگیا تو تفسیر والے، علمائے تفسیر یہی کرتے ہیں (رحمۃ اللہ علیہم) کہ وہ قرآن مجید پر علوم اور فنون کی وجہ سے قرآن مجید کی گہرائی کی وجہ سے، الفاظ اور معانی میں جو کچھ خفا میرے جیسا طالب علم یا آپ جیسے دوست نہیں سمجھ سکتے تو علمائے تفسیر اس چھلکے کو دور کر دیتے ہیں تا کہ ہر آدمی اس معنے کو اس مطلب کو اچھی طرح سمجھ سکے۔ تفسیر کا بھی یہی مطلب ہے۔ مفسر حضرات اپنی طرف سے کچھ آگا پیچھا نہیں کرتے۔ مفسرین اپنی طرف سے کچھ بات نہیں کہتے۔ نہ حدیثوں میں کوئی ایسی بات ہے جو قرآن سے زاید ہو۔ حدیثوں نے وہی بات کہی جو قرآن نے کہی اور مفسرین نے وہی بات کہی جو قرآن نے کہی البتہ مفسرین میں سے انہی لوگوں کی تفسیر کا اعتبار ہو گا جن کا سینہ نورِ حق سے منور ہو گا، جو احادیث نبوت کی روشنی میں کتاب اللہ کو

سمجھنے کی کوشش کریں گے اس لئے فرمایا کہ یہ کتاب ایسی کتاب نہیں ہے جس کو خالی سُن لیا جائے بلکہ کِتٰبٌ۔ قرآن مجید بڑی عظمت والی کتاب ہے، اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ جس کی آیات محکم ہیں، ناقابل نسخ ہیں، ثُمَّ فُصِّلَتْ۔ پھر اس کی تفصیل بھی کی گئی یہ ثُمَّ تراخی کے لئے نہیں ہے بلکہ واؤ کے معنی میں ہے۔ یعنی قرآن نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ، قرآن کو محکم کرنے والا اللہ تعالیٰ قرآن کے معانی اور مطالب کی تفسیر کرنے والا خود اللہ تعالیٰ اس میں کسی تیسری طاقت کا دخل نہیں ہے اور یہ کیوں؟ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۙ یہ قرآن اس اللہ کی طرف سے ہے جو حکیم ہے اور اس اللہ کی طرف سے جو خبیر ہے۔ حکیم کا معنی حکمت، مصلحت، کسی چیز کی بہبود کو سمجھنا، منافع اور نقصان کو سمجھنا۔ اور خبیر کا معنی؟ باخبر، خبر کہتے ہیں باطنی چیز کو جو بظاہر نظر نہ آئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہے، اللہ تعالیٰ خبیر بھی ہے۔

اگر میرے دوست جو قرآن پڑھتے ہوں انہوں نے غور کیا ہو گا جہاں کہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قواعد بیان فرمائے جہاں اللہ تعالیٰ نے اصول اور قانون بیان فرمائے میرے بزرگو تو وہاں پر زیادہ کلمہ حکیم کا بیان فرمایا حکیم علیم، حکیم خبیر۔ یعنی میں جو کچھ بیان کرتا ہوں تم اس بات کو مان لو۔ میرا علم تمہارے علم سے زیادہ، میری حکمت تمہاری حکمت سے زیادہ، تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ میرے قرآن میں ترمیمیں کرتے پھرو اور اپنی طرف سے تم یہ کہہ دو کہ ہم نے اسلام کو ماڈرن طریقے پر پیش کیا ہے۔ آج یہ بھی ایک بیماری ہی مسلمانوں میں ہے، اللہ مسلمانوں کو ایسی بیماریوں سے محفوظ رکھے اور جو

ہمارے بھائی مبتلا ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو اِن بیماریوں سے باہر نکالے اللہ ان کو شفایاب کرائے۔ ہمارا حال تو بھائی یہ ہے کہ مولانا روم نے ایک قصّہ لکھا ہے کہ کسی بادشاہ کا ایک دفعہ باز گم ہو گیا اور وہ باز ایک بڑھیا کے گھر پہنچ گیا تو بڑھیا بیچاری نے دیکھا کہ باز کے بڑے بڑے پَر ہیں، چونچ اس کی ٹیڑھی ہے، پنجے اس کے مُڑے ہوئے ہیں، ناخن تیز ہیں تو اُس بڑھیا نے قینچی لی اور کہنے لگی "ارے بچے! تُو پتہ نہیں کتنا زمانہ ہوا ہے اپنی ماں سے جُدا ہو چکا ہے، تیری ماں تیری خبر گیری نہ کر سکی، تُو گھر سے نکل آیا، یہ تیری چونچ ٹیڑھی ہو گئی، نامعلوم تُو دانہ کس طرح چُگتا ہو گا" قینچی لی اور اور اس کی چونچ جو تھی وہ کُتر ڈالی — پھر بوڑھی اماں کی نظر پڑی اس باز کے پروں پر، تو دیکھا پَر بڑے بے تُکے ہیں تو کہنے لگی — "بڑا زمانہ ہوا تُو نے حجامت نہیں کی (کیونکہ حجامت ہم تو ہر روز کرتے ہیں) اور یہ بھی ایک بڑی مصیبت ہے، تیری ماں ہوتی تو تیری حجامت کرتی" — وہ سارے پَر کتر ڈالے پھر بوڑھی کی نظر پڑی پنجوں پر، دیکھا تو پنجے بڑے بڑھے ہوئے تھے ناخن کہنے لگی "میرے بیٹے! بڑا افسوس ہے، دیکھا! ماں نہ ہو تو بچے کیسے رُل جاتے ہیں تیرے ناخن تیری ماں نے نہیں اُتارے، وہ تجھے تلاش کرتی ہو گی، چلو میں ہی ہمت کرتی ہوں" — قینچی سے اس کے پنجے بھی کتر ڈالے — باز میں جو اُڑنے کا کمال تھا وہ پَروں کے کاٹنے سے ختم کر دیا، جو نوچنے کا کمال تھا وہ چونچ کاٹ کر ختم کر دیا، جو پکڑنے کا کمال تھا وہ پنجے کاٹ کر ختم کر دیا — بڑھیا خوش ہے کہ میں نے بڑی خدمت کی ہے باز کی —

تھوڑی دیر کے بعد اعلان ہوا کہ بادشاہ سلامت کا باز گم ہو گیا ہے۔
پہلے زمانے کے بادشاہ باز وغیرہ بہت رکھتے تھے۔ اچھا ہے وہ باز رکھتے
تھے آج کل تو کتوں کا بڑا زور ہے (اللہ ہی رحم و کرم فرمائے) پرسوں مورخہ
۲۷ جولائی کے روزنامہ "جنگ" میں تھا (آپ نے بھی پڑھا ہو گا) لندن میں ایک
"صاحب" نے اپنی بیوی کے خلاف دعویٰ دائر کیا ہے (اللہ میری بچیوں کو بھی
سمجھ نصیب فرمائے، اللہ ہمیں بھی سمجھ نصیب فرمائے کہ ہم ایسی تہذیب اور تمدن
سے دور ہی رہیں) — میری تہذیب کیا ہے؟ میرے محبوب آقا جناب
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع۔ میری تہذیب کیا ہے؟ صحابہؓ
کا طرزِ عمل، میری تہذیب کیا ہے؟ میری اُمت کے رہنماؤں کا طرزِ عمل، میری
تہذیب کیا ہے؟ میرے اکابر کا طرزِ عمل، یہ ہے میری تہذیب — میرا ان
تہذیبوں کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ مگر افسوس تو یہ ہے کہ آج مسلمانوں کا وہی
حال ہے کہ ہم اپنے گھر کو چھوڑ رہے ہیں اور دوسرے کے گھروں میں جا رہے
ہیں۔ اللہ سمجھ نصیب فرمائے۔
تو لندن کے ایک "صاحب" نے دعویٰ دائر کیا ہے بیوی کے خلاف کہ
میری بیوی کو مجھ سے محبت نہیں ہے اپنے کُتّے سے محبت ہے۔ یہ پرسوں
ترسوں کے "جنگ" میں پڑھ لیجئے، بڑی مزے دار سُرخی ہے۔ یعنی میری
بیوی کو مجھ سے محبت نہیں ہے، اپنے کُتّے سے محبت ہے — کُتّے سے کیوں
محبت ہے؟ بس تفصیل رہ جائیں۔ انہوں نے اپنی تہذیب ایسی بنالی۔
تو وہ باز تھا بادشاہ سلامت کا۔ اعلان ہوا شام کے وقت کہ بھائی

بادشاہ کا باز گم ہو گیا ہے جو لے کر آئے گا اُس کو بڑا انعام ملے گا۔ بڑھیا دربار شاہی میں پہنچی باز لے کر، خوشی تھی کہ مجھے زیادہ انعام ملے گا کیونکہ میں نے حجامت بھی اس کی کی ہے، اس کی پالش بھی کی ہے۔ جا کر پہنچی، باز پیش کیا۔ بادشاہ نے کہا "اس بڑھیا کو اندر بند کر دو اس ظالم نے تو میرے باز کا ستیاناس کر دیا۔" اس نے کہا "بادشاہ سلامت! میں نے تو بہت بڑی خدمت کی، اس کی چونچ بڑھی ہوئی تھی میں نے وہ ٹھیک کر ڈالی، پنجے خراب تھے، میں نے وہ ٹھیک کر دئیے، اس کے پَر خراب تھے، میں نے وہ کتر دئیے"۔ بادشاہ نے کہا "او بے وقوف! سارا کمال تو اس کا تو نے ختم کر دیا، یہ تو تو میرے سامنے لاش لے کر آئی"۔

آج ہم ہم سے بعض ہمارے بھائی کبھی تو اسلام کی چونچ کاٹ رہے ہیں کبھی پنجے کاٹ رہے ہیں، کبھی پَر کاٹ رہے ہیں اور کمال یہ ہے کہ ہم ریسرچ کر رہے ہیں۔ بڑی ریسرچ ہو رہی ہے ہماری۔ اوہو کہاں کہاں ہم پہنچ گئے۔ اللہ ایسی ریسرچوں سے بچائے۔ اللہ مجھے آپ کو اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔

تو فرمایا میرے بندو! میں حکیم خدا ہوں، میں علیم خدا ہوں، میں خبیر خدا ہوں میری باتوں پر تو نبی بھی تنقید نہیں کر سکتے (صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم) تم کون ہو؟ حضور پر نور کو خطاب نہیں فرمایا؟ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (الحجر ۹۴) جس کا حکم ہے وہ کھول کر بیان کرو فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ۔ (هود ۱۱۲) جو میں نے حکم دیا اس پر پکے رہو اور ذرا بھی بات اِدھر اُدھر کی تو میں اصلاح کر دوں گا۔ صحیح حدیثوں میں آتا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا ایک آدمی کو، ایک صحابی نے عرض کیا، "اللہ کے نبی! اگر میں اللہ کی راہ میں قربان ہو جاؤں تو کیا میرے گناہ

معاف ہو جائیں گے؟" فرمایا "ہاں تیرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔"
فوراً جبریل امین آئے۔ "اے اللہ کے نبی! صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا بڑا
بلند مقام ہے آپ کی ہاں "ہاں" ہے، آپ کی نہ "نہ" ہے، لیکن آپ نے
جو کچھ کہا ہے یہ منشائے خداوندی کے خلاف ہے، آپ اسے بلا کر فرما دیجئے
اِلَّا الدَّیْن۔ قرض معاف نہیں ہوتا۔ باقی سب کچھ معاف ہو سکتا ہے۔"
دیکھا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھایا گیا، حضورؐ کی اس بات میں ترمیم کر دی
گئی۔

میرے بزرگو! نبی کی جرأت نہیں قرآن مجید کو آگے پیچھے کرے۔ قرآن نے
نہیں فرمایا؟ قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ۚ اِنْ
اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ۚ (یونس ۱۵) آپ ان سے فرما دیجئے میری یہ طاقت
نہیں ہے کہ میں قرآن کو اپنی طرف سے بدلتا پھروں۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ
میں تو اسی بات کو مانوں گا جس کی میری طرف وحی کی گئی ہے۔ نبی تو وحی کا
محتاج (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) صحابہ وحی کے محتاج، تابعین وحی کے محتاج،
آئمہ مجتہدین وحی کے محتاج اور آج ہم جیسے میٹرک فیل، ایک بیہودہ بے لگام
کھڑا ہو جائے اور قرآن کی ترمیمیں کرتا پھرے اور مسلمان کہہ دیں یہ بڑا "محقق"
ان پر حرف ہے، محمد رسول اللہ پر طنز ہے اور چودہ سو سالہ اسلام
پر یہ طنز ہے۔ اللہ مسلمانوں کو ایسی گمراہی سے محفوظ رکھے۔

اس لئے فرمایا مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۙ یہ قرآن اس اللہ کی طرف
سے ہے جو حکیم ہے جس کی حکمت کا کوئی حکمت مقابلہ نہیں کر سکتی، حکمت

پڑھنی چاہو تو پڑھو "حجۃ اللہ البالغہ" شاہ ولی اللہ کی۔ اللہ ان کی قبروں پر نور فرمائے۔ کاش! آج مسلمان اپنوں کو نہیں جانتا۔ ابھی تک نہیں جانتا۔ بیس سال ہو گئے ہمیں آزاد ہوئے ابھی تک یہ بھی نہیں پتہ شاہ ولی اللہ کون تھا۔ بلکہ ہمارے بعض بیہودہ قسم کے لوگ یہ کہتے ہیں (میرے پاس اب بھی وہ "نوائے وقت" کا پرچہ موجود ہے جس میں ہمارے پاکستان کے ایک "محقق" نے (حقّے سے مشتق "محقّق" ۔ محقّق کا معنیٰ ؛ سگریٹ پینے والا "محقق" ، حقّہ پینے والا "محقّق") اس نے اپنے ایک مرید کے ساتھ بات چیت کی، وہ ڈائری چھپی ہے "نوائے وقت" میں۔ اس سے کہا گیا کہ تو کس اسلام کے خلاف ہے؟ اُس نے کہا کہ اگر یہ اسلام جو آج مسلمانوں میں چل رہا ہے یہ شاہ ولی اللہ کا پیدا کردہ ہے، اگر اقبال کا یہی اسلام ہے تو ہم تو اسی اسلام کو جڑ سے اکھیڑنے کی ترکیبیں سوچ رہے ہیں۔ مگر خود پھر مانتا ہے کہ یہ اسلام اتنی جڑیں پکڑ چکا ہے کہ اس کا اکھیڑنا آسان نہیں ہے ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کون اکھیڑ سکتا ہے؟ انگریز دو سو سال نہیں اکھیڑ سکا، یہ پرائمری فیل اکھیڑ دیں گے؟ دو سو سال انگریز نے زور لگایا۔ آپ پڑھیں اپنی تحریکات آزادی کو دو سو سال انگریز نے زور لگایا کہ کسی طرح اسلام ہندوستان سے نکل جائے اب بھی یورپ اور امریکہ میں زور لگایا جا رہا ہے لیکن کون اس چیز کو اکھیڑے اللہ ان لوگوں کو بصیرتیں عطا فرما دیتے ہیں جو مجھے آپ کو عطا نہیں ہوئیں اُن

وقت عطا ہوتی ہیں جب کسی باطل کے ساتھ مقابلہ ہو، تو اللہ تعالیٰ کا ہر حکم، سید الانبیاء کا ہر حکم، اسلام کا ہر حکم حکمت سے پُر ہے۔ حُجۃ اللہ البالغہ پڑھو اور اپنے نورِ بصیرت کو ترقی دو۔ اہل اللہ کی کتابیں پڑھو، میرے بزرگو پھر یہ راہیں کھل جاتی ہیں۔

مصر میں گذرے ہیں مفتی عبدہٗ، جمال الدین افغانی کے شاگرد تھے۔ مفتی محمد عبدہٗ رحمۃ اللہ علیہ، قرآن مجید کی تفسیر لکھی، بہت بڑے عالم دین تھے۔ وہ پیرس تشریف لے گئے۔ پیرس کوئی مقابلہ تھا بین الاقوامی اُس میں آپ تشریف لے گئے مصر کی حکومت کی طرف سے۔ خیر وہاں جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہوا۔ کھانے پر جب بیٹھے ..... یہ بیماریاں آج کل ہیں، یورپ میں تو اس سے پہلے بھی تھیں یہ چھری کانٹے کے ساتھ کھانا ـــ اب تو کھڑے ہو کر کھاتے ہیں، پھر بھی آخر بیٹھ جاتے ہیں۔ جب تھک جاتے ہیں پھر بیٹھ جاتے ہیں ـــ اللہ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ پہلے کم از کم "بسم اللہ" تو اس طرح کرتے ہیں جس طرح انگریز کرتا ہے ـــ کیا مصیبت ہے بھائی! کھانا کھانا ہے! بائیں سے بھی کھاؤ گے دائیں سے بھی کھاؤ گے۔ دائیں سے کھاؤ اور نیت یہ کرو کہ میرے محبوب آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے کھایا اس لئے میں دائیں ہاتھ سے کھاتا ہوں۔ پہلے بائیں سے شروع کیا پھر تھک گئے تو دائیں سے لگ پڑے۔ یَاکُلُوْنَ کَمَا تَاکُلُ الْاَنْعَامُ (محمد ۱۲) جیسے چارپائے کھاتے ہیں۔ پہلے کھڑے ہو کر شروع کیا، پھر بیٹھ گئے۔ تو پہلے ہی بیٹھ جاتے! بیٹھ کر سنت ہے اور فرش پہ بیٹھ کر کھانا زیادہ بہتر ہے۔ میرا

تک خیال ہے امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کرسی پر بیٹھ کر نہیں کھایا، یا کبھی چارپائی پر بیٹھ کر نہیں کھایا۔ اگر کھایا ہے تو مجھے اس کا علم نہیں۔ اللہ بہتر جانتے ہیں لیکن میرا حقیر مطالعہ یہ ہے حضور ہمیشہ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے جب آپ وزیر تعلیم ہوئے تو علمائے دیوبند کو آپ نے دعوت دی۔ اپنے دوستوں کو، احباب کو، اکابر کو چنانچہ تشریف لے گئے اکابر دیوبند حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ بھی اس میں موجود تھے اور دوسرے اکابر مفتی کفایت اللہ وغیرہ بھی تشریف فرما تھے جب پہنچے وہاں پر دعوت میں تو مولانا ابوالکلام نے نشست گاہ میں کرسیوں پہ بیٹھ کر کھانے کا انتظام کیا تھا۔ سارے اکابر کرسیوں پہ بیٹھے، کھانا کھایا، مگر جانتے تھے، ابوالکلام آزاد بھی تو جانتے تھے، تیور دیکھ لئے، پیشانیوں کو دیکھ لیا۔ سبحان اللہ۔ ماتھوں کو دیکھ لیا کہ ماتھے کیسے پڑھتے ہیں۔ پیشانی کیا پتہ دیتی ہے؟ آیا پیشانی سے خوشی کا نور چمکتا ہے یا ناراضگی کا اثر چمکتا ہے؟ تاڑ گئے ابوالکلام آزاد کہ میرے بزرگ، میرے کرم فرما، یہ اہل اللہ، یہ محمد رسول اللہ کے دین کے پاسبان اس دعوت سے ناخوش ہیں اور ناخوش اس لئے ہیں کہ کرسیوں پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں۔ اس وقت تو کچھ نہ کہا، علیک سلیک کے بعد رخصت کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر دعوت دی۔ اللہ کے بندوں کے دلوں کو قبول کرنا کتنی اونچی بات ہے۔ کچھ دنوں کے بعد پھر دعوت دی اور زمین پہ بیٹھنے کا انتظام کیا، قالینوں پر لگا دیئے

دسترخوان اور کھانا کھانے کے بعد کہا کہ بات اصل میں یہ تھی، دوبارہ دعوت کی وجہ یہ تھی کہ پہلی دعوت میں مجھ سے بھول ہوگئی تھی۔ میں نے کرسیوں پر بیٹھنے کا اہتمام کیا اور میں سمجھ گیا کہ آپ بزرگوں کے دلوں پر وہ دعوت شاق گذری تھی اس لئے میں نے زیادہ تکلیف دی تاکہ یہ دعوت سنّتِ محمد رسول اللہ کے مطابق ہو۔ کہاں ہیں سُنتیں؟ ہم فرضوں کو رگڑ رہے ہیں تو سُنتیں کہاں ہیں۔

تو میں مفتی عبدہٗ کی بات کر رہا تھا۔ مفتی عبدہٗ رحمۃ اللہ علیہ وہاں پیرس میں جب کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو آپ ہاتھ سے کھاتے تھے، کھانا ہاتھ ہی سے کھانا چاہیئے۔ دستِ خود دہانِ خود فارسی کی مشہور مثل ہے ــــ دستِ خود چمچہ خود نہیں ہے ــــ دستِ خود دہانِ خود۔ فارسی تو ہم پڑھتے نہیں ویسے ہی ایران کے ساتھ ہم پینگیں بڑھا رہے ہیں، فارسی جانتے ہی نہیں۔ پینگیں بڑھاتے ہیں ایران کے ساتھ، پینگیں بڑھاتے ہیں عربوں کے ساتھ (اللہ ہماری ان پینگوں کو کامیاب بنائے) لیکن عربی جانتے ہیں نہ فارسی جانتے ہیں، انگریزی جانتے ہیں، پڑھتے ہیں انگریزی، مارتے ہیں انگریزی اور پینگیں بڑھا رہے ہیں ان کے ساتھ تو دستِ خود دہانِ خود ــــ اپنا ہاتھ اپنا منہ ــــ چمچہ خود نہیں ہے تو وہاں مفتی صاحب نے اپنے ہاتھ سے کھانا شروع کیا۔ تو جو ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ کے میزبان وہ بھی ساتھ تھے۔ اور بھی آدمی کافی تھے تو انہوں نے اپنا وہی کام شروع کیا، چھری کانٹا، کھڑ کھڑ جیسے ٹلیاں بجتی ہیں۔ تو وہ ذرا مفتی صاحب کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے کہ یہ کیسے آدمی ہیں۔ ہاں تو

پھر مولوی کھائے تو کھاتا بھی خوب ہے — اور اچھا کرتا ہے — شرمانے کی کیا بات ہے؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے جب تمہاری کوئی دعوت کرے (بڑے حکیم تھے حکیم الامت تھے) تو خوب اچھی طرح کھاؤ، پیٹ بھر کر کھاؤ۔ اگر وہ تمہارا دوست ہے، دل کے ساتھ دعوت کی تو خوش ہو گا، اگر ریاکار ہے، دوبارہ نہ بلائے گا — خوب گوندھ کر کھاؤ، اچھی طرح کھاؤ۔

میں ۱۹۳۹ء میں جب جدّے گیا حج کو، اللہ تعالیٰ قبول کرے (پہلے حج میں) مُلّا شور بازار کے بھائی جو تھے وہ وہاں سفیر تھے سعودی حکومت کے۔ تو منیٰ میں انہوں نے دعوت کا انتظام کیا، مجھے بھی کسی طرح بُلا لیا حالانکہ میرا اُن کے ساتھ کوئی تعلّق نہیں تھا۔ تو مجھے اپنے قریب بالکل بٹھایا۔ نامعلوم کیا وجہ تھی۔ اپنے قریب بٹھایا۔ اور جب کھانا شروع ہوا، منیٰ میں قربانی کے بعد، تو میں نے معمولی طریقے سے کھایا (ویسے ڈرتا بھی تھا، دل تو چاہتا تھا مگر یہ کہ بھائی یہ کیا کہے گا اتنا کھاتا ہے؟) تو سفیر صاحب نے آستینیں چڑھالیں اپنی۔ دونوں آستینیں چڑھالیں اور پھر بڑی بے تکلّفی کے ساتھ کھانا شروع کیا اور مجھے بھی فرمایا کہ بھائی یوں کھاؤ۔ تم کیا کر رہے ہو؟ جوان آدمی ہو کر تم اس طرح کھاتے ہو — تو پھر مولوی کھائے ...... اچھّا کرتے ہیں، خوب اچھی طرح کھایا کریں۔ میں طالب علموں سے، علمائے کرام سے، آئمہ مساجد سے درخواست کروں گا جو کوئی بلائے، خوب اچھی طرح کھائیں۔ اگر وہ اللہ کے لئے کھلاتا ہے تو وہ خوش ہو گا ورنہ دوبارہ تکلیف نہیں دے گا۔

مفتی صاحب نے خوب اچھی طرح کھایا، اپنے ہاتھ وانت سارے رنگین کئے آپ نے۔ تو ان لوگوں پر اس وجہ سے اور زیادہ کراہیت کے آثار ہوئے۔ آپ سمجھ گئے۔ آپ نے کہا "کیوں؟ مزاج کیوں بگڑ رہا ہے؟" انہوں نے کہا "یہ کیا بدتہذیبی ہے، تم لوگ ہاتھ سے کھاتے ہو، یہ چھری کانٹے پڑے ہیں، ان سے تم کیوں نہیں کھاتے، چمچ سے کیوں نہیں کھاتے؟" — دیکھیئے، "حکیم" کی بات کر رہا ہوں۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں۔ "گل سُن اوئے گوریا صاحبا! ایہہ تیرا چمچہ تے تیری ترینگل (یہ کانٹا ترینگل یا ترانگلی ہی ہوتی ہے جس سے زمیندار بھوسہ اڑاتے ہیں) ایہہ ترینگل تے کتنیاں موہناں وچ وڑ چکی ہووے گی، اتے میرا ہتھ صرف میرے مُنہ وچ ہی وڑیا اے ہور کسے دے وچ نہیں گیا۔ (ارے گورے صاحب! بات سُن! یہ جو تمہارا چُھری کانٹا ہے یہ تو کئی مونہوں میں گئے ہوں گے لیکن میرا ہاتھ صرف میرے اپنے منہ کے اندر ہی گیا ہے) تو نفیس ہیں ہوا کہ تم ہو؟ بتاؤ نفاست میرے ہاتھ میں ہے یا چمچے میں؟ ایک چمچہ شرابی بھی منہ میں ڈال چکا ہوگا، وہ ترینگل (کانٹا) کتنے کتنے بدکار ڈال چکے ہوں گے۔ اور میرا ہاتھ یا میرے منہ میں جاتا ہے یا میرے معصوم بچے کے منہ میں جاتا ہے۔ کبھی کبھی باپ شفقت کے ساتھ اپنے چھوٹے بچے کو کھانا کھلاتا ہے — یا کوئی نیک سعید آدمی ہو تو کبھی پیار کے ساتھ اپنی ماں کے منہ میں لقمے ڈالتا ہے یا باپ کے منہ میں۔ کیونکہ ہمارے ماں باپ نے ہمارے منہ میں لقمے ڈالے اجی! كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا — ڈالا کرو کبھی کبھی ابا کے ہاتھ دُھلایا کرو، اماں کے ہاتھ دھلایا کرو۔ کہہ دو

اماں جی! آج میں تیرے منہ میں لقمے ڈالتا ہوں، خدا کی قسم ہے وہ دعا ملے گی جس سے ساری دنیا جنت بن جائے گی۔ ماں خوش ہو کر اتنی دعائیں دے گی، نہ بھی دعائیں دے تو خدا تو جانتا ہے۔ میری ماں نے میرے منہ میں لقمے ڈالے تو میں اگر اپنی ماں کے منہ میں لقمے ڈال دوں محبت کے ساتھ، ادب کے ساتھ، تو بتاؤ میری ماں کا دل کتنا پھول جائے گا، خوش ہوگی اور مجھے کتنی دعائیں دے گی۔

تو "حکیم" کی بات عرض کر رہا تھا۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ او گورے! یہ تیرا جو چھری کانٹا ہے یہ بڑا گندہ ہے، یہ تو کتنوں کے منہ میں جا چکا ہوگا اور میرا ہاتھ صرف میرے منہ میں گیا ہے اور کسی کے منہ میں نہیں گیا فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ۔ کافر شکست کھا گئے مفتی کے مقابل میں۔

مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ۔ یہ اس اللہ کا کلام ہے جو حکیم ہے اور بڑا باخبر خدا ہے۔ اس کی حکمت کو سمجھنا چاہو تو میرے بزرگو! متقدمین کی کتابیں تو بڑی اونچی ہیں متاخرین میں سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ پڑھو۔۔۔ اور وہ پڑھانے والا کہاں ہے دنیا میں؟ عبید اللہ سندھی نے پڑھائی (رحمۃ اللہ علیہ نے) پھر ہمارے امام الاولیاء شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا درس دیا۔ اب تو نہ حجۃ اللہ البالغہ کوئی پڑھتا ہے نہ کسی اور کتاب کو کوئی پڑھتا ہے۔ اب تو "ڈائجسٹ" ہے اور "شمع" ہے اور "رومان" ہے۔ یہ خرافات ہیں۔ اللہ مسلمانوں کو ایسی خرافات سے بچائے اور قرآن مجید پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؕ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

اللہ تعالیٰ اس درس کو قبول فرمائے۔ اللہ میری، آپ کی اس محنت کو جو اسی کی توفیق سے ہم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے، اللہ ہمیں اس سے زیادہ دین سمجھنے سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ قریب اور بعید جتنے مسلمان فوت ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو جنت نصیب فرمائے۔ اللہ ہمارے عرب بھائیوں پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ بیت المقدس کو یہودیوں کے پنجوں سے آزاد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سب کے حالات پر فضل و کرم فرمائے۔ ہم بڑے ہی خطا کار ہیں اللہ ہماری غلطیوں کو معاف فرمائے۔ چند دوستوں نے دعا کے لئے لکھا ہے اُن کے لئے دعا فرمائیں اللہ ان کی پریشانیوں کو دور فرمائے، اللہ اُن کے بیماروں کو شفا عطا فرمائے، اللہ اُن کے خانگی حالات کو درست فرما دے۔ اللہ تعالیٰ میرے آپ کے سب قصوروں کو معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ صاحب خانہ کو اور آپ سب بھائیوں کو اپنی برکتوں سے نوازے۔ آپ اپنا کام چھوڑ کر اس مجلس میں آجاتے ہیں۔ اللہ آپ کے آنے جانے کو اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے، جن قدموں سے میں اور آپ درسِ قرآن کے لئے آتے ہیں اللہ ہمارے ان قدموں کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے۔ اللہ ہماری بچیوں اور بہنوں کے دلوں میں اس سے زیادہ قرآن کی محبت نصیب فرمائے اللہ ہماری اولادوں کو بھی نیک صالح فرما دے، اللہ تعالیٰ حوادثِ زمانہ سے ہم سب کو محفوظ رکھے، اللہ ہماری دنیا، قبر قیامت بہتر فرما دے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ نُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

قرآن مجید کا صحیح ترجمہ و تفسیر سمجھانے والی اُردو زبان میں پہلی کتاب

معارف القرآن ہے

جسکے متعلق اکابر علماء امت کی آراء کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) استاذ العلماء حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے متعلق فرمایا — اس کتاب کا ایک حرف آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

(۲) شیخ التفسیر علامہ شمس الحق صاحب افغانی کا ارشاد ہے — اسلام کیخلاف تمام کج فہمیوں اور الحاد آفرینیوں کا جواب اس کتاب میں موجود ہے فہم سلف سے ذرہ بھر اس میں انحراف نہیں۔

(۳) حکیم الامۃ تھانوی کے خلیفہ ارشد مولانا عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا — معارف القرآن پُرفتن اور پُرآشوب دور میں گم کردہ راہوں کے لیے انشاء اللہ شمع روشن کا کام دے گی۔

(۴) مفسر القرآن شارح الحدیث مولانا سید گل بادشاہ شیخ الجامعہ اکوڑہ خٹک نے فرمایا — معارف القرآن تمام عالم اسلام کیلئے تعلیمات قرآنی میں شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے حجۃ بالغہ ہے

(۵) مفکر اسلام علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا — اس کتاب میں زبان محاورہ اور قواعد و اصول زبان اور دوسرے تفسیری مسائل جمع کر دیئے گئے ہیں جو دوسری عام کتابوں میں نہیں ملتے۔

(۶) شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے فرمایا معارف القرآن میں بہترین معلومات کا ذخیرہ جمع ہے جو شائقین علوم کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔

(۷) زبدۃ العلماء مولانا السید محمد داؤد صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس قدر مفید کتاب اس سے پہلے میری دیکھنے میں نہیں آئی۔ تمام مشتاقان علم کو اس کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہونا چاہیئے۔

مطبوعہ بار سوم قیمت پانچ روپیہ

یاد فرمائی کا پتہ:۔ قاضی محمد ارشد الحسینی دار الارشاد کیمبل پور مغربی پاکستان

درسِ قرآنِ مجید

(سالانہ مجموعہ)

تیسرا

اثرِ قلم

قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب

مرتبہ

محمد عثمان غنی بی اے

شائع کردہ

دار الارشاد۔ کیمبل پور پاکستان

ملٹری پریس کیمبل پور